

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ (الْذَّارِياتِ: 56)

ترجمہ: اور میں نے چنوں اور انسانوں کو نہیں خلق کیا مگر اپنی عبادت کیلئے۔

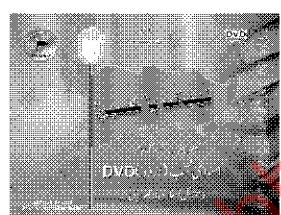
جَنْ عَبْدَكَ تَوْحِيدٌ يَعْرِفُكَ اَنْتَ

مصنّف: عباس رضوان عابدی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون، ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔



سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الْوَمَانِ اور کشمیر



# لپک یا حسین

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

## اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA  
Unit#8,  
Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.  
[www.sabeelesakina.page.tl](http://www.sabeelesakina.page.tl)  
[sabeelesakina@gmail.com](mailto:sabeelesakina@gmail.com)

Contact : [jabir.abbas@yahoo.com](mailto:jabir.abbas@yahoo.com)

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَنَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذٰرٰيات: 56)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں خلق کیا مگر انہی عبادت کیلئے۔

حقیقت و توحید بمعرفت امام

مصنف: عباس رضوان عابدی

## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

حقیقتِ توحید بعرفتِ امام  
نام کتاب:

عباس رضوان عابدی  
مصنف:

حیدر نقوی  
ناشر:

مراہب نذیر ملک  
کپوزنگ:

مئی 2017  
طبع اول:

Rs. 250/-  
قیمت:

(whatsapp only) 0333-3768612  
موباہل نمبر:

htbmi169@gmail.com  
ای میل:

### انتساب

اپنی اس پہلی کوشش کو جب میرا قلم سجدہ ریز ہوا ان ہستیوں کی توصیف میں جو اسماء الہمی ہیں جو صفاتِ الہمی کے مظاہر ہیں اور موصوف بھی۔ اس ادنیٰ سی کوشش کو جو معرفتِ خالق و معبود کے سلسلے میں کی گئی نظرانہ عقیدت کے طور پر بارگاہِ آنکھِ حق میں پیش کرتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ میری اس کوشش و حق عبادیت کو قبول فرمائیں۔

(آمن یارب العالمین)

## اظہار بختر

میں دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اپنے گھر والوں کا اور احباب  
قدرت علی، آصف کاظمی، رضا عباس، مراتب نذیر اور آفتاب حسین  
رضوی کا جنہوں نے اس کتاب کو لکھنے میں ہر قدم پر میر اساتھ دیا اور  
میری مدد کی اور میں خصوصی طور پر اپنے والد محترم کا شکر گزار اور  
احسان مند ہوں جن کی تربیت اور رہنمائی جو انہوں نے بچپن سے لے کر  
آج تک جس انداز سے کی اس کی کوئی نظری نہیں، میں اس قابل نہیں کہ  
ان کو اس عظیم نیکی کا صلدے سکوں لیکن باگارہ الہی میں دعا گو ہوں کہ  
میرے والد کی اس عظیم نیکی پر اللہ محمد و آل محمد کے واسطے انہیں اجر  
عظیم عطا کرے اور روزِ محشر انہیں عارف باللہ اور مومن متحن محسور  
کرے۔ (آمین یا رب العالمین)

## فہرستِ مضمایں

| صفحہ | عنوان                         |
|------|-------------------------------|
| 9    | پیشہ بات                      |
| 11   | منہج یا عقیدہ کیے اختیار کریں |
| 14   | عقل کی غذا                    |
| 16   | طلب علم                       |
| 18   | غیر کا محتاج                  |
| 20   | حصول علم                      |
| 23   | سوال کیے کریں                 |
| 28   | اساس دین                      |
| 28   | خالق کیسا ہونا چاہیے          |
| 29   | حق کی تلاش                    |
| 30   | اللہ کی جنت                   |

|    |                     |
|----|---------------------|
| 32 | نبی اور جنت         |
| 33 | ابتدائے معرفت       |
| 34 | معرفت کیا ہے        |
| 37 | معرفتِ توحید        |
| 39 | معرفتِ خالق         |
| 45 | اللہ کی قسم         |
| 47 | فلسفہ عبادت         |
| 50 | معرفتِ نفس (معنی)   |
| 53 | عبادت کس کی کرنی ہے |
| 59 | عبادت کیسے ہوگی     |
| 62 | ذات                 |
| 66 | معرفتِ اسم          |
| 80 | کث کنز آنھنیا       |
| 83 | صفت اور موصوف       |
| 96 | علم، مشیت اور ارادہ |
| 99 | جبیریہ فرقہ         |

|     |                     |
|-----|---------------------|
| 106 | بداء                |
| 116 | ساق (پنڈلی) کا مطلب |
| 122 | آغازِ معرفت         |
| 125 | اعجازِ معرفت        |
| 127 | اثراتِ معرفت        |
| 128 | معرفتِ امامت        |
| 130 | امامت کی منزلیں     |
| 135 | امامتِ مطلقہ        |
| 144 | ولایت               |
| 147 | ولایت کی تعریف      |
| 148 | دعویٰ اور دلیل      |
| 161 | قرآن اور امامت      |
| 167 | معرفتِ امام         |
| 174 | شبِ معراج           |
| 177 | حجاب در حجاب        |
| 183 | معرفتِ نورانیہ      |

|     |                             |
|-----|-----------------------------|
| 214 | باطن غیب                    |
| 219 | اسم اعظم                    |
| 226 | بسم اللہ الرحمن الرحیم      |
| 229 | صفت اور موصوف               |
| 237 | عابد و معبد                 |
| 244 | کفر و شرک                   |
| 253 | غلو و تقصیر                 |
| 268 | فضائل امام                  |
| 305 | مجاز اور حقیقت              |
| 308 | معرفت امام زمانہ            |
| 311 | آئندہ کے نام                |
| 312 | قصیدہ بہ حضور امام          |
| 313 | اسماء اہلی کی خدمت میں سلام |

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمد ہے عالیین کے رب کیلئے اور بے شمار درود وسلام ہے محمد وآلہ محمد پر

### بیوادی بات

عالیین میں کوئی شے بھی بے مقصد و بے معرف نہیں، ہر شے کوئی نہ کوئی علت اور مقصد لئے وجود میں آئی ہے اور وہ مقصد اس شے کی وجہ خلقت ہوتی ہے۔

بالکل اسی طرح انسان کا وجود بھی کسی مقصد کے تحت ہے لیکن وجود انسانی میں اور باقی تمام جاندار خلائق میں ایک واضح فرق ہے۔ ہر خلوق میں روح، نفس، جسم اور عقل میں ہے دو یا تین چیزیں ہیں مگر انسان وہ خلوق ہے جسے خالق نے یہ چاروں چیزیں (روح، نفس، جسم، عقل) دے کر دنیا میں بھیجا لیکن یہ انسان کی صفت امتیاز ہے باقی تمام اشیاء سے۔ (گو کے یہ چاروں چیزیں جنات میں بھی مشترک ہیں مگر ہمارا مخاطب انسان ہے اسیلئے جنات کو شامل نہیں کیا گیا)۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ آخر انسان میں ایسے کونے سر خاب کے پر تھے جس کی وجہ سے خالق نے اُسے یہ چاروں چیزیں دیں؟ یہ غور و فکر

انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ مجھے کس نے بنایا؟ اس کائنات کو کس نے خلق کیا؟ ہر شے ایک مخصوص نظام سے چل رہی ہے نہ زمین خلق کے بوجھ سے دھنس رہی نہ آسمان زمین پر گر رہا ہے کوئی تو ہے جو ہر شے سے زیادہ طاقت و قدرت رکھتا ہے آخر وہ کون ہے اور میرا مقصد خلقت کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو انسان کو کسی نہ کسی مذہب کی طرف اپنے جوابات کی تلاش میں لجاتے ہیں لیکن ایک بات کی وضاحت یہاں ضروری ہے کہ مذاہب و مطروح کے ہوتے ہیں۔

1- مذہب غیر اختیاری یا موروثی

2- مذہب اختیاری

مذہب غیر اختیاری وہ مذہب ہے جو آباء اجداد کا مذہب ہوتا ہے۔ انسانوں کی اکثریت اسی مذہب پر قائم ہے۔ اس مذہب میں دنیا کے تمام مذاہب شامل ہیں۔ جب آپ اس مذہب کے کسی شخص سے کوئی معقول بات کریں گے جو اسکے عقیدے کی نفی کرتی ہو گی تو وہ فوراً کہے گا "کیا ہمارے آباء اجداد غلط تھے اور آپ صحیح"؟ اور یہ وہ ناقص دلیل ہے جو کفار مکہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی۔ اس لیے

ہمارا مخاطب اس مذہب کے لوگ نہیں ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کا اپنا کوئی عقیدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ مروجہ عقائد پر ہوتے ہیں۔

دوسرامذہب اختیاری ہے یعنی کوئی شخص اپنے گھر والوں کا یا کوئی دوسرا مذہب اپنی مرضی سے اختیار کرے، یہ دیگر بحث ہے کہ اسکا یہ فیصلہ صحیح ہو گا یا غلط جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔

میں ان لوگوں سے مخاطب ہوں جنہوں نے شیعہ مذہب کو اختیار کیا وہ شیعہ اس وجہ سے نہیں ہیں کیونکہ اُنکے باپ داداشیعہ ہیں۔

مذہب یا عقیدہ کیسے اختیار کریں:

شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عازل ہے ظالم نہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ آپ کو حق کی طرف بلائے اور آپ کو کوئی ایسی چیز نہ دے جس سے آپ حق کو پہچان سکیں۔

احادیث معصومین علیہ السلام سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ وہ چیز عقل ہے اور عقل ہی وہ انمول تکنیہ ہے جو اللہ کی محبوب ترین مخلوق ہے جیسا کہ مولانا محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا "جب اللہ نے عقل کو خلق کیا تو فرمایا آگے آوہ آگے آئی پھر کہا مجھے ہٹ وہ مجھے ہٹی پھر فرمایا: میں اپنے

عزت و جلال کی قسم کھاتا ہوں میں نے تجھ سے زیادہ محبوب کوئی شے  
خلق نہیں کی میں تجھے صرف اس شخص میں کامل کروں گا جس کو میں  
دوست رکھتا ہوں میں تیرے پختہ ہونے پر امر و نبی کرتا ہوں اور ثواب  
دیتا ہوں" حوالہ: - (اصول کافی جلد 1، باب العقل، حدیث 26 صفحہ  
(63) عقل ہی انسان میں اللہ کی طرف سے جنتِ باطنی ہے "جب ان  
سکیت نے مولا رضا سے عرض کیا کہ اس وقت مخلوق پر جنت کیا ہے؟  
آپ نے فرمایا "عقل اللہ کی طرف سے جنت ہے" حوالہ: -  
تفسیر نور الثقلین جلد 1، صفحہ (89)

یہ عقل کی عمومی تعریف ہے اب ہم عقل کی خصوصی تعریف کی طرف  
آتے ہیں جو ہمارا مدعای ثابت کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ "ایک  
شخص نے مولا صادق علیہ السلام سے پوچھا عقل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:  
عقل وہ قوت ہے جس سے رحمٰن کی عبادت کی جائے اور جنت حاصل کی  
جاسکے"۔

عقل کا کام ہے ہادی کی معرفت کروانا، عقل کا کام ہے چھوٹی نیکی اور بڑی  
نیکی میں تمیز کرنا، چھوٹی برا کی اور بڑی برا کی میں حد قائم کرنا، عقل کا کام

ہے اللہ کی عبادت کروانا اور یہ بھی طے ہے کہ عبادت ہو نہیں سکتی بغیر معرفت جیسا کہ مولائے فرمایا "کوئی بھی عمل بغیر معرفت بیکا وہی ہے" لہذا ہر عمل کی اصل معرفت تھہری اور معرفت حاصل ہو نہیں سکتی بغیر عقل جیسا کہ مولا صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "عقل مومن کی رہنمائی ہے" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب العقل، باب اول، حدیث 24) اور اتمام جنت کیلئے مولا صادق علیہ السلام کا ہی یہ قول کافی ہے "انسان کیلئے اتنی عقل کافی ہے جس سے وہ اپنے ہادی کی معرفت حاصل کر

۔ ۱۔

ہم سمجھتے ہیں اتنے دلائل کافی ہیں عقل کی اہمیت اور اسکا کام سمجھانے کیلئے ورنہ احادیث کا ایک انبار ہے مگر میں مخاطب ہی صاحبان عقل تے ہوں اور اسی لئے سمجھتا ہوں کہ دیئے ہوئے دلائل عقل کی اہمیت سمجھنے کیلئے کافی ہیں۔

جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ عقل ہی وہ تخفہ الہی ہے جس سے صحیح مذهب یا عقیدے کی شناخت کر کے اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں ایک بہت ہی اہم اور بنیادی سوال جنم لیتا ہے کہ "کیا عقل صرف شیعان علیؑ کو

ہی دی گئی ہے؟ تو یقیناً نہیں کیوں کہ اگر ایسا سوچا گیا تو سوال ایک بار پھر اللہ کے عدل پر اٹھے گا اور اللہ کا عدل ہے کہ اُس نے ہر انسان کو عقل دے کر اُسے اپنے فیصلے میں آزاد چھوڑ دیا۔ کوئی انسان ایسا نہیں جسکے پاس عقل نہ ہوا ب عقل سے کام لینا یا نہ لینا اُس شخص کی مرضی پر منحصر نہ ہرا اور اسی فیصلے پر اللہ اُس سے جواب طلب کرے گا اور وہ شخص عذاب یا جنت کا مستحق قرار پائے گا۔ عقل جنتِ باطنی ہے جس کا کام جنتِ ظاہری کی شاخت کروانا اُسکی معرفت اور اطاعت کروانا ہے۔ انسان چاہے جس مذہب کا بھی ہو عقل اپنا کام کرنا نہیں چھوڑتی وہ مسلسل اشارہ کر رہی ہوتی ہے مگر انسان اپنی خواہشاتِ نفسانی کو ترجیح دیتے ہوئے عقل کو نظر انداز کرتا ہے اور موردِ الزام قرار پاتا ہے۔

### عقل کی غذا:

ہر شے کی غذا ہوتی ہے جسے پا کر وہ نشوونما پاتی ہے اور سنورتی ہے، جیسے انسان کی غذ اروٹی اور پانی ہے جسے پا کر وہ نشوونما پاتا ہے اور طاقتور بنتا ہے اسی طرح باتات کی غذا پانی ہے جسے پا کر وہ سنورتے ہیں اور پھل دار باتات پھل آگاتے ہیں اور اسی طرح ہر جاندار کی کوئی نہ کوئی غذا ہوتی

ہے جس سے وہ پرداں چڑھتا ہے۔ مگر اسی غذا کا سب سے اہم مصرف بقاء حیات ہے اگر غذانہ ہو تو موت یقینی ہے اور غذا جتنی اچھی ہو گی نشوونما اتنی ہی اچھی ہو گی اور پھل بھی اتنا ہی اچھا ہو گا۔ بالکل اسی طرح عقل کی بھی ایک غذا ہے جو اگر اسے نہ ملے تو وہ کمزور اور لا غرہ نہ لگتی ہے یا زنگ پکڑنا شروع کر دیتی ہے۔ اور عقل کی غذا علم ہے بغیر علم عقل ناقص رہتی ہے جتنی اچھی غذا عقل کو فراہم کی جائے گی اتنا ہی اچھا پھل عقل آپکو دے گی اور وہ پھل ہے معرفت ہمارے اس موقف کو مولا جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث تقویت دیتا ہے "علم حاصل کرنا چاہیے مگر عالم رباني سے اور معرفت علم کا تعلق عقل سے ہے"

"حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب العقل، حدیث (53)

جیسا کے ہم نے عرض کیا کہ غذا جتنی اچھی ہو گی عقل کی نشوونما اتنی عمدہ ہو گی اور وہ پھل معرفت کی صورت میں اتنا ہی اچھا دے گی۔

حدیث معلوم سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم صرف اور صرف معلوم سے حاصل کرنا ہے کیونکہ جنت ظاہری جانتی ہے کہ جنت باطنی کو کیسے پرداں چڑھایا جاتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس ہماری شیعہ قوم نے عقل

پر ظلم کیا اور اُس کو اُسکی غذا فراہم نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم ہر ڈھول بجانے والے کے پیچھے چل پڑی اور محمد و آل محمد سے دور ہوتی گئی اور اُسکو یہ احساس بھی نہ ہوا کیونکہ انہوں نے افواہ کو علم سمجھا اور عقل سے کام نہ لیا۔

جاننا گرچہ زندگی ہے مگر  
جان جاتی ہے جان لینے میں

### طلب علم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیکر ہر امام نے اپنے شیعوں پر طلب علم کیلئے بہت زور دیا جبکہ مولا جعفر صادق علیہ السلام کو تو یہ تک کہنا پڑا "میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میرے اصحاب کے سروں پر کوڑے مارے جائیں تاکہ وہ علم دین حاصل کریں" (حوالہ:- اصول

کافی، جلد اول، کتاب الحقل، باب، 2 حدیث 8، صفحہ 69)

مگر اس کے باوجود بھی شیعہ علم سے دور ہی رہے بیشتر آئمہ نے بتایا اور جاتیا کہ ہمارے شیعہ ہی طالب علم ہیں جیسا کہ یہ حدیث "جمیل نے بیان کیا کہ میں نے مولا صادق علیہ السلام کو فرماتے سن: لوگ تین قسم کے ہیں

عالم، طالب علم اور ہزرہ کار (کوڑا کرکٹ) ہم علماء ہیں ہمارے شیعہ طالب علم اور باقی سب لوگ کوڑا کرکٹ ہیں۔ (حوالہ: بصائر الدرجات، جلد 1، صفحہ 44) یہاں مولاً نے لوگوں کی اقسام بیان فرمائی ہیں اور فیصلہ لوگوں پر چھوڑ دیا کہ وہ کیا بننا چاہتے ہیں آیا طالب علم یا کوڑا کرکٹ

ویسے حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایسا موضوع ہے جس پر ایک پوری کتاب ہونی چاہیے مگر ہماری مجبوری ہے کہ جتنی احادیث ہمارے پاس اس موضوع کیلئے ہیں وہ سب یہاں لکھنا ممکن نہیں بہر حال ہماری پوری کوشش ہو گی کہ طالبان علم کیلئے جتنا مواد ممکن ہو آپ تک پہنچا سکیں۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ لوگ دنیا کیلئے تو بہت محنت کرتے ہیں وقت دیتے ہیں اپنے دنیاوی امور کو، مگر جب معاملہ دین کا آتا ہے تو یہی لوگ بخوبی بن جاتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر یا حکیم کی دوائی کی طرح کوئی صحیح، دوپھر اور رات فٹکے مند میں ایک چچھ تو حید ایک چچھ امامت دے اور اسکے دن کا گوشہ پورا ہو جائے، خود کون دین میں محنت کرے؟ جبکہ یہ اصول ایسا ہے کہ آپ نے اپنی مہار جس کے ہاتھ میں دی ہے وہ

جہاں چاہے آپ کو لے جائے اور آپ بربادی کا ذمہ ہو جائیں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد آپ اللہ اور آئمہ اطہار سے یہ امید رکھیں کہ وہ آپ کو بخش بھی دیں گے!

اس سادگی پر کون نہ مرجائے اے خدا

جو اصول ان لوگوں نے قائم کیا ہے وہ ان اصولوں کے بالکل برخلاف ہے جو آئمہ مصوّیٰ نے بیان کیا ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اللہ نے دین کو مشقت میں رکھا ہے" اور آپ ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ "دنیا اتفاق سے ملتی ہے اور دین استحقاق سے" امیر المومنین نے فرمایا "مودمن لوگوں سے علم حاصل کرنے کیلئے ملتا ہے اور سمجھنے کیلئے سوال کرتا ہے" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 4، کتاب ایمان و کفر، باب 223، حدیث 2، صفحہ 137)

آخری حدیث کا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین اپنے آپ کو جانچیں۔

غیر کامیاب:

محتاجی چاہے دنیا میں ہو یا دین میں قابل مذمت ہے۔ دنیا کی محتاجی میں آپ کے بچنے کے امکانات بہت ہیں کیونکہ جیسا مولا نے فرمایا دنیا اتفاق

سے ملتی ہے اور اس کی بہت ساری مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں اور یقیناً آپ کے سامنے بھی ہوں گی۔ مگر دین میں محتاجی کس حد تک خطرناک ہے اسکی مثالیں بھی ہم سب کے سامنے ہیں جو یہاں لکھے کی بھی ضرورت نہیں۔ اسی محتاجی کی نشاندھی کرتے ہوئے رسول اللہ نے فرمایا "جهالت سے بڑھ کر محتاجی نہیں اور عقل سے زیادہ مفید تر کوئی چیز نہیں"

---

"حوالہ:- اصول کافی جلد اول، کتاب العقل، باب اول، حدیث 20، صفحہ 63)

ہم طلب علم پر اتنا زور اس لیے دے رہیں کہ علم کے بغیر عقل بیکار ہے اور اگر عقل سے آپ نے کام نہ لیا تو ساری زندگی کی محنت بے شر ہو کر ڈوب جائے گی چاہے عمر حضرت خضر جتنی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ غالب نے کہا

بے صرف ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر  
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیئے  
زندگی مختصر ہو یا طویل ہوئی با مقصد چاہیے بے مقصد نہیں، اور ہماری  
زندگی کا مقصد طلب علم ہے، دنیا کی فقیری میں امکان ہے کل آپ کی

قسمت پلٹئے اور آپ دولت مند ہو جائیں مگر دین میں فقیری موت ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "فقیری سخت موت ہے، میں نے کہا کیا اس سے آپؑ کی مراد در ہم دینار نہ ہونا ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ وہ محتاجی ہے دین حق سے۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 4، کتاب ایمان و کفر، باب 236، حدیث 2، صفحہ 204) عقائد کیلئے اشارہ ہی کافی ہے اور ہم نے تو بہت سارے اشارے دے دیے۔

### حصول علم:

کوئی بھی عمل ہو اس کو بجالانے سے پہلے جو سب سے اہم چیز ہے وہ ہے نیک نیت اگر نیت پاک و صاف نہ ہو تو عمل کا یہ غرق ہونا یقینی ہے چاہے عمل جتنی محنت سے ہی کیوں نہ کیا جائے اور اگر نیت پاک ہے تو اللہ اس تھوڑے عمل میں بھی برکت دیتا ہے اور آپؑ کو توفیق دیتا ہے زیاد عمل کی۔ علم حاصل کرنے کے دو مرحلے ہیں پہلا مرحلہ (Step) غور نے سنتا یا غور سے پڑھنا اور دوسرا مرحلہ ہے سنکریا پڑھ کر غور و فکر کرنا اور پھر سوال کرنا۔ ایک بہت بڑا مسئلہ جو ہم نے دیکھا وہ یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت علم حاصل نہ کرنے کیلئے ڈھال تلاش کرتی ہے اور اس موقعے کا

فائدہ انھا کر شیطان ان کو وہ ڈھال فراہم کرتا ہے اور فوراً وہ لوگ اُس ڈھال کو اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں مگر وہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ یہ ڈھال شیطان کی دی ہوئی ہے نہ کہ رحمٰن کی۔ وہ ڈھال یہ ہے کہ "ہم تو طلب علم کیلئے ابھی پہلے مرحلے پر ہیں یعنی سننے کے مقام پر ہیں ابھی ہم سوال کرنے کے مرحلے پر نہیں آئے" یقین کریں بلکہ میرے کچھ قارئین میری اس بات کی تائید کریں گے کہ اس مرحلے پر وہ سالوں کھڑے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم مولا سے بچ گئے حالانکہ انہیں اندازہ ہی نہیں کہ وہ بچ نہیں بلکہ سمجھتے چلے جا رہے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ غور سے سنا یا پڑھنا پہلا مرحلہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کسی مجلسِ عزاداری یا جشن میں جاتے ہیں یا کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو پہلے یہ فیصلہ کر کے فرشِ عزاداری یا جشن میں بیٹھیں اور کتاب پڑھنے سے پہلے بھی یہ طے کر کے پڑھنا شروع کریں گے خلیفہ یا مصنف غیر معلوم ہے یقیناً غلطی کر سکتا ہے جب آپ یہ طے کر لیں گے تو خطابت کرنے والے کو غور سے سینیں گے اور لکھنے والے کو غور سے پڑھیں گے۔ اس غور و فکر کے بعد آپ سوال کریں گے نہ کہ زندگی بھر

ستے ہی رہیں گے اور سوال کا دروازہ بند کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علم کا طلب کرنا واجب ہے ہر مسلمان پر"

(حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب العقل، باب 2، حدیث 1، صفحہ 42)

جب علم حاصل کرنا واجب قرار پایا دینا محمدی میں تواب غور کیجئے کہ امام کیا فرمائے ہیں "امام جعفر صادق" نے فرمایا: علم دین پر تالاگا ہوا ہے

جسکی کنجی سوال ہے" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب العقل، باب

10، حدیث 3، صفحہ 81)

اکثر لوگ مجھے ایسے بھی ملے ہیں جن میں اعتماد کی کمی ہوتی ہے اور وہ

چکچکاتے اور جھکجکتے ہیں سوال کرنے سے ان لوگوں سے بھی مذکورت

کیسا تھا امیر المؤمنین کا یہ قول کہ "جھجک محرومی سے مسلک ہے" (حوالہ

:- حکمت بو تراب، صفحہ 82)

ان تمام عذر کا نتیجہ بے حد خطرناک ہے اور یقین مانیے ہلاکت ہے جیسا

کہ امام صادق آل محمد نے فرمایا "لوگ اسلیئے ہلاک ہوتے ہیں کہ وہ

سوال نہیں کرتے"۔ (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب العقل، باب

10، حدیث 110، صفحہ 81)

اس باب پر ہم اتنا ذور اس لیے دے رہے ہیں کیونکہ یہ باب ہی ہماری کتاب کی بنیاد ہے جو شخص علم حاصل کرنے اور خصوصاً سوال کرنے میں شرم، ہچکچا ہٹ اور جھجک محسوس کرتا ہے وہ یہ یقین کرے کہ باب شہر علم سے علم کی خیرات کبھی نہیں پاسکتا کیونکہ

دیتے ہیں بادہ طرف قدر خوار دیکھ کر

ہمارے مولانا و آقا "سلوٹی سلوٹی" کہتے رہے اور اس دعوتِ عامہ سے مسلمانوں سے زیادہ عیسائی اور یہودی فائدہ اٹھا گئے۔

### سوال کیسے کریں:

ہم نے طلب علم کے حصول کیلئے اپنی طرف سے بہت نیک نتیٰ کیسا تھ پوری کوشش کی ہے کہ اس کی اہمیت کو اجاگر کر سکیں اور ہمیں اللہ سے پوری امید ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ اب جبکہ احادیث معصومینؐ سے طلب علم اور سوال کرنے کی اہمیت واضح ہو چکی ہے تو اس کے بعد اگلہ مرحلہ آتا ہے کہ سوال کیسے کیا جائے۔

اس مرحلے میں ہمیں انشاء اللہ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی کیونکہ اس مرحلے کا تعلق ہم سب کے ذاتی مشاہدے سے بھی ہے۔ سوال کرنے کے تین طریقے ہیں۔

1۔ جانے کیلئے سوال کرنا۔

2۔ جانچنے کیلئے سوال کرنا۔

3۔ نہ مانے کیلئے یا بخخنے کیلئے سوال کرنا۔

جانے کیلئے سوال کرنا: یہ انداز طالب علم کا ہے اور جیسے کہ ہم نے اپر بیان کیا کہ تینوں طریقوں کا تعلق ہمارے ذاتی مشاہدے سے ہے۔ پہلے مقام کو سمجھنے کیلئے ایک بچے اور شاگرد سے اچھی کوئی مثال نہیں، جب ایک بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو ہر جیز کے بارے میں سوال کرتا ہے چاہے وہ اسکے کام کی ہو یا نہ ہو اور جب تک اس کو تسلی بخس جواب نہیں ملتا وہ سوال کرنے سے نہیں رکتا اور دوسرا وہ شاگرد جو پہلی دفعہ اسکوں جاتا ہے اسکے مشاہدے میں اضافہ ہوتا ہے تو وہ سوال کرنا شروع کرتا ہے اس لیے بچوں کو سوال کرنے سے کبھی نہیں روکنا چاہیے کیونکہ اسکے سمجھنے کا سب سے بڑا اولیہ و ذریعہ ہی سوال ہوتا ہے تو جو شخص بھی طالب

علم ہو چاہے دنیاوی یادیں اس کو سوال کرتے رہنا چاہیے جیسے جیسے اسکے مشاہدات میں اضافہ ہوتا رہے گا (یعنی علم میں) ویسے ویسے مزید سوالات جنم لیتے رہیں گے جس دن اس نے سوال کرنا چھوڑا تو وہ سمجھ جائے یا تو وہ عالم ہو گیا یا اس نے جمود اختیار کر لیا ہے۔

دوسری مرحلہ ہے جانچنے کیلئے سوال کرنا یہ بھی ہمارے مشاہدے سے جدا نہیں ایک باپ پہلے اپنے بچے کو سکھاتا ہے۔ اللہ ایک امام 12 مخصوص 14 اسکے بعد بچے سے پھر یہی سوال کرتا ہے اب یہاں سوال وہ جاننے کیلئے نہیں کر رہا بلکہ جانچنے کیلئے کر رہا ہے کہ آیا بچے کی سمجھ میں آیا اور اس نے یاد رکھا کہ نہیں، بالکل اسی طرح جب وہ بچہ اسکوں جانا شروع کرتا ہے پورا سال پڑھتا ہے تو سال کے آخر میں استاد اس سے کچھ سوالات کرتا ہے یہ دیکھنے کیلئے کہ جو پورا سال پڑھا یا وہ یاد ہے کہ نہیں۔ سوال کرنے کی تیسری قسم اور بیان کی گئی دونوں اقسام سے الگ ہے کیونکہ پچھلی دونوں اقسام کے سوالات کے پیچھے ایک مقصد ہوتا ہے مگر اس تیسری قسم یعنی انچھنے کیلئے سوال سوائے وقت کے زیاد اور ذہنی عیاشی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہ سائل دماغ میں فیصلہ کر چکا ہوتا ہے کہ مجھے سامنے

والي کی بات نہیں مانی اور اسکو الجھائے رکھنا ہے اور نیچا دیکھانا ہے۔  
ایسے لوگوں کی مذمت میں امیر المؤمنین فرماتے ہیں "سوال کرو سمجھنے  
کیلئے نہ کہ ضد بازی اور سمجھنے کیلئے"۔ ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں  
کہ: "وہ جاہل جو سمجھنے کیلئے سوال کرے اس عالم سے بہترے ہے جو سمجھنے  
کیلئے سوال کرے"۔

هم شیعیان علی آہن الی طالب علیہ السلام کو ہمیشہ اپنے مولا گا طالب علم رہنا  
ہے اور جو ہم سے کم جانتے والے ہیں انکے لیے سمجھانے والا رہنا ہے تاکہ  
وہ بھی بات کو سمجھیں اور سوال کرتے رہیں اسی طرح چراغ سے چراغ  
جلے گا اور علم و معرفت کا نور ہم ایک دوسرے کے دلوں میں اتارتے  
رہیں گے۔

اگرچہ ہمارا یہ موضوع یہاں اختتام پذیر ہوا لیکن ہم چاہتے ہیں کہ عقل  
اور غور سے سنتے پر مہر قول مخصوص سے ہی ثابت کریں۔ ہم یہاں 2  
احادیث پیش کر رہے ہیں ایک رسول اللہ سے اور ایک مولا رضا سے  
رسول اللہ فرماتے ہیں "جس نے کسی بولنے والے کی گفتگو کو غور سے ساتو  
اس نے اس کی عبادت کی، اگر بولنے والا اللہ کے حکم کے تحت گفتگو کر رہا

ہے تو سننے والے نے اللہ کی عبادت کی اور اگر بولنے والا ابلیس کی نمائندگی کر رہا ہے تو پھر سننے والے نے ابلیس کی عبادت کی۔ (حوالہ:- عیون الاخبار الرضا، جلد 1، صفحہ 530) یہ حدیث ان لوگوں کیلئے جو ایسے خطیبوں کو سنتے ہیں جو بظاہر تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن دراصل وہ شیطان کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور جس نے غور سے سن کر عقل سے کام نہ لیا وہ اُس بولنے والے کا سامنے دار کھلانے گا۔ دوسری حدیث جو مولا رضا سے ہے جس میں آپ فرماتے ہیں "جب ابن سکیت نے مولا رضا سے عرض کیا کہ اس وقت خلوق پر جھٹ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: عقل اللہ کی طرف سے جھٹ ہے اس کے ذریعے سے انسان اللہ پر بھی بولنے والے کو پہچان کر اس کی تصدیق کر سکتا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کو پہچان کر اس کی تکذیب کر سکتا ہے۔" (حوالہ:- تفسیر نو الشقین، جلد 1، صفحہ 89) یہاں مولا نے صاف صاف سمجھا یا کہ کیسے عقل سے کام لے کر اللہ کے عذاب سے بچا جا سکتا ہے۔ ہمیں پوری امید ہے قارئین ہمارا مقصد سمجھے چکے ہیں اور انشاء اللہ وہ اب کبھی بھی عقل، طلب علم اور سوال کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔

### اساں دین:

یہ باب ہماری فہرستِ مضمائیں میں شامل نہ تھا مگر پھر ہم نے مناسب سمجھا کہ ایک سرسری اسی گفتگو ضروری ہے کہ دین کی بنیاد پر ہو۔

دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی خالق کائنات کا تصور رکھتا ہے اور جس چیز کو انہوں نے خود سے زیادہ طاقتور جانا اسکو اپنا خالق اور رب کا تصور کر کے اس کی پوجا شروع کر دی، اسی لئے کوئی سورج کو پرستش کر رہا ہے کوئی سمندر کی کوئی کسی کی اور کوئی کسی کی۔ ہم نے ایک لمبی تمہید عقل پر باندھی ہے کہ عقل کیا کام کرتی ہے۔ عقل کا کام ہے تعارفِ خالق کروانا اب کسی کی عقل کم ہو یا زیادہ کام ایک ہی ہو گا یہ اللگ بات ہے کہ کم عقل والا کم تعارف رکھے گا اور زیادہ والا زیادہ۔

### خالق کیسا ہونا چاہیے:

ہر ذی العقل انسان یہ بات سوچتا ہے کہ میرا خالق کیسا ہونا چاہیے۔ یہاں عقل اس کا ساتھ دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ تمہارا خالق ایسا ہونا چاہیے جو خود کسی کی مخلوق نہ ہو یعنی اسکا کوئی خالق نہ ہو۔ ہمارے خالق کے پاس ایسا علم ہونا چاہیے جو اسکی مخلوق کے پاس نہ ہو۔ ہمارے خالق کے پاس

ایسی قدرت و طاقت ہونی چاہیے جو مخلوق کے پاس نہ ہو جس سے وہ مخلوق کو خلق کرتا ہے۔ ہمارے خالق کے پاس ایسا اختیار (تصریف) ہوتا چاہیے جس سے وہ اپنی مخلوق پر حکومت کر سکے ہمارے خالق کو ہمیشہ زندہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر وہ مر سکیا تو مخلوق کی فریاد کون نے گا؟ ہمارے خالق کو ہمیشہ جاگتے رہنا چاہیے کیونکہ اگر وہ سو سکیا تو نیند اس پر غالب آجائے گی جو اس سے زیادہ طاقت ور کھلائے گی۔ خالق جب چاہے اپنی مخلوق کو مار دے جب چاہے زندہ کر دے اور خاص طور پر ہمارے خالق کو اکیلا و تہبا ہونا چاہیے ورنہ اگر دو خالق ہوئے تو امکان ہے کہ دونوں میں کسی بات پر ناقابلی ہو اور جیسا کہ ہم ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں کہ یہ سوالات اس کو کسی نہ کسی مذہب کے دروازے پر لے جاتے ہیں جہاں عقل دلائل کی بنیاد پر اس مذہب کو اختیار کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔

### حق کی تلاش:

صاحب عقل خالق کی تلاش میں جب کسی ایسے مذہب کے دروازے پر جاتا ہے جہاں پر لوگ بتوں کی پوچا کر رہے ہوتے ہیں اور اس بہت کو اپنا خالق کہتے ہیں تو عقل نشاندہی کرتی ہے اور انسان سوال کرتا ہے کہ جس

کو میں خود اپنے ہاتھوں سے خلق کر رہا ہوں وہ میرا خالق کیسے ہو سکتا ہے  
 یہ تو خود میرا محتاج ہے نہ کی میں اسکا۔ انسان کی یہ تلاش اس کو ایک ایسے  
 شخص کے پاس لاتی ہے جو مردے کو زندہ کرتا ہے، بیاروں کو شفاذیتا ہے  
 ۔ انسان فوراً وہاں رکتا ہے اور سوچتا ہے کہ جو نشانیاں میرے خالق میں  
 ہوں چاہیں اس میں سے کچھ اس میں پاتا ہوں اور پھر وہی شخص جب کہتا  
 ہے کہ میں تمہارے خالق کا نمائندہ (جنت) ہوں اس کا تعارف کروانے  
 آیا ہوں میں اسکا نبی ہوں اسکا بندہ ہوں وہ خالق اللہ ہے جو ہر مخلوق کا رب  
 اور خلق کرنے والا ہے تو عقل اس کی تصدیق کرتی ہے کہ بے شک یہ اللہ  
 کا ہادی ہے نبی ہے اور یہی عقل کا فریضہ تھا کہ اس نے ہادی کی معرفت  
 کروا کر انسان کو صحیح مذہب اور عقیدہ کی نشاندھی کروادی۔

### اللہ کی جنت:

اللہ کے نمائندے کو جنت کہتے ہیں اور اللہ اُس جنت کو کچھ مجزات  
 (ولایت) دے کر زمین پر بھیجا ہے اور وہ اللہ کی نمائندگی کرتا ہے اب  
 جنت جتنی بڑی ہو گی ولایت اتنی ہی زیادہ ہو گی اور جو سب سے بڑی جنت

ہو گی اسکی ولایت بھی سب سے زیادہ ہو گی اور اسے جحت باللہ (یعنی سب سے بڑی جحت) کہا جائے گا۔

اگر اللہ کی جحت میں کوئی عیب ہوا تو وہ عیب اللہ کا عیب کھلانے گا اس لیے عقل اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ جحت اللہ کو بے عیب ہونا چاہیے جس قوم کے سامنے اللہ نے اسے جحت بنا کر پیش کیا ہے وہ ان سب میں سب سے افضل و برتر ہونا چاہیے۔ اگر کسی ایک صفت میں بھی اس امت و قوم کا کوئی فرد جحت سے برتر لکھا تو اللہ کی جحت ناقص کھلانے گی اور یہ ناقص اسکا نہیں اللہ کا ہو گا۔ ایسے یہ ایسا ممکن ہے کہ اللہ کی کوئی جحت اپنی امت یا قوم کے مقابلے میں ناقص ہو۔ ایک جحت جب دنیا سے جانے لگتی ہے تو آنے والی جحت کی نشانیاں بتا کر اس کو نامزد کر کے جاتی ہے تاکہ امت گمراہ نہ ہو اور اپنی مرضی سے کسی کو اللہ کا نامناکنہ نہ بنائے۔ اللہ کی پہلی جحت جو زمین پر اتری وہ حضرت آدم تھے یہ سلسلہ ایک کے بعد ایک جاری رہا ہر جحت آنے والی جحت کا تعارف کرواتی رہی اور جو بھی اس جحت پر ایمان لایا اور اسکے بعد والی جحت پر ایمان لایا موسیٰ کھلایا اور جس نے بھی اپنے وقت کی جحت یا اس جحت نے جس آنے والی جحت کی

بشارت دی اسکا انکار کیا وہ کافر اور مشرک تھہرا۔ کیونکہ کسی بھی جلت کا انکار اللہ کا انکار ہے۔

جو سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا وہ سلسلہ نبوت تھا جس کا اختتام ہمارے نبی پر ہوا مگر جلت کا سلسلہ جاری اور ساری ہے۔ جس پر ہم آگے گفتگو کریں گے۔

نبی اور جلت:

نبی "نباء" سے لکھا ہے جسکے معنی ہیں "خبر" اور نبی وہ ہستی ہے جو خبر لے کر آئے اور نبوت وہ عہدہ ہے جس پر نبی فائز ہوتا ہے اب جو جتنی بڑی خبر لائے گا وہ اتنا بڑا نبی ہو گا اور جو بھی نباء اعظم لائے گا وہ نبی اعظم ہو گا۔

جلت کہتے ہیں ایسی دلیل کو جس کو رد نہ کیا جاسکے لوگ جلت کا انکار تو کر سکتے ہیں حسد، بغض اور تکبر میں لیکن اس کو رد نہیں کیا جا سکتا ہر نبی جلت ہوتا ہے لیکن ہر جلت نبی نہیں ہوتی۔ اللہ کی جلت کے پاس مججزہ ہوتا ضروری ہے جو اسکے جلت ہونے کی دلیل ہو گا۔ مججزہ تھتی ولایت ہوتا ہے اب جو جتنی ولایت رکھے گا وہ اتنا ہی بڑا مججزہ رکھے گا۔

لہذا جو جتنا بڑا نبی ہو گا اسکی ولایت بھی اتنی ہی زیادہ ہو گی۔  
یہاں ہم نے جدت کا سرسری تعارف کر دیا ہے جسکو تفصیل سے آگے  
بیان کیا جائے گا۔ جدت کا کام اللہ کے وجود کو ثابت کرنا ہوتا ہے عموم  
الناس پر، اس لیے یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایک انسان بھی زمین پر ہو اور  
زمین پر جدت اللہ نہ ہو۔ جس پر امیر المؤمنین کا یہ قول ہے کہ: "زمین  
جدت اللہ سے خالی نہیں رہتی۔"

#### ابتدائے معرفت:

ہم نے یہاں تک پہنچنے کیلئے گز شش صفحات کی طویل تمهید باندھی ہے اور  
یہاں سے ہم اس مقصد کا آغاز کر رہے ہیں جس کے لیے اس کتاب کو  
تحریر کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

ہم نے کتاب کے سرnameے پر ایک آیت تحریر کی ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ  
وَالْأَنْسَلَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ" ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی  
عبادت کیلئے خلق کیا۔ (الذاریات: 56)

اس آیت کی تفسیر میں امام فرماتے ہیں کہ "یہاں لیعبدوں سے اللہ کی

مراد لیغار فون ہے۔

ناطق قرآن نے جب باطن قرآن سے آگاہی دی تو پتہ چلا کے جنات اور انسانوں کا مقصدِ خلقت صرف اللہ کی معرفت ہے اور جو معرفت رکھتا ہو گا وہی عبادت گزار بھی ہو گا اور عبادت اسی کو زیبادے گی ورنہ سوائے جسمانی ورزش کے عبادت اور کچھ نہیں اور یہی معرفت دین کی ابتداء کھبری جیسا کہ امیر المومنین نے فرمایا "دین کی ابتداء اس کی

معرفت ہے"

معرفت کیا ہے:

معرفت کے لغوی معنی ہیں پہچاننے کے اور جب یہی لفظ دین میں اصطلاحی طور آتا ہے تو "معرفت نام ہے پہچاننے کا، پہنچان کر جانے کا (ایسے دلائل کی بنیاد پر جن کی تائید قرآن، احادیث اور مسلمات عقلیہ پر قائم ہو)۔ جان کر ماننے یا انکار کرنے کا، ماننے یا انکار کے بعد محبت اور عداوت کے فیصلے کا، محبت اور عداوت کے فیصلے کے بعد اطاعت اور نافرمانی کا"

اللہ نے ہمیں آنکھیں دی ہیں دیکھنے کیلئے، کان دیے ہیں سننے کیلئے زبان دی ہے ذائقے اور کلام کرنے کیلئے اور عقل دی ہے معرفت حاصل کرنے کیلئے۔

اگر کوئی شخص آنکھوں پر کالی پیٹی باندھ رہے اور کانوں میں روئی دیکے رکھے اور کہے کہ میں نہیں دیکھوں گا اور نہیں سنوں گا تو ایسے شخص کو آپ پاگل کہیں گے اور جو شخص عقل رکھتے ہوئے معرفت حاصل نہ کرے اُسے جاہل کہتے ہیں۔ دین یاد نیا میں جب کوئی بھی عمل کیا جاتا ہے تو تختِ معرفت کیا جاتا ہے اور اگر وہ عمل بغیر معرفت ہو تو دیوانگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک شخص سخت گرمی میں سڑک پر گڑھا کھو د رہا ہو اور آپ اس سے پوچھیں کے بھائی یہ گڑھا کیوں کھو د رہے ہو اور وہ آپ کو جواب دے کے پتہ نہیں لیں کھو د رہا ہوں تو آپ کو اس پر رحم کم اور نہی زیادہ آئے گی۔ بالکل ویسے ہی جب کسی شخص کو آپ سخت گرمی میں روزہ دار دیکھیں یا سخت سردی میں کوئی ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے فجر کی نماز کو جا رہا ہو اور آپ روزہ دار سے پوچھیں بھائی اتنی گرمی میں کیوں بھوکے پیا سے ہو وہ کہے کہ اللہ نے کہا ہے آپ بھائی اتنی گرمی میں کیوں بھوکے پیا سے ہو وہ کہے کہ اللہ نے کہا ہے آپ

پوچھیں کون اللہ اور وہ کہے اس کو تو میں نہیں جانتا اور یہی جواب وہ نمازی  
دے تو آپ کو ان پر بھی رحم نہیں ہنسی آئے گی۔

لہذا کوئی بھی عمل تحتِ معرفت ہونا چاہیے جس کی دلیل ہم گزشتہ باب  
میں قولِ مخصوص سے پیش کر چکے ہیں۔

اتمامِ جلت اور اپنے موضوع کے ساتھِ انصاف کرنے کیلئے ہم کچھ  
احادیث پیش کر رہے ہیں جو ہمارے بیان کیئے ہوئے موقف کی تائید  
کریں گی۔

رسول اللہ نے فرمایا: ایمان نام ہے معرفت بالقلب، اقرار بالسان اور  
عمل بالارکان کا۔ (حوالہ: عیون الاخبار الرضا، جلد 1، صفحہ 397)

مولانا علی بن الحسین نے فرمایا: سمجھ بوجہ کے بغیر کوئی عبادت، عبادت  
نہیں۔ (حوالہ: تفسیر نوائل القلیں جلد 1، صفحہ 82)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: بغیر عقل و فہم کے عمل کرنے والا اغلط راستہ پر  
چلنے والے کی مانند ہے کہ جتنا چلے گا اتنا ہی منزل سے دور رہے گا اور یہ  
بھی فرمایا کہ اللہ نہیں قبول کرتا کسی عمل کو بغیر معرفت کے اور معرفت

مفید نہیں بغیر عمل۔ (حوالہ:- اصول کافی، کتاب العقل، باب 13، حدیث 13، صفحہ 86)

### معرفتِ توحید

ہم اس موضوع کا آغاز امیر المومنینؑ کے ایک قول سے کر رہے ہیں "ہمارے شیعہ عارف باللہ (اللہ کے عارف) ہوتے ہیں"۔ (حوالہ:- نجع الامراض، جلد 1، صفحہ 62)

دراصل علماء اور مترجمین نے اس موضوع کو نہایت ہی مشکل امر ثابت کیا ہے اور اس موضوع کیلئے دونوں نے اس قدر مشکل الفاظ کا استعمال کیا ہے ہے کہ پڑھنے اور سننے والا اس موضوع سے ایسے بھاگتا ہے جیسے بھوکے شیر کے سامنے سے بھیڑ کریاں اور علماء نے اس موضوع کیلئے لوگوں کو اپنا محتاج بنائے رکھا ہے حالانکہ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کو بھی توحید اتنی ہی پتہ ہے جتنی ایک شیعہ کو۔ ویسے ہمارے مشاہدے میں کچھ ایسے لوگ بھی آئے ہیں جونہ تو مترجم ہیں اور نہ ہی عالم مگر انکی صفات ان دونوں کے مشابہ ہے۔ ان لوگوں کو بھی یہ زعم ہے کہ وہ توحید کو مشکل الفاظ میں بیان کر کے لوگوں کے سامنے اپنی جے جے کار

کروائیں کہ ایک عام مومن یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ ماشاء اللہ یہ  
مومن توحید کی بہت معرفت رکھتا ہے ہم اس قابل کہاں کہ اتنی مشکل  
چیز کو سمجھے سکیں۔ اس میں کوئی تحلیل نہیں کہ توحید مشکل موضوع ہے  
لیکن یہ کہنا کہ اتنا مشکل کے سوائے چند لوگوں کے اسے کوئی اور نہ سمجھو  
سکے یہ عدل الہی پر ایک تہمت ہے۔

جیسا کہ ہم نے بچھلے باب میں جو آیت قرآنی بیان کی تفسیر کے ساتھ  
وہاں تو اللہ ہر شخص سے سوال کر رہا ہے اپنی معرفت کا تو یہ کیسے ممکن ہے  
کہ جس چیز پر وہ عوام الناس سے جواب طلب کرے گا اسے اتنا مشکل کر  
دے کہ ایک عام عقل و فہم والا انسان سمجھہ ہی نہ سکے۔ جب ہم اللہ کے  
کریم اور عادل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو ہمیں یہ یقین بھی رکھنا چاہیے کہ  
اسکی معرفت یقیناً اتنی مشکل نہیں جتنی لوگوں نے بنادی ہے۔ ہم آپ کو  
یقین دلاتے ہیں کہ جب آپ شیخ صدوق کی کتاب "التوحید" پڑھنے کی  
کوشش کریں گے تو آپ کو احساس ہو گا کہ اتنی مشکل اردو سے تو عربی  
آسان ہو گی۔

اور سونے پر سہاگہ یہ کہ کچھ خطیب علم کلام، منطق اور فلسفے کا سہارا لیکر توحید کو ایک "عنقا" ثابت کرتے ہیں "عنقا" دراصل ایک خیالی پر ندہ ہے جسے لوگوں نے کبھی دیکھا نہیں اور ایسے خطباء کیلئے غالب کا وہ شعر ہے -

آگاہی دام شنیدن جس قدر چاہے بجھائے

مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

اور اس پر پھر اللہ کی پناہ ایسے الفاظ "ہویت لا ہویت" کوئی ان سے پوچھے قبلہ یہ معرفت توحید ہے یا آپ اپنی معرفت کروار ہے ہیں؟ معرفت توحید کی اہمیت کیلئے ایک حدیث آپ کی خدمت میں پیش کر رہے جس سے آپ توحید کی معرفت کی اہمیت سمجھ سکیں گے۔ "مولانا علیؒ نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے سنا کہ اللہ نے فرمایا کہ: جس شخص کو میں نے توحید کی نعمت سے نوازہ ہے اسکی جزاء سوائے جنت کے کچھ نہیں ہے"۔

(حوالہ:- التوحید، صفحہ 26)

معرفت خالق:

کسی کی بھی معرفت اسکی صفات اور اس کے اسم (نام) سے ہوتی ہے اگر کوئی بھی صفت یا اسم معلوم نہ ہو تو معرفت محال ہے ہمارے قارئین یہ بات بھی ذہن میں رکھیئے گا کہ ہمارا جسم بھی ایک اسم ہے جسے اسم وجودی کہتے ہیں۔ اسی لیئے ہم نے کہا کہ معرفت یا تو صفت سے ہو گی یا اسم سے۔ اللہ کی معرفت کی ابتداء جس سے ہوتی ہے وہ صفتِ خلاقیت ہے کیوں کہ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ہے ہر ذی شعور انسان سب سے پہلے اپنے وجود پر غور کرتا ہے اور یہ غور و فکر یہ ثابت کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہ کوئی بیانے والا ہے۔ ہمیشہ ایک بات یاد رکھیئے گا کہ توحید صرف اور صرف معصوم سے لجھنے گا کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ مخلوق کو توحید کی معرفت کیسے کروانی ہے جیسا کہ یہ حدیث ہماری بات کی تائید کرتی ہے۔ مولارضا نے فرمایا "جو شخص اپنے رب کی تعریف قیاس سے کرتا ہے وہ زمانے کو ہمیشہ سے مشتبہ سمجھتا ہے وہ راستے میں تجاوز اور انحراف کیئے ہوئے ہے میز ٹھے میز ھے راستوں کا مسافر ہے۔ گم کردہ راہ میں نامناسب وغیر موزوں خیالات و آراء کا اظہار کرنے والا ہے" (حوالہ:- التوحید، حدیث

(28، صفحہ 9)

مولاصادقؑ نے فرمایا "اللہ سے ذردا اور اللہ کی تعظیم کرو اور اس کے بارے میں وہ کچھ نہ کہو جو ہم نہیں کہتے"۔ (حوالہ:- التوحید، حدیث 15، صفحہ

(376)

ایک زندیق (دھری) جو کسی خالق کو نہیں مانتا مولا رضاؑ کے پاس آیا اس سے مولاؑ نے فرمایا "اے شخص جو تم لوگ کہتے ہو اگر وہ صحیک ہوا (یعنی عالمیں کا کوئی رب نہیں) تو کیا ہم اور تم برابر نہ رہیں گے؟ اور جو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور اقرارِ توحید ہم کرتے ہیں ان سے ہمیں نقصان نہ پہنچے گا۔ اس لحاظ سے ہم اور تم برابر ہی رہیں گے۔ یہ سن کر زندیق چپ رہا پھر آپؑ نے فرمایا: اگر وہ ہوا جو ہم لوگ کہتے ہیں اور وہی صحیک بھی ہے جو ہم کہتے ہیں تو کیا تم تباہ و بر باد نہ ہو جاؤ گے اور ہم نج نہ چائیں گے؟ (حوالہ:-

عیون الاخبار الرضا، جلد 1، حدیث 28، صفحہ 226)

آپؑ نے غور کیا کہ کیا فرق ہے مخلوق میں اور معصوم میں امامؑ نے کوئی حدیث رسولؐ کوئی آیتِ قرآنی نہیں سنائی اور سامنے والے کو بے بس کر دیا۔

یہ کام مخصوص کا ہے اور وہی کر سکتے ہیں ہم جب بھی توحید پر بات کریں گے احادیث مخصوصینؐ کی روشنی میں ہی کریں گے۔

خالق کے بارے میں اپنے پراؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے جب خلق کیا تب خالق بنا جب کہ یہ عقیدہ اللہ کیلئے نہیں ہونا چاہیے اس سے اللہ کا مجبور ہونا ثابت ہوتا ہے کہ وہ خلق نہ کرتا تو خالق نہ ہوتا بلکہ صرف یہی نہیں اللہ کو سميع، بصیر، عالم، رب یہ کہہ کر ماننا جب کوئی مسou (جسکو نا جائے) تھا تب ہی اللہ سميع ہوا یا جب کوئی دکھنے والا تھا اللہ بصیر ہوا، یا جب کوئی عابد ہوا تو اللہ معبود ہوا، اس عقیدے کی لفی مولارضا نے یوں فرمائی "جب کوئی مربوب نہ تھا وہ اس وقت بھی رب تھا اور جب کوئی عابد نہ تھا وہ اس وقت بھی معبود تھا، جب کوئی معلوم نہ تھا وہ اس وقت بھی عالم تھا، وہ اس وقت بھی خالق تھا جب کوئی مخلوق نہ تھی اور اسکے لیے سميع کی تاویل موجود تھی جبکہ کوئی مسou نہ تھا ایسا ہرگز نہیں کہ تخلیق کیو جس سے وہ خالق بنا اور مخلوق کو بنانے کی وجہ سے وہ باری کھلایا ہو"۔ (حوالہ:-

عیون الاخبار الرضا، جلد 1، حدیث 51، صفحہ 264، 265)

ایک اور مقام پر یہ بات اور واضح طریقے سے بیان ہوئی "حسین بن خالد" نے مولا برضا سے سنا: اللہ ازل سے علیم، قادر، حی، قدیم، سمع اور بصیر ہے۔ میں نے عرض کیا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ علم کی وجہ سے عالم اور قدرت کی وجہ سے قادر، حیات کی وجہ سے حی، قدم کی وجہ سے قدیم توت سمعت کی وجہ سے سمع اور قوت بصارت کی وجہ سے بصیر ہے۔ یہ سن کر امام نے فرمایا: جو شخص اس نظریے کا قاتل ہو اور اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو تو اس نے اللہ کی ساتھ کئی معبود بنائے اور اسکا ہماری ولایت سے کوئی واسطہ نہیں۔ (حوالہ:- عیون الاخبار الرضا، جلد 2، صفحہ 1)

ایک مسئلہ یہاں یہ لوگوں کو درپیش ہوتا ہے کہ وہ اپنا قیاس اپنے اللہ پر بھی کرتے ہیں یعنی جیسے ہم کانوں سے سنتے ہیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں ویسے ہی اللہ کے بھی کان ہوں گے آنکھیں ہوں گی چاہے وہ امام کے کانوں کو اللہ کے کان سمجھے یا انکی آنکھوں کو اللہ کی آنکھیں سمجھیں۔ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کیونکہ مولا جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "سائل نے پوچھا امام جعفر صادق سے آپ تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ سنتے والا اور دیکھنے والا

ہے؟ فرمایا: بے شک وہ سمجھ و بصیر ہے لیکن بغیر کسی عضو کے سنتا ہے بغیر  
کسی آلے کے دیکھتا ہے" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب  
2، حدیث 6، صفحہ 140)

اب جو امام عین اللہ، یہ اللہ، لسان اللہ، جنب اللہ، وجہہ اللہ ہوتا ہے پھر  
اسکے کیا معنی؟ ہیں یقیناً یہ سوال آپ کے ذہنوں میں آیا ہو گا اس پر ہم  
آگے آنے والے باب میں گفتگو کریں گے۔ اب معرفتِ توحید میں ایک  
اور بات زیر بحث رہتی ہے کہ اللہ کہاں ہے اور لوگ یہ گمان کرتے ہیں  
کہ اللہ آسمان پر کہیں مقیم ہے اللہ کب سے ہے اللہ کو خوش کرنے کیلئے  
مختلف اعمال بجالاتے ہیں اس عقیدے کی بھی امام نے سخت الفاظ میں  
ذمہ دار کی ہے جیسے کہ "امیر المؤمنین سے کسی نے پوچھا کہ زمین و آسمان  
کی تخلیق سے پہلے ہمارا اللہ کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا کہاں کا لفظ مکان کیلئے  
استعمال ہوتا ہے اللہ تھا اور مکان نہیں تھا۔" (حوالہ:- سوال عوام کے

جواب امام کے جلد 2، صفحہ 28)

مولانا رضا سے کچھ لوگوں نے آکر 3 سوال کیئے:

1- اللہ کہاں تھا؟

2- کیسے تھا؟

3- اور اس کا سہارا کس چیز پر تھا؟

مولانے جواب دیا:

- 1- اللہ نے جگہ اور کہاں کو خود مقرر کیا ہے وہ "کہاں" سے پاک ہے۔
- 2- اللہ نے خود کیفیات کو خلق کیا اس پر کیفیت طاری نہیں ہوتی۔
- 3- اس کا اعتماد اور سہارا خود اس کی قدرت پر تھا۔ (حوالہ:- عيون الاخبار الرضا، جلد 1، صفحہ 199)

ویسے تو ہم امید کرتے ہیں کہ دیے ہوئے دلائل ہمارا پیغام پہنچانے کیلئے کافی ہیں مگر اتمام جھٹ کیلئے یہ آخری حدیث پیش خدمت ہے "مولانا مام صادق" سے پوچھا گیا میں و آسمان کے خلق کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ فرمایا یہ سوال مکان سے ہے اور اللہ کیلئے مکان نہیں۔" (حوالہ:- اصول کافی، کتاب التوحید، باب 6، حدیث 5، صفحہ 149)

اللہ کی قسم:

قسم کی ہمارے دین میں بہت اہمیت ہے جب آپ کسی بات پر زور دے کر بیان کرتے ہیں یا بات کی اہمیت بہت زیادہ ہو تو وہاں قسم کھائی جاتی ہے

اور اگر قسم جھوٹی کھائی تو شریعت میں اسکا کفارہ بھی ہے۔ لیکن ہم آپ کو ایک ایسی بات بتائیں جو شاید آپ نے پہلے نہ سنی ہو۔ ہم نے معرفت کو ہی ہر چیز کی بنیاد قول مخصوص سے ثابت کیا ہے اور شاید آپ کو یہ جان کر حیرت ہو کہ قسم بھی بغیر معرفت نہیں کھائی جا سکتی یعنی اگر آپ اللہ کی قسم کھار ہے ہیں اور آپ کو اللہ کی معرفت ہی نہیں ہے تو ایسی قسم کی دین میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اپنی بات کو تقویت دینے کیلئے ہم امیر المؤمنین کا ایک واقعہ پیش کر رہے ہیں جو کہ ہمارے موقف کو ثابت کرنے میں کافی ہو گا۔ "مولانا علی بازار میں تشریف لائے تو انکی پشت کے پیچھے ایک آدمی تھا جو کہہ رہا تھا اللہ کی قسم جو سات پر دوں میں چھپا ہوا ہے۔ حضرت نے اس کی پشت پر ضرب لگائی پھر فرمایا وہ کون ہے جو ساتھ پر دوں میں پوشیدہ ہے؟ اس نے کہا اے امیر المؤمنین وہ اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے خطاکی تیری مان تیرے غم میں روئے۔ اللہ اور اسکی حقائق کے درمیان کوئی جواب نہیں کیوں کہ وہ جہاں کہیں ہو وہ انکے ساتھ ہے وہ شخص کہنے لگا مولانا امیری اس بات کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم جان لو کہ جہاں کہیں تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس نے کہا کیا

میں مسکینوں کو کھانا کھاؤں؟ آپ نے فرمایا نہیں تم نے اپنے رب کی غیر کی قسم کھائی ہے۔ (حوالہ: التوحید، حدیث 21، صفحہ 149)

### فلسفہ عبادت:

یہ فطرتِ انسانی ہے کہ جسکو بھی وہ اپنا رب، اپنا خالق اور اپنا معبود جانتا ہے اسکے سامنے جعلتا ضرور ہے اس لیئے ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے خداوں کی پوجا پاک کرتے ہیں تاکہ انکا رب ان سے راضی رہے مگر دین اسلام بے عقلوں کا دین نہیں ہے یہاں عبادت بھی تحتِ معرفت ہے گو کہ یہاں بھی اکثریت بے دینوں کی ہے اس لیے انکی عبادت کا ذکر یہاں ہمارا مقصود نہیں ہم صاحبینِ عقل کی عبادت کا ذکر کر رہے ہیں جن کی عبادت بھی بغیر معرفت نہیں ہوتی جیسا کہ مولا علی ابن الحسین فرماتے ہیں "سبھو بوجھ کے بغیر کوئی عبادت، عبادت نہیں"۔ (حوالہ: تفسیر نواشقلین، جلد 1، صفحہ 88)

لیکن اس کے باوجود ہمارے سامنے تین قسم کے عبادت گزار آتے ہیں جیسا کہ مولا جعفر ابن محمد نے فرمایا "عبادت تین طرح کی ہوتی ہے، 1- کچھ لوگ جہنم کے خوف سے عبادت کرتے ہیں، یہ غلاموں کی عبادت

ہے۔ 2۔ کچھ لوگ جنت کی لائچ میں عبادت کرتے ہیں یہ تاجر کی عبادت

ہے۔ 3۔ کچھ لوگ اللہ کی محبت کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور یہی افضل عبادت ہے۔ (حوالہ:- تفسیر نور

التفقین، جلد 1، صفحہ 82)

پہلی قسم کے عبادت گزار آپ کو ہر وقت گھبرائے ہوئے خوف زدہ نظر آئیں گے اور اسی خوف سے وہ لوگوں کو تبلیغ بھی کرتے ہیں جہنم سے بچو اگر اللہ کی عبادت نہ کی تو جہنم کی آگ میں جلوگے ایسے لوگوں کو اللہ سے کوئی محبت نہیں ہوتی بس وہ جہنم سے ڈرتے ہیں، دوسری قسم کے لوگ خدمتِ انسانیت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں صرف جنت کیلئے انکا بھی اللہ سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔

مگر جو تیرے قسم کے لوگ ہیں وہ قابل تائش ہیں اور محصول نے بھی انکو سراہا ہے کیونکہ انکی عبادت کی وجہ اللہ کی محبت ہوتی ہے اور محبت ہو نہیں سکتی بغیر معرفت جیسا کہ "امیر المؤمنین" نے فرمایا: محبت معرفت کی

شان ہے"۔

اور ایک مقام پر رسول اللہ نے فرمایا "جب تم کو کسی شخص کے متعلق اچھی عبادت کا حال معلوم ہو تو یہ دیکھو اسکی عقل کیسی ہے کیوں کہ بدله عقل کے مطابق دیا جائے گا" (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب العقل،

حدیث 9، صفحہ 46)

اور مولا عسکری فرماتے ہیں "عبادت زیادہ روزے رکھنے اور نمازیں پڑھنے کا نام نہیں ہے، عبادت نام ہے اللہ کے امر میں غور و فکر کرنے کا"۔ (حوالہ:- مناقب الہبیت جلد 4، صفحہ 430)

یہاں ان لوگوں کا ذکر نہ کرنا بڑی ناصافی ہو گی جو بیچارے بغیر معرفت اعمال بجالاتے ہیں اور اپنی پوری عمر اسی میں گزار دیتے ہیں ان عقل کے اندھوں کیلئے امام فرماتے ہیں "امام جعفر صادق نے فرمایا: بغیر عقل و فہم کے عبادت کرنے والا غلط راستہ پر چلنے والے کی مانند ہے کہ جتنا تیز چلے گا اتنا ہی منزل سے دور ہے گا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ نہیں قبول کرتا کسی عمل کو بغیر معرفت کے اور معرفت مفید نہیں بغیر عمل" (حوالہ:- اصول کافی، کتاب العقل، جلد 1، باب 13، حدیث 13، صفحہ 8)

ہم نے احادیث موصویں کو دلائل بنانے کیا یہ واضح کیا ہے کہ بغیر معرفت عبادت ایک لاحاصل فعل ہے اور یہ ناقص اور ناکارہ عمل اللہ کا مقصد نہیں ہے۔ اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں مگر اس نے ہمیں درجات بلند کرنے کیلئے عبادت کا حکم دیا مگر اسکی شرط اپنی معرفت رکھی اب جو بھی اللہ کی معرفت رکھ کر عبادت کرتا ہے وہ یقیناً قابل تائش ہے۔ اللہ کی معرفت حاصل کیسے کی جائے یہ ہم آنے والے باب میں بیان کریں گے۔

### معرفتِ نفس (معنی):

یہ نہایت ہی اہم باب ہے اور میری گزارش ہے اپنے تمام قادریں سے کہ برائے مہربانی اس باب کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں بے شک آپ کو یہ باب ایک سے زائد بار ہی کیوں نہ پڑھنا پڑے۔

جب آپ احادیث موصویں کا توحید کے سلسلے میں غور سے مطالعہ کریں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ آنکھ نے لفظ اللہ دو طریقوں سے استھان کیا ہے کہیں اللہ اسم کیلئے استعمال ہوا ہے اور کہیں نفس (معنی) کیلئے مثل کے طور پر ایک حدیث ہم پیش کر رہے ہیں جو ہمیں مدد کرے گی اپنی

بات سمجھانے کیلئے "امیر المومنین" نے فرمایا: اسکا نام اللہ، اللہ تبارک و تعالیٰ کا غیر ہے" (التوحید، صفحہ 220) ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں "اللہ کو اللہ کے ذریعے پہچانو"

اسم، نفس کا تعارف کرواتا ہے کیونکہ نفس (معنی) کبھی ظاہر نہیں ہوتا وہ اسم کو ظاہر کرتا ہے اور اسم کا تعارف (معرفت) دراصل نفس (معنی) کی معرفت ہوتی ہے۔ اس بات کی دلیل ہم چار احادیث سے پیش کرتے ہیں۔ "امیر المومنین" سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟

فرمایا: اس چیز سے جس سے اس نے اپنے نفس کا تعارف کروایا۔

(حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 3، حدیث 1، صفحہ 143) "ابراہیم بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کا ہر ایک امر عجیب ہے لیکن اس نے تم پر جھٹ تمام کی ہے اس چیز سے جس سے اس نے اپنے نفس کا تعارف کروایا۔" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 4، حدیث 3، صفحہ

(144)

"محمد بن حکم سے مروی ہے کہ مولا کاظمؑ نے میرے باپ کو لکھا کہ اللہ اعلیٰ واجل و اعظم ہے اس سے کہ کوئی اس کی صفت کی حقیقت تک پہنچ سکے۔ پس اسکی وہی تعریف کرو جو اس نے اپنے نفس کی خود کی ہے اس کے سوا تعریف سے پچھو۔" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب التوحید، باب 10، حدیث 6، ص 164) اور امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں "اللہ کی معرفت اللہ کے سوا کوئی نہیں رکھتا" اس حدیث پر بھی غور کریں تو یہ عقده مکشف ہو گا کہ ایک طرف اللہ نفس (معنی) اور ایک طرف اللہ اسم ہے یعنی نفس کی معرفت اس کے سوا کسی کو نہیں۔ ویسے تو بہت احادیث ہیں اس کے ساتھ کہ اس کی معرفت کیلئے مگر ہمارے قارئین عقل و فہم رکھتے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہونگے کہ اتنے اقوال مقصود کسی بات کو سمجھنے کیلئے کافی ہیں مگر پھر بھی اتمام جھٹ کیلئے یہ آخری حدیث پیش کی جا رہی ہے۔ "سانان سے مروی ہے کہ میں نے مولا رضاؑ سے سوال کیا کیا مخلوق کو خلق کرنے سے پہلے اللہ اپنے نفس کا عالم تھا؟ فرمایا: بہاں۔ میں نے کہا کیا وہ اسکو دیکھتا اور سنتا تھا؟ فرمایا وہ اس کا محتاج نہ تھا کہ وہ اپناناام لے کیونکہ وہ کسی شکل میں سوال کرنے والا اور کسی کا طلبگار نہیں وہ اس کا نفس

ہے اور اسکا نفس وہ ہے اسکی قدرت جاری ہونے والی ہے وہ اسکا محتاج  
نہیں کہ اسکے نفس کا نام رکھا جائے لیکن اس نے کچھ نام اپنے لیے منتخب  
کیئے ہیں جو اسکے نفس کے غیر ہیں وہ انہی ناموں سے پکارا جاتا ہے کیونکہ  
اگر وہ کسی نام سے، نہیں پکارا جاتا تو اسکی معرفت نہ ہوتی پس سب سے  
پہلے اپنا نام اس نے علی العظیم رکھا۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1،

کتاب توحید، باب 15، حدیث 2، صفحہ 181)

ہم امید کرتے ہیں کہ ہم اپنا موقوف صحیح معانی میں ثابت کر چکے ہیں اور  
یہ ہم نے بنیاد رکھی ہے اگلے باب کیلئے جو اس کتاب کے دل کی حیثیت  
رکھتا ہے۔

عبدات کس کی کرنی ہے؟

یہ نہایت ہی اہم موضوع ہے اور جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ یہ موضوع  
ہماری کتاب میں دل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہم بڑے دل کے ساتھ یہ بات کر رہے ہیں کہ اس باب کا مطالعہ کر کے  
آپ ہماری بات سے اتفاق کریں گے کہ دنیا میں 99.9999.99 فیصد لوگ یا

شاید اس سے بھی زیادہ اسم کی عبادت کر رہے ہیں جبکہ آخر نے اسم کی عبادت کرنے کو کفر اور شرک کہا ہے۔

یہ وہ غلطی ہے جو شیعہ اور خوش عقیدہ مومنین بھی کر گئے یہ الگ بات ہے کہ باقیوں سے جدا وہ کم سے کم اسم کی معرفت تو رکھ رہے ہیں لیکن بہر حال عبادت اسم کی ہی ہو رہی جب کہ عبادت معنی (نفس) کی ہونی چاہیے۔

اس بات کو ثابت کرنے کیلئے ہم کوئی زیادہ احادیث بیان نہیں کریں گے گو کہ احادیث بہت ہیں لیکن ہم نے 3 ایسی احادیث کا انتخاب کیا ہے جس میں سے آخری دو احادیث ہمارے مدعا کیلئے دلیل نہیں بلکہ برعکان ہیں۔

جو پہلی حدیث ہم پیش کرنے جا رہے ہیں وہ شہرہ آفاق حدیث امام جعفر صادق سے ہے جو انہوں نے اپنے صحابی حشام بن حکم سے بیان فرمائی۔

ہشام بن حکم نے سوال کیا ہے امام صادق سے کہ اسماء الہیہ کے اشتقاق کے متعلق اور یہ کہ "اللہ" کس سے مشتق ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ مشتق

ہے لفظ اللہ سے اور وہ مقتضی مادہ ہے، اسم مسکی کا غیر ہے، پس جس نے معنی کو چھوڑ کر اسم کی عبادت کی اس نے کفر کیا اور کسی کی عبادت نہ کی

اور جس نے اسم و معنی دونوں کی عبادت کی اس نے کفر کیا دونوں کی عبادت کی۔ جس نے معنی کی عبادت کی نہ کہ اس کی تو یہ توحید ہے۔ حضرت نے فرمایا: اے ہشام! تم سمجھ گئے؟ میں نے کہا کچھ اور واضح سمجھے

فرمایا: اللہ کے 99 نام ہیں پس اگر ہر اسم مسکی بن جائے تو ان میں سے ہر نام ایک معنی بن جائیگا لیکن لفظ اللہ سے مراد وہ معنی ہے جس کی طرف یہ تمام اسماء دلالت کرتے ہیں وہ سب اسکے غیر ہیں" (حوالہ: اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 5، حدیث 2، صفحہ 146)

اس حدیث میں غور طلب بات یہ ہے کہ مولا نے فرمایا ہے اسم مسکی کا غیر ہوتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں جس نے معنی کو چھوڑ کر اسم کی عبادت کی اس نے کفر کیا اور کسی کی بھی عبادت نہ کی پھر جس نے اسم کو معنی سمجھا یعنی یہی اسم ہے اور یہی معنی ہے تو یہ اسم و معنی دونوں کی عبادت کھلائی یہ بھی کفر ہے اور جس نے معنی کی عبادت کی نہ کہ اس کی تو یہ توحید ہے۔ اب مولا وہ بات کر رہے ہیں جو پچھلے باب میں ہم نے آپ کو سمجھائی تھی کہ کہیں

اللہ بطور اسم استعمال ہوا ہے اور کہیں بطور معنی (نفس) یہ حدیث شروع ہوئی تھی اسم اللہ سے اب مولا فرمائے ہیں کہ لفظ اللہ سے مراد وہ معنی (نفس) ہے جسکی طرف یہ تمام اسماء دلالت کرتے ہیں وہ سب اسکے غیر ہیں۔ اسم اپنے نفس پر دلالت کرتا ہے۔

ویسے وہ لوگ جن کو عقل اُنکے خیر میں ملی تھی وہ یقیناً بات سمجھو چکے ہوں گے لیکن ہمیں سب کو ساتھ لے کر چلنا ہے اور وہ دو برهان ابھی دینا باتی ہیں۔

پہلی برهان امام محمد باقرؑ کی ایک حدیث ہے "عبد الرحمن سے منقول ہے کہ میں نے مولا باقرؑ کو خط لکھا اور کہا: میں آپ پر قربان جاؤں ہم رحمٰن، رحیم، واحد، واحد اور صمد کی عبادت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس نے مسکی کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی تو اس نے شرک و کفر کا ارتکاب کیا اور اس نے معبد کا انکار کیا اور اس نے کسی چیز کی بھی عبادت نہیں کی۔ میں تو اس اللہ، واحد، صمد کی عبادت کرتا ہوں جس کے یہ تمام نام ہیں، نام تو صفات ہیں جن سے اللہ نے اپنا وصف بیان کیا ہے" (حوالہ:- تفسیر نو الشقین، جلد 1، صفحہ 82) یہ فرق ہے تخلق اور خالق میں اگر یہی سوال

حقوق میں سے کسی سے کیا جاتا تو اس کا جواب ہوتا ہے تک ایسا ہی ہے مگر امام وہ ہوتا ہے جو منہ سے نکلے سوال کا جواب نہیں دیتا بلکہ جو ماغ میں سوال ہوتا ہے اس کا جواب دیتا ہے۔ امام کو معلوم تھا کہ یہ سوال اسم کی عبادت کے متعلق ہے اس لئے مولاً نے جواب دیا۔ جس نے مسکنی کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی تو اس نے شرک و کفر کیا۔ اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ مسکنی کون ہوتا ہے۔ مسکنی نفس ہوتا ہے۔ جب انسانوں کے نام رکھے جاتے ہیں تو وہ صرف نام ہوتے ہیں یعنی اگر کسی کا نام تراب ہے تو وہ مٹی (تراب) نہیں ہو گا۔ کسی کا نام سمندر خان ہے تو وہ سمندر نہیں ہو گا اور کسی کا نام مہتاب ہے تو وہ چاند نہیں ہو گا۔ مگر جو نام ہمارے معصومین کے ہیں وہ خود بھی ویسے ہی ہیں آپ نے ہمیشہ سنایا ہے کہ ہمارے آنکھے اسے باسکنی ہیں یعنی جو نام ہے نفس بھی ویسا ہی ہے۔ تو مولاً نے کیا فرمایا کہ جس نے مسکنی (نفس) کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی وہ شرک و کفر کا مر تک ہوا اور اس نے معبود کا انکار کیا اور کسی چیز کی عبادت نہ کی۔ اتنی لمبی تشریع جو ہم نے بیان کی اس کو امام نے ایک جملے میں سینا جو اس حدیث کا تیسرا حصہ ہے اور فرمایا "میں تو اللہ واحد، صمد کی عبادت کرتا

ہوں جسکے یہ نام ہیں۔ نام تو صفات ہیں جن سے اللہ نے اپنا وصف بیان کیا ہے۔" ہم نے لفظ اللہ کو اندر لائیں کیا ہے اور پر والا لفظ اللہ اسم کے طور پر آیا اور نیچے والا نفس کے طور پر۔ آپ نے غور کیا کہ جو الفاظ عبد الرحمن نے سوال میں استعمال کیے تھے تقریباً وہی الفاظ امام نے جواب میں استعمال کیے گرہ دونوں جگہ مراد کا فرق ہے سوال میں مراد اسم تھا اور جواب میں مسمی یعنی نفس یعنی معنی مراد ہے۔

اب جو حدیث ہم پیش کرنے جا رہے ہیں وہ ہمارے دعوے اور موقف کی ایک اور برهان ہے اور اسکے بعد کسی کو بھی کوئی شک نہیں رہنا چاہیے۔ "مولارضا فرماتے ہیں کہ اس حقیقت کو جان لو کہ غیر موصوف کی صفت نہیں ہوتی اور معنی کے بغیر اسم نہیں ہوتا۔ اللہ کی معرفت اس کی صفات اور اسماء سے ممکن ہے اور اللہ کی معرفت اس کی صفات اور اسکے اسماء کے ذکر سے ہو سکتی ہے۔ اگر حق کی صفات اس کی دلیل نہ ہوتیں اور اسکے اسماء اسکے داعی نہ ہوتے تو عبادت اللہ کی ہرگز قرار نہ پاتی بلکہ وہ اسماء اور صفات کی قرار پاتی۔ (حوالہ:- عيون الاخبار الرضا، جلد 1، صفحہ

(299)

اس حدیث میں پہلے مولاً فرماتے ہیں کہ معنی (نفس) کے بغیر اسم نہیں ہوتا پھر مولاً نے اس کی تھوڑی سے معرفت کروائی لیکن آخری جملے میں مولاً نے اس کی عبادت کے عقیدے کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا۔ اور کیا کمال جملے ہیں کہ "اگر اسکی صفات اسکی دلیل نہ ہو تو میں اور اسکے اسماء اسکے داعی نہ ہوتے تو عبادت اللہ کی ہر گز قرار نہ پاتی بلکہ وہ اسماء اور صفات کی قرار پاتی۔

ہمیں یقین ہے کہ مومنین نے اپنی اصلاح اپنے امام کی احادیث کی بنیاد پر کر لی ہو گی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نفس کی معرفت اور عبادت کیسے ہو؟ اس بات کو ہم اگلے باب میں واضح کریں گے انشاء اللہ۔

عبادت کیسے ہو گی؟

پچھلے باب کی بحث کے بعد یہ سوال ہر صاحب عقل کے دماغ میں آیا ہو گا۔ تو عرض یہ ہے کہ نفس کی معرفت اس کے اسم اور صفات سے ہوتی ہے۔ مولاً فرماتے ہیں کہ "نفس ایک لطیف شے ہے جو نظر نہیں آتی" یہ ہے۔ مخلوق کا نفس جس کو دیکھا جانا محال ہے کجا یہ کہ ہم اللہ کے نفس کو دیکھ سکیں ہم تو اسکے اسم کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔

جو جتنا کسی کے اسم اور صفات کی معرفت رکھتا ہو گا وہ اتنا ہی اسکی معرفت رکھتا ہو گا۔ نفس کیفیت نہیں رکھتا اس کی کیفیت کا اندازہ اس کے اسم کو دیکھ کر ہوتا ہے مثلاً اگر میں غزدہ ہوں تو آپ میرے چہرے کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ غزدہ ہے اگر میں خوش ہوں تو بھی چہرے سے ظاہر ہو گا غصہ بھی چہرے سے ظاہر ہو گا غرض یہ ہمہ ہر کیفیت کا اندازہ اسکے اسم وجودی سے لگایا جاتا ہے گو کہ آپ دیکھ اسм وجودی کو رہے ہوتے ہیں اسکی معرفت نفس کی معرفت ہوتی ہے۔ اگر یہ اسم وجودی یا اسکی صفات نہ ہوں تو نفس کی معرفت ناممکن ہے۔ یہ معاملہ تھا مخلوق کا اور اللہ کی معرفت بھی اسکی صفات اور اسماء کے ویلے سے حاصل کی جائے گی اور اس کی عبادت بھی اسی کے ذریعے سے ہو گی وسیلہ اللہ کا اسم اور صفات ہیں جنکے بغیر اسکی عبادت محال ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جس نے اللہ کی عبادت اس کے اسماء اور صفات کے ویلے کے بغیر کی تو وہ اللہ کے غیر کی عبادت کرتا ہے اللہ کی نہیں۔ مولانے فرمایا ہے کہ "اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اللہ کی کوئی شکل اپنے ذہن میں بناتا ہے تو گویا اس نے اپنے ہی ایک بنائے ہوئے بت کی عبادت کی"

اسم اور صفات کو وسیلہ بنا کر اللہ کی عبادت کرنے کیلئے ہم یہاں ایک حدیث پیش کر رہے ہیں جہاں مولا صادق آل محمد فرماتے ہیں "اللہ کی پناہ کوئی چیز جو اس کا غیر ہے اس کے ساتھ نہیں ہو سکتی اللہ تھا مخلوق نہ تھی" اس نے اسماء کو خلق کیا تاکہ وہ اسکے اور اسکی مخلوق کے درمیان وسیلہ بن جائیں۔ لوگ ائکے ذریعے سے اللہ کے سامنے فریاد کریں اور اسکی عبادت کریں" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 16، حدیث 7، صفحہ 185) جو دلائل ہم نے نفس (معنی) کی معرفت اور عبادت کیلئے دی دیے تو وہ دلائل ہمارا موقف ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ کوئی بھی موضوع حدیث مخصوص پر ہی تکام ہو۔ اب ہم یہاں دو احادیث پیش کر رہے ہیں ایک مولارضا سے اور ایک مولا باقر سے۔

مولارضا فرماتے ہیں کہ "اللہ کی معرفت کا اور اک صفات اور اسماء کی ذریعہ (وسیلے) سے ہوتا ہے اگر اللہ کی صفات اس پر دلالت نہ کریں اور اس کے اسماء اس کی طرف نہ بلائیں تو مخلوق کی تمام جمع کردہ معلومات اسکے معنی کا ادارا ک نہیں کر سکتے" (حوالہ:- التوحید، صفحہ 359) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ (معنی) کی معرفت اور عبادت ہو ہی نہیں

سکتی سوائے اس کے اسماء اور صفات کے ذریعے۔ اسی لیے امام نے فرمایا "اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی ہمیں دیکھ کر ملائکہ اور خلق نے اللہ کی عبادت کی"۔

اس موضوع کو اختتام پذیر کرنے کیلئے امام محمد باقرؑ کی حدیث پیش خدمت ہے "ابو حزہ سے مردی ہے کہ مولا باقرؑ نے فرمایا: اللہ کی عبادت وہ کرتا ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے اور جو معرفت نہیں رکھتا وہ مخلالت کے ساتھ عبادت کرتا ہے، میں نے پوچھا: اللہ کی معرفت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی تصدیق اور مولا علیؑ سے دوستی اور ان کو اور دیگر آئندہ ہدیٰ کو امام ماننا اور انکے دشمنوں سے اظہار براءت کرنا اس طرح معرفتِ الہی باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 2، کتاب الحجت، باب 7، حدیث 1، صفحہ 30)

ذات:

آپ کے مشاہدے میں یقیناً کچھ لوگ آئے ہوں گے جو اللہ کی ذات پر گفتگو کرتے ہوں گے اور انکی گفتگو میں بار بار لفظِ ذات آتا ہے اور وہ ہر بات پر یہ کہتے ملیں گے کہ یہاں اللہ کی ذات مراد ہے۔ ایسے لوگ توحید

سے ناداقيق ہوتے ہیں اور مترجمیں نے بھی کمال کیا کہیں "خو" کا ترجمہ بھی ذات کیا، کہیں "حوالذی" کا ترجمہ ذات کیا، کہیں "یامن" کا ترجمہ ذات کیا ان ہوشیاروں سے کوئی یہ پوچھنے کہ بھائی یہ تمام الفاظ عربی کے ہیں اور لفظ ذات بھی عربی کا لفظ ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ عربی کے لفظ کا ترجمہ عربی کا ہی ایک دوسرالفظ ہو بالکل ویسے ہی جیسے "الله" کا ترجمہ معبود کیا جاتا ہے۔ یہاں ان لوگوں کا مسئلہ ذاتی آتا ہے اور انکو اپنے جہل کا اقرار کرتے ہوئے بے پناہ شرمندگی ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا اعلیٰ ظرفوں کا کام ہے کم ظرفوں کا نہیں جبکہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ "اگر تم سے کوئی سوال کیا جائے جس کا جواب تم نہیں جانتے تو اسکا بہترین جواب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا" اپنی علمیت دکھانا اور سامنے والے کو یہ جتنا کہ میں سب جانتا ہوں انکے احساس کمتری کو ظاہر کرتا ہے۔ امیر المومنین ہی فرماتے ہیں کہ "علم تین بالاشت ہے، جو پہلی بالاشت تک پہنچا متنکبر ہو گیا اور دعویٰ کرنے لگا، جو دوسرا بالاشت تک پہنچا متواضع ہو گیا اور اپنے آپ کو ذلیل سمجھنے لگے، اور جو تیسرا بالاشت تک

چہنچا فقر اختیار کیا اور فنا ہو گیا اور اسکو اس بات کا علم ہوا کہ وہ کچھ نہیں

جانتا" (حوالہ:- فتح الاسرار جلد 1 صفحہ 39)

سن ہو گئے کان تو سماعت پائی

آنکھیں پتھر ایس تو بصارت پائی

جب علم کے سب کھنگال ڈالے قلزم

تب، دولت عرفان چھالت پائی

آپ نے یہاں غور کیا کہ دوسری اور تیسری بالاشت والا یہ اقرار کرتا رہتا

ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا اور اسی لیے پوری زندگی معرفت کے نہ ختم

ہونے والے سفر پر چلتا رہتا ہے۔ اپنے آپ کو حقیر طالب علم اور پنے مولاً

کو اپنا امام اور عالم سمجھتا رہتا ہے۔ جب کہ اسکے بالکل بر عکس جو پہلی

بالاشت پر آ جاتا ہے وہ مغور ہو جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ سب

جان گیا جس چیز کا آپ کو علم نہیں ہے اس میں باعث فخر بات یہ ہے کہ

آپ کہہ دیں کہ میں نہیں جانتا اس سے آپ بھی نجی گئے اور سامنے والا

بھی گمراہی سے نجی گیا مگر نہ جانتے ہوئے کسی کو غلط بتانا سوائے گمراہی اور

گناہ کے کچھ نہیں۔ اگر آپ کو "الہ" کا مطلب کسی لفظ میں نہیں ملا تو

"الہ" کو "الہ" ہی لکھئے نہ کہ "معبود" اسی طرح ہر نا معلوم لفظ جسکا مطلب آپ کو نہیں معلوم وہاں "ذات" لکھ دینا ظلم ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ "جو ہر سوال کا جواب دے وہ مجھوں ہے

اللہ کی ذات پر گفتگو اور اللہ کی ذات پر غور و فکر کی سخت ممانعت ہے جس کی دلیل میں ہم کچھ احادیث مخصوصیں پیش کر رہے ہیں۔

"ہر شے کے متعلق کلام کرو سوائے اللہ کی ذات کے" (حوالہ:- اصول کافی، کتاب توحید، باب 8، حدیث 1، صفحہ 152)

"مولانا عکری فرماتے ہیں: اللہ کی ذات میں بحث کرنے سے تم کو باز رکھا گیا ہے" (حوالہ:- التوحید، حدیث 14، صفحہ 79)

"مولانا باقر گنے فرمایا: تم اللہ کی عظمت کے بارے میں جو چاہے ذکر کرو اور اس کی ذات کے بارے میں ذکر نہ کرو" (حوالہ:- التوحید، حدیث 3، صفحہ 373)

اس باب کا اختتام ہم امام کی ایک حدیث پر کر رہے ہیں مولانا علی فرماتے ہیں "جس نے اللہ کی ذات میں تکفیر کیا وہ زندیق (دھریہ) ہو گیا۔"

ہم نے نیک نیتی اور خوشنودیِ محمدؐ کیلئے ہمیں طرف سے پوری کوشش کیا تھا زیاد سے زیادہ آسان طریقے سے اللہ کی معرفت اور عبادت کیسے کرنی ہے بتایا ہے اور ہم امید کر رہے ہیں کہ آپ بھی زیادہ سے زیادہ مطالعہ کی عادت ڈالیں کیونکہ ہم ہر باب میں چیزیں چیزیں احادیث لکھ رہے ہیں مگر جب آپ خود پڑھیں گے تو باقی احادیث بھی کتب میں پڑھیں گے جو ہم نے کتاب کی طوالت کے خوف سے نہیں لکھیں۔ انشاء اللہ مولاً آپ کی مدد اور ہنماں ضرور فرمائیں گے جب آپ حصول علم کیلئے مشقت کریں گے اور کتب سے احادیث پڑھیں گے۔

### معرفتِ اسم:

یہ معرفت وہ معرفت ہے جس کے بغیر توحید غیر معلوم ہے۔ اس پر سرسری گفتگو ہم نے معرفتِ توحید کے باب میں کی تھی مگر اب ہم ایک تفصیلی گفتگو اس پر کرنے جا رہے ہیں۔ پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس کا مقصود کیا ہوتا ہے۔

اس کے چار روپ ہیں۔

1۔ اسم مکتوبی

2- اسم ملفوظی

3- اسم ذہنی

4- اسم وجودی / حقیقی

اسم مکتوبی سے مراد وہ اسم ہے جو لکھا جاتا ہے

اسم ملفوظی سے مراد وہ اسم ہے جو بولا جاتا ہے

اسم ذہنی سے مراد وہ اسم ہے جو ذہن میں سوچا جاتا ہے

اسم حقیقی سے مراد وہ اسم ہے جو وجود لے کر سامنے موجود ہوتا ہے۔

مثلاں کے طور پر جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام رکھا جاتا ہے در

اصل وہ نام اسکے نفس کا ہوتا ہے جو اس نفس کو پکارنے کیلئے رکھا جاتا ہے

جب ایک ماں بچے کو جنم دیتی ہے تو وہ چاہتی ہے کہ جلدی سے وہ بچہ اس

کے پاس آجائے لیکن اگر کوئی ایک کاغذ پر اس بچے کا نام لکھ کر ماں کو

دے کر کہے کہ اس کو گلے لگالو تو کیا ماں کو قرار آجائے گا؟ اسی طرح بچے

کا نام ماں کے سامنے لیتے رہو اور کہو کہ وہ بہت خوبصورت ہے گورا نگ

ہے کالی آنکھیں ہیں تب بھی ماں کو قرار نہ آئے گا نہ وہ اس سے سکون

پائے گی مگر جیسے لہی وہ بچہ اسیم حقیقی کے ساتھ مان کے پاس آئے گا مان کے دل کو قرار آجائے گا اور اسکی امید بر آئے گی۔

یہ تو ہم نے آپ کو اس کی چار حالتوں کے بارے میں بتا دیا کہ اصل منزلِ مراد اسیم حقیقی / وجودی ہوتا ہے جو جتنا اسیم حقیقی کے قریب ہو گا وہ اتنا ہی نفس کے قریب ہو گا۔

اب بات یہ آتی ہے کہ اسیم کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

در اصل اسے اپنے نفس کی معرفت کیلئے ہوتا ہے اور ایک لمحہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا جب نفس ہو اور اسیم نہ ہو۔ جب آپ کسی سے بات کرتے ہیں یا کسی کو مخاطب کرتے ہیں تو اسکے نام کو پکارتے ہیں در اصل آپ کا مقصود وہ نفس ہوتا ہے لیکن نفس تک رسائی ناممکن ہے اس لیئے اسیم وسیلہ ہتا ہے آپ کے اور اپنے نفس کے درمیان جب وہ نفس آپ سے بات کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی وسیلہ یہ اسیم وجودی ہی ہوتا ہے۔ ہم اسیم وجودی سے ہی مانوس ہوتے ہیں اسی سے محبت اور قربت اختیار کرتے ہیں اسیم سے محبت اور قربت نفس سے محبت اور قربت کھلاتی ہے۔

اور اسی طرح اس سے بعض اور دوری نفس سے بعض اور دشمنی کہلاتی ہے

اسم کا کام نفس کی معرفت ہے مثلاً اگر کوئی شخص بہادر ہے تو دراصل اسکا نفس بہادر ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ فلاں شخص بہت بہادر ہے۔ یعنی وہ اسم دلیل بنائے اپنے نفس کی جیسا کہ مولانا رضا فرماتے ہیں "اسم دلیل مسمی ہے" (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 17، حدیث 1، صفحہ 191)

اللہ (نفس) نے بھی اپنی معرفت اسماء اور صفات کے ذریعے ہی کروائی ہے اور اگر اسماے الی اور اس کی صفات نہ ہوتیں تو اللہ (نفس) کی معرفت محل تھی کیونکہ نفس کبھی بھی منزل شہود پر نہیں آتا منزل شہود پر ہمیشہ اسم آتا ہے۔

ہمارے اس موقف کو مولانا رضا کی یہ حدیث تقویت بخشتی ہے۔ "سنان سے مردی ہے کہ میں نے مولانا رضا سے سوال کیا کہ: کیا خلوق کو خلق کرنے سے پہلے اللہ اپنے نفس کا عالم تھا؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا وہ اس کو دیکھتا اور سنتا تھا؟ فرمایا: وہ اس کا محتاج نہ تھا کہ وہ اپنा� نام لے کیونکہ

وہ کسی شکل میں سوال کرنے والا اور کسی کا طلب گار نہیں، وہ اس کا نفس ہے اور اس کا نفس وہ ہے اس کی قدرت جاری ہونی والی ہے اور وہ اس کا محتاج نہیں کہ اس کے نفس کا نام رکھا جائے لیکن اس نے کچھ نام اپنے لیئے منتخب کئے ہیں جو اس کے نفس کے غیر ہیں وہ انہی ناموں سے پکارا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ کسی نام سے نہیں پکارا جاتا تو اس کی معرفت نہ ہوتی پس سب سے پہلے اپنا نام اس نے علی الحظیم رکھا۔ (حوالہ: اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 15، حدیث 2، صفحہ 181) عقل انسانی 100 نیصد کامل ہو جائے اور مومن کامل معرفت کی لاکھ گہرائی میں اتر جائے اس کو نہیں سمجھ سکتی اور نہ ہی اس کے نکل سکتی ہے کیونکہ اسماء الہی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے آپ معرفت کا سفر کرتے کرتے کہیں بھی پہنچ جائیں رہیں گے عالمین کی حدود میں ہی اور آپ کا واسطہ اس کے ہی پڑے گا جو ہر مقام پر ایک نئی شان کیسا تھے۔

امیر المؤمنینؑ کے طویل خطبے سے کچھ جملے ہم یہاں تحریر کر رہے معرفت اس کیلئے اور ہم دعوی کرتے ہیں کہ اولین و آخرین میں سے کوئی بھی ایسے جملے ادا نہیں کر سکتا سوائے لسان اللہ کے

## امیر المومنینؑ کے طویل خطبے سے نہایت ہی خوبصورت الفاظ معرفت اللہ

کیلئے:

تحقیق کر رہ گئی ہے اس کی صفات کے بیان میں اہل زبان کی طاقتِ لسانی اور گم ہو گئے اللہ کے بارے میں ان صفات کے خصوصیات و اقسام جو لوگوں کے اذہان میں ہیں اور حیران ہو کر رہ گئیں اس کی قدرت کے بارے میں غور و فکر کی گہرائیاں۔ وہ ایسا ہی پاک ہے جیسی اس نے اپنے نفس کی خود تعریف (حمد) کی ہے ورنہ تعریف (حمد) کرنے والے اس کی تعریف کو نہیں پاسکتے۔ اس نے بغیر کسی سابق مثال کے ہرشے کو ایجاد کیا اس کے سوا ہر صانع کچھ بناتا ہے وہ کسی صنعت کو پیشی نظر رکھ کر بناتا ہے اور ہر عالم جہالت کے بعد عالم ہوتا ہے اور اللہ کبھی جاہل نہ تھا اور نہ کبھی حصولِ علم کا محتاج ہوا۔ اس کا علم ہرشے کا احاطہ کیتے ہوئے ہے۔ اشیاء کے خلق ہونے سے پہلے وہ ان کا عالم ہے ان کے خلق ہونے سے اس کے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوانہ کوئی اس کی ضد ہے نہ کوئی اس کی مثل اس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ نہ ہلاک ہونے والا ہے

اور نہ ختم ہونے والا" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب التوحید، باب

22، حدیث 1، صفحہ 212)

یقین جانیے ہمارے پاس الفاظ ہی نہیں کہ اوپر بیان کئے گے خطبے کی مرح کر سکیں لیکن یہاں جوش ملیح آبادی کی ایک ربانی ضرور پیش کرنا چاہیں گے۔

انوار مجھے قول رہے ہیں خاموش!

اسرار زبان کھول رہے ہیں خاموش!

اے پیک محل شناس جبریل امیں!

اس وقت علی ٹبول رہے ہیں خاموش!

اس خطبے میں مولاً فرماتا ہے ہیں کہ اسم اللہ کی صفات بیان نہیں ہو سکتیں اس کی قدرت میں غور و فکر کرنے سے سوائے حیرانی کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔

اگر وہ خود حمدنا کرتا تو اسکے نفس کی حمد محال تھی تو اب اس کی حمد اسکے نفس کی حمد ہو گی اور اسکی حمد ہو نہیں سکتی جب تک وہ خود اس حمد کو بجالانے میں ہماری مدد نہ کرے۔

اسکے علم کی کوئی نظری نہیں، اسکا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (یہ آنے والے باب میں بیان کیا جائے گا کہ اسکا علم کون ہے) وہ ایسا خالق ہے جیسا کوئی اور نہیں اور اس خطبے کے آخری جملے کہ "نہ کوئی اسکی ضد ہے نہ کوئی اس کے ملک میں کوئی اسکا شریک نہیں" اس سے زیادہ بہتر کون اللہ کے واحد ہونے کو سمجھائے گا۔

ہم یہاں غالب کا ایک شعر سنانا چاہیں گے جو مولاؑ کے ان الفاظ کی ترجمانی کر رہا ہے۔

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا  
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا  
امیر المؤمنینؑ کے خطبات پڑھ کر سمجھ میں آتا ہے کہ انکے اصحاب کیسے  
شرابِ طہور کے مزے لیتے تھے۔

اب ہم ایک خطبہ جو امام جعفر ابن محمد صادقؑ نے ارشاد فرمایا آپ کی  
خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ "مولانا صادقؑ نے فرمایا: اسم اللہ کا غیرہ ہے  
ہر وہ شے جس کیلئے کوئی نام ہو مخلوق ہے، سوائے اللہ کے، جس کو زبانیں  
تبیر کرتی ہیں اور ہاتھ اس میں کام کرتے ہیں مخلوق ہے، اس خالق پر حق

کا نام اس کی غاییات میں سے ایک غاییت (غرض) اور جس کی غاییات (غرض) ہو وہ غاییت (غرض) سے عیلخده مسمی ہوتا ہے اور غاییت موصوف ہوتا ہے اور جو موصوف ہوتا ہے مصنوع ہے اور خالق اشیاء غیر موصوف ہے۔ مگر اسی حد میں وہ خلق نہیں ہوا کہ اس کے ہونے کو غیر کی صفت سے پہچانا جائے اور اس کیلئے حد و انتہا بھی نہیں کوئی غایت (غرض) بھی نہیں اور جو ہے وہ اس کا غیر ہے کبھی لرزش نہیں کھائے گا وہ جس نے اس بات کو سمجھ لیا اور یہی توحید ہے خالص توحید اسکی رعایت کر و اور اس کی تصدیق کرو اور باذن اللہ اس کو سمجھو۔ جس نے گمان کیا کہ اس نے اللہ کو حجاب یا صورت یا مثال سے پہچانا وہ مشرک ہے کیونکہ حجاب، صورت اور مثال اس کے غیر ہیں وہ وحدہ لا شریک ہے جس نے اللہ کو اس طرح پہچانا اس نے اللہ کی معرفت حاصل کی اور جس نے اس طرح نہ پہچانا اس نے اللہ کے غیر کو پہچانا اللہ کو نہ پہچانا وہ اپنے اسماء کا غیر اور اسکے اسماء اس کے غیر ہیں" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتابِ تو

حید، حدیث، باب 15، حدیث 4، صفحہ 181)

جو حدیث ہم نے اوپر پیش کی ہے اس کو پڑھنے کے بعد اس سے پہلے جو حدیث امیر المؤمنینؑ سے پیش کی گئی تھی اس کا پہلا حصہ دوبارہ پڑھیے گا تو یقیناً آپ بھی کہیں گے کہ کس کی مجال جو اللہ کی حمد کر سکے یا اسے بیان میں لاسکے۔ عقلیں ششدہ بیس سا عتیں ناقص ہو گئیں اذہان پر بیشان ہو گئے زبانیں گوئی ہو گئیں کہ ایک لفظ بھی توصیفِ اسم میں بیان کیا جا سکے۔

جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "اسم اللہ کا غیر ہے ہر وہ شے جس کے لئے کوئی نام ہو مخلوق ہے سوائے اللہ کے"

ہماری عقلیں محتاج ہیں علم کی اور علم محتاج ہے مشاہدے کا جب کوئی شے مخلوق کے مشاہدے سے باہر نکل جائے تو معرفتِ مجال ہو جاتی ہے۔ مگر یہ کمال ہے اس اسم کا جو مشاہدے میں آیا اپنی معرفت کروانے کیلئے مگر اتنا ہی آیا جتنا اس نے چاہا۔ اس نے اپنی معرفت کی دعوتِ عام دی اور ایک راستہ اپنی معرفت کا دکھا دیا۔ وہ ہر جگہ عوامِ الناس کو اشارے دیتا گیا اور آج تک دے رہا ہے اور قیامت تک دیتا رہے گا بس دیکھنے والے کی نظر چاہئے کیونکہ اشاروں کو خواص ہی پہچانا کرتے ہیں۔ اسم کی

معرفت اتنی ہی حاصل کی جا سکتی ہے جتنی وہ خود چاہے اور اپنی معرفت کی طرف ہدایت کرنے والا بھی وہ خود ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔

عباس بن ہلال نے مولارضا سے آیت "اللہ نور السموات والارض" کے متعلق سوال کیا! آپ نے فرمایا: اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ آسمان و زمین کا ہدایت کرنے والا ہے" (حوالہ: اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 16، حدیث 4، صفحہ 183)

جب وہ خود ہی ہدایت کرنے والا ہے تو اسباب بھی وہی فراہم کرے گا۔ ہر شخص اپنی عقل کے مطابق ہی اسکو جان سکے گا لیکن جو جتنا بھی جانے گا وہ ہر منزل پر اپنی لا علمی کا اعتراف کرتا رہے گا اور جو یہ اعتراف کرتا نظر نہ آئے اور یہ سمجھے کے اس سے زیادہ کوئی نہیں جانتا بس سمجھ جائیے گا کہ وہ جاہل اور مستکبر ہے۔

اب جو جس مقام پر اس کو جانتا ہے وہ وہاں اس کو چھپلے مقام سے جدا اور نئی شان میں پاتا ہے لیکن رہے گا اس کے ہی حصار میں چاہے وہ عالمین میں کہیں بھی ہو۔

آدم سے لے کر قیامت تک کوئی عالمیں کی حدود کو پار نہ کر سکا اور نہ ہی کر سکتا ہے سوائے سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ کے اور جب آنحضرت مسیح علیہ السلام پر پہنچ "ابو یوسف" سے مروی ہے کہ میں نے مولا علیہ السلام کو لکھا: جب بندے نے اپنے رب کو دیکھا ہی نہیں تو عبادت کیسے کرے۔ آپ نے جواب میں لکھا: اے ابو یوسف میر امولہ میر اسردار میر آقا بالا تر ہے اس سے کہ اسے دیکھا جائے۔ میں نے پوچھا: کیا مسیح علیہ السلام پر رسول اللہ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟۔ آپ نے جواب میں لکھا: اللہ نے دکھایا قلب رسول کو اپنے نورِ عظمت سے جتنا چاہا۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 9، حدیث 1، صفحہ 155) یقیناً آپ نے غور کیا ہو گا کہ امام کیا فرمائے ہیں؟ راوی سوال کر رہا ہے اللہ کو دیکھنے کا اور مولا فرمائے رہے ہیں کہ اللہ نے دکھایا قلب رسول کو اپنے نورِ عظمت میں سے جتنا چاہا۔ اللہ (نفس) کو دیکھا نہیں جا سکتا کیوں کہ وہ جسم نہیں رکھتا دیکھا جب بھی جائے گا اس کو جائے گا۔

اللہ کی رویت کی نفی میں بے پناہ احادیث ہیں ہم صرف دو احادیث پیش کر رہے ہیں۔

"جزء بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے امام علیؑ سے سوال کیا اللہ کے جسم و صورت کے متعلق آپ نے فرمایا: پاک ہے وہ اللہ جس کی مثل کوئی نہیں نہ وہ جسم ہے نہ صورت" (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 11، حدیث 2، صفحہ 167)

دوسری حدیث مولارضاؑ سے ہے جو اللہ کی معرفت کیلئے بہت اہم ہے۔ "محمد بن فید سے مروی ہے کہ میں نے مولارضاؑ سے توحید کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے لکھ کر بھیجا: حمد ہے اللہ کی جو اشیاء کا خلق کرنے والا ہے اس نے اپنی قدرت و حکمت سے چیزوں کو ایجاد کیا کوئی ایجاد کو باطل قرار نہیں دے سکتا اور نہ اس کیلئے کوئی علت ہے کہ اس کی ابتداء صحیح نہ ہو اس نے جو چاہا خلق کیا وہ اکیلا ہے اور یہ خلق کرنا اپنی حکمت کے اخبار، اپنی ربویت کے اعلان اور اس کی حقیقت کے بیان کیلئے تھا، عقول اس کو ضبط میں نہیں لاسکتیں، اوہاں اس تک پہنچنے نہیں سکتے، البصار اس کا ادارا ک نہیں کر سکتے اور کسی مقدار سے اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور عبارتیں اس کے اوصاف کے بیان سے عاجز ہیں اور پہنچنے اس کے ساخت جلال تک پہنچنے سے تھک گئیں اور صفات کے تغیر و تباہ تک جا کر گم ہو گئے ہیں وہ

پوشیدہ ہے مگر کسی پر دے کے بغیر اور مستور ہے بغیر کسی اوث کے وہ پہچانا ہوا ہے بغیر دیکھے وہ وصف کیا جاتا ہے بغیر صورت کے اور تعریف کیا جاتا ہے بغیر جسم کے اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں وہ بزرگ اور عالی مرتبت ہے" (حوالہ:- اصول کافی، کتاب توحید، جلد 1، باب 11، حدیث 3، صفحہ 168)

ان دونوں احادیث سے ہم نے ثابت کیا کہ اللہ کی رویت ہوئی نہیں سکتی کیوں کہ وہ جسم و صورت نہیں رکھتا۔

اب ہم دوبارہ مراجع کے واقعے پر آتے ہیں اور اپنا موقف ثابت کرنے کیلئے کہ عقل کل رسول اللہ نے اسم کو دیکھا، کی دلیل میں ایک آخری حدیث پیش کر رہے ہیں۔

"ابو قرہ نے کہا اللہ ہی تو فرماتا ہے کہ رسول اللہ نے دیکھا اس کو نہ ل آخری میں۔ مولارضا نے فرمایا: اس کے بعد کی آیت یہ بھی تو ہے کہ جو کچھ محمد نے دیکھا اس کے دل نے اسے جھٹلایا نہیں پھر یہ بھی بتایا کہ کیا دیکھا۔ اللہ کی آیات میں سے ایک بڑی آیت دیکھی اور آیات الیہ اللہ کی غیر ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ کوئی ازروئے علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا

اور جب آنکھیں اسے دیکھ لیں تو علم نے احاطہ کر لیا اور معرفت واقع ہو گئی" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 9، حدیث 2، صفحہ 156)

اسم نفس کی غیر مشروط اطاعت کرتا ہے نفس جو بھی چاہتا ہے اسم بھی وہی چاہتا ہے ہر فعل اسم سر انجام دیتا ہے جو کہلاتا نفس کا ہے اگر کوئی دیکھنا چاہے کہ نفس خوش ہے یا ناراض تو اس کو دیکھتے ہیں کیونکہ اسم آئینہ ہے نفس کا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہاں تک جو گفتگو ہم نے کی ہے وہ آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے ہم نے ہر ممکن حد تک کوشش کی ہے کہ اس کتاب کو جتنا ہو سکے سہل (آسان) زبان میں لکھا جائے تاکہ ایک عام فہم والا شیعہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ آئندہ آنے والی گفتگو میں ہم اسم کو بیان کریں گے جس سے انشاء اللہ جو انجینیوس ہیں ختم ہو جائیں گی۔

کنٹ کنڑ آمیختا:

"میں ایک چھپایا ہوا خزانہ تھامیں نے چاہا کہ میری معرفت ہو تو میں نے ایک خلق کو خلق کیا" یہ ایک مشہور زمانہ حدیث قدسی ہے جسکے حوالے

کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی آپکی تسلی کیلئے ہم نے اسے "مشارق انور ایقین" سے لیا ہے۔

یہ فرمان اللہ اس وقت کیلئے ہے جب کوئی بھی شے خلق نہیں ہوئی تھی اور اللہ پہلی مخلوق کو خلق کرنے کا ارادہ کر رہا تھا اسی وقت کیلئے رسول اللہ کی حدیث مبارکہ ہے کہ "اول ما خلق اللہ نوری" اللہ نے سب سے پہلے میرا نور خلق کیا۔ یعنی اللہ نے اپنی معرفت کی چاہت میں جس خلق کو خلق کیا وہ ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ کا نور مبارک تھا اور رسول اللہ ہی نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور کے دو نکڑے ہیں اور ایک اور مقام پر آپؑ نے فرمایا کہ وہ ہم چودہ کا نور تھا لہذا وہ نور 14 مخصوصین کا نور تھا۔ جس کا کام اللہ کی معرفت حاصل کرنا تھا اسکی حمد کرنا تھا اس کی عبادت کرنا تھا اسی لئے مخصوص نے فرمایا "اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی ہمیں دیکھ کر ملائکہ نے عبادت کی" یہ وہ مقام ہے جہاں اسم پہلی مرتبہ منزلِ شہود پر آیا۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتے چلیں کہ مجھ سے بہت سے لوگ یہ سوال کر چکے ہیں کہ جب مکان نہ تھا تو کہاں چھپایا؟ کس سے چھپایا؟ اور

کس نے چھپایا؟ اور یہی سوال یقیناً ہمارے پچھے قارئین کے دماغ میں بھی آرہے ہو گے تو ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان سوالوں کے جواب بھی دیتے چلیں۔

دراصل معرفت اس کے بغیر ہر چیز محال ہے اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس نے پر دلالت کرتا ہے اور نفس کی معرفت کر داتا ہے اور نفس کا مطیع ہوتا ہے۔ تو یہاں اب انتہا ضروری ہے کہ آپ اس کو سمجھیں یہاں لفظ "چھپایا" بطور استعارہ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ نفس نے اس کو ظاہر نہیں کیا تھا کیوں کہ اس کی مشیت نہ تھی جب اسکی مشیت ہوئی تو اس منزل شہود پر آیا اور صفتِ خلاقیت کا موصوف بنا اور خلق کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اسکی معرفت حاصل ہو اسے پہچانا جائے اسکا فیض جاری ہو اور مخلوق تک اس کا فیض پہنچے۔ ہم امید کر رہے ہیں کہ جو سوال ہم سے پوچھے گئے تھے اور ہمارے قارئین کے اذہان میں آئے تھے وہ مطمئن ہو گئے ہو گے۔ لیکن ایک بات واضح کرتے چلیں کہ اس مقام پر اس کے ساتھ مشیت بھی ظہور پذیر ہوئی یہاں سے سلسلہ معرفت شروع ہوا اور جیسا کہ ہم پہلے صفحے سے یہ بات کرتے چلے آرہے ہیں کہ

ہر چیز کی اصل معرفت ہے تو اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ یہ جملہ ہم بار بار کیوں کہہ رہے تھے اللہ نے خلق کرنے کی وجہ ہی معرفت رکھی تھی۔ اور کیا کمال خلوق کو اس نے اپنے نور سے خلق کیا کہ جیسا اس نے چاہا بالکل ویسا ہی ان کو پایا کیونکہ یہ عقل کل ہیں اس لئے معرفت بھی کامل تھی محبت بھی کامل تھی اور عبادت بھی کامل تھی۔

### صفت اور موصوف:

صفت جس سے ظاہر ہوا سے موصوف کہتے ہیں یعنی صاحب صفت کو موصوف کہتے ہیں اور وہ موصوف اسم حقیقی ہوتا ہے نہ کہ نفس، وہ اسم ہے جو دلالت اپنے نفس پر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر علی ایک بہادر انسان ہے تو دراصل علی اسی ہے جسکا نفس بہادر ہے اب یہ بہادری کی صفت ظاہر بھی علی سے ہو رہی ہے تو اسم حقیقی صفت بہادری کا موصوف ہوا۔ اب جتنی بھی احادیث ہم پیش کریں گے جس میں موصوف کا، صفت کا ذکر ہوا تو آپ کو سمجھ جانا چاہیے کہ یہاں اسم مراد ہے۔ اب ہم امیر المؤمنینؑ کی ایک حدیث پیش کر رہے ہیں۔ "امیر المؤمنینؑ کے طویل خطبے سے جہاں مولاؐ نے فرمایا بے شک اللہ وہ ہے جس نے اپنے

نفس کیلئے حمد کی ابتداء کی اور اپنی حمد پر دنیا کا خاتمه کرے گا اور حق کے ساتھ لوگوں کا فیصلہ کیا اور حمد ہے رب العالمین کی" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 22، حدیث 7، صفحہ 222)

جو جتنی معرفت اسم کی رکھئے گا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ کا عارف ہو گا اور ایمان کے درجے بھی معرفت کے حساب سے بنے ہیں اب جو شخص دسویں درجے پر ہو گا وہ یقیناً اسم کی معرفت بھی سب سے زیادہ رکھتا ہو گا ہمارے اس دعوئے کی دلیل رسول اللہ کی یہ حدیث ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ "تم میں سلمان کو اللہ کی معرفت سب سے زیادہ ہے" (حوالہ:- مشارق النور الیقین صفحہ 290)

اب اللہ کی جتنی بھی صفات ہیں ہمیں اسکے موصوف کو ڈھونڈنا ہے جتنی ہمیں اسم کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی اتنا اتنا ہم عارف ہوتے جائیں گے۔ اگر معرفت اسم کے سفر میں کوئی آپ سے خفا ہوتا ہے تو ہو کوئی آپ کا دشمن ہوتا ہے تو ہو چاہے وہ آپ کا سگا ہو یا کوئی دوست یا رشته دار کیونکہ "امیر المؤمنین" نے فرمایا ہے کہ اللہ کی محبت لوگوں کی دشمنی کے بغیر نہیں ملتی "محبت ایک کیفیت ہے اور اللہ (نفس) کیفیات

سے مبرہ ہے۔ اپنے موضوع "صفت اور موصوف" پر قائم رہتے ہوئے ہم ایک اور حدیث پیش کر رہے ہیں۔ "مولارضاؑ نے فرمایا: جو اللہ کو راضی رکھتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا اور جس نے اللہ کو ناراض کیا تو اللہ ناراض مخلوق کو اسکے اوپر مسلط کرتا ہے۔ خالق کی تعریف دیسی ہی کرنی چاہیے جیسے خود اس نے اپنے نفس کی تعریف کی ہے"۔ (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 22، حدیث 3، صفحہ 216) (حدیث کی طوالت کی وجہ سے ہم نے کچھ حصہ لیا ہے)۔

جو اللہ کو راضی رکھتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا اس کیفیت کو غالب نے کچھ یوں بیان کیا ہے کہ

سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا  
مجھ پر گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

اللہ کے معروف نام 99 ہیں اور ہر نام موصوف بھی ہے دعائے جو شن کبیر میں امیر المؤمنینؑ نے 1000 اسماء تعلیم فرمائے ہیں لیکن اسکے اسماء کی تعداد کی حد مقرر نہیں کیجا سکتی اور جتنے اسماء ہیں وہ موصوف بھی ہیں

لیکن چونکہ ان تمام اسماء و موصوف کا نفس ایک ہی ہے اسی لیئے موصوف اور اسم حقیقی بھی ایک ہی ہے۔

جیسے میرا نام عباس رضوان عابدی ہے کوئی مجھے عابدی کہتا ہے کوئی عباس اور کوئی رضوان کہتا ہے لیکن ان تمام اسماء کا اسم حقیقی میں ایک ہی ہوں۔ یہ بات ایک مقالے کی وجہ سے بیان کی گئی کیونکہ مجھ سے ایک صاحب نے کہا کہ اتنے اسماء اور صفات کا ایک موصوف کیسے ممکن ہے؟ تو ہم نے سوچا یہاں اس بات کو بھی واضح کر دیا جائے۔

اب ہم واپس اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ اللہ کی ہر صفت جس سے ظاہر ہو گی وہ موصوف ایک ہی ہے جو اسم حقیقی ہے۔ صفت و اسم کیلئے ہم یہاں اور احادیث پیش کر رہے ہیں۔

امیر المؤمنین نے فرمایا "پاک ہے وہ جس کی یہ شان ہے اور اسکے علاوہ کسی کی یہ شان نہیں اور تمام چیزوں کا سرچشمہ اور سر آغاز وہی ہے "

(حوالہ:- سوال عوام کے جواب امام کے جلد 2، صفحہ 27)

ایک مقام پر مولا امام حسن ابن علی عسکری فرماتے ہیں "اللہ بچائے اس قوم سے جس نے کتاب الہی کی محکم آیات کو حذف کر دیا اور اللہ رب الارباب کو فراموش کر دیا" (حوالہ: مشارق النوار ایقین صفحہ 50)

اس حدیث میں غور طلب بات یہ ہے کہ مولا اس قوم سے براءت چاہ رہے ہیں جس نے کتاب الہی کی محکم آیات کو حذف کیا (محکم آیات کو نہیں ہیں اس پر بات آنے والے باب میں کریں گے) یعنی کہ مسلمان ہیں وہ لوگ اور جب وہ مسلمان ہیں تو پھر اللہ کو کیسے فراموش کر سکتے ہیں؟ یہ غور و فکر آپ کو کرنا ہے۔ اسی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے امیر المؤمنینؑ کی حدیث آپ کو ہدیہ کر رہے ہیں سے آپ کی معرفت اسم و صفت میں انشاء اللہ اضافہ ہو گا۔ "مولانا علیؑ ارشاد فرماتے ہیں اللہ کی اول عبادت اس کی معرفت ہے اور اس کی معرفت کی اصل اس کی توحید ہے اور اس کی توحید کا نظام اس سے صفات کی نفی کرتا ہے وہ اس سے بہت عظیم ہے کہ اس کی صفات کی عقليں گواہی دیں۔ وہ تمام چیزیں جن کی شہادت کی عقليں شہادت دیں مصنوع ہیں با تحقیق اللہ صانع ہے مصنوع نہیں اللہ کی صنعتوں سے اس پر دلیل لائی جاتی ہے اور عقولوں سے اس کی

معرفت کا اعتقاد رکھا جاتا ہے اور فکر سے اس کی محبت کو ثابت کیا جاتا ہے  
اس پر اللہ نے مخلوق کو اپنی دلیل قرار دیا جس سے اس کی ربوبیت ظاہر  
ہوتی ہے ازل سے وہ تہا اور واحد ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ساتھی  
نہیں جو کچھ بھی اس کے بارے میں تصور کرے اس کو اس کے خلاف ہی  
پاؤ گے۔ وہ ایسا نہیں کہ اس کے نفس کو کوئی پیچان سکے دلیل کے ساتھ  
اپنے اوپر دلالت کرنے والا ہے۔ وہ اپنی معرفت کا عطا کرنے والا ہے۔

(حوالہ:- فتح الاسرار، خطبہ در معرفتِ خدا، جلد 1، صفحہ 165)

توحید پر، اسم پر، صفت پر، مخصوص سے بہتر کون بیان کر سکتا ہے اس  
حدیث میں امیر المومنین نے اسم پر بھی بات کی اور صفت پر بھی اور آخر  
کے الفاظ نے سارے شکوک مٹا دیے اور یہاں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ اپنی  
معرفت کا خود عطا کرنے والا ہے ہمیں بس اپنا خلوص، اپنی نیت اور  
کوشش دکھانی اور یہ دعا کرنی ہے کہ وہ ہمیں اپنی معرفت عطا کر دے اور  
معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ اسماء اور صفات ہیں۔

امیر المومنینؑ سے ہی اپنے موضوع پر رہتے ہوئے ایک عظیم والشان حدیث پیش کر رہے ہیں جس کی پہلی سطر میں آپ کا امتحان ہے کہ مولاؐ کیابات کر رہے ہیں؟

اس حدیث کی ہر سطر پر غور کیجئے گا اور فیصلہ کیجئے گا کہ کیا امیر المومنینؑ کے علاوہ کسی کو "سلوونی سلوونی" کا دعویٰ زیبادے گا؟

"امیر المومنینؑ نے توحید پر خطبہ دیا جس میں مولاؐ نے فرمایا اللہ روز ایسی اشیاء خلق کر کے جو اس سے پہلے نہیں تھیں اپنی شان دیکھاتا ہے، اس کی اولیت کی کوئی ابتداء نہیں جس کی آخریت کی کوئی حد و انتہا نہیں کوئی شے اس کے مثل نہیں یہ وہ ہے کہ جس نے خلق کو اپنی عبادت کیلئے خلق کیا اور اپنی اطاعت کی ان کو قدرت دی اور یہ قدرت ان میں ودیعت کر دی و لیل کے ساتھ ہلاک ہو گا اور جو نجات پائے گا دلیل کے ساتھ نجات پائے گا۔ اس نے جس شے کو خلق کرنے کا ارادہ کیا ہے بغیر کوئی سابق مثال یعنی نمونہ سامنے رکھے ہوئے خلق کر دیا" (حوالہ:- التوحید، صفحہ

(30-29)

ہم نے اوپر کہا تھا کہ اس حدیث کی پہلی سطر میں آپ کا ایک امتحان ہے کہ مولاًگس بارے میں ارشاد فرمائے ہیں؟ اور ہم امید کر رہے ہیں کہ زیادہ تر قارئین اس امتحان میں پاس ہوئے ہوں گے مگر ہمارے وہ قارئین جو کسی بھی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکے انکو ہم ساتھ لیکر چلیں گے۔

اس حدیث کی ابتداء میں مولاً فرمائے ہیں کہ "اللہ روز ایسی اشیاء کو خلق کر کے جو اس سے پہلے نہیں تھیں اپنی شان دکھتا ہے" یہ دراصل اشارہ ہے سورہ رحمن کی آیت 29 کے اس مکملے کی طرف ہے "کل یوم حوفی شان" ترجمہ: حوالہ روز ایک ثانی شان میں ہے۔ مخلوق جدھر بھی چلی جائے جہاں بھی نظر اٹھائے ہر طرف اس کے اسکم اور صفات کے جلوے بکھرے ہوئے ہیں مگر جو دل سے اندھا ہوا سے یہ سر کی آنکھیں کیا کام دیں گی؟ مولاً فرمائے ہیں "اپنی جھوٹوں کے ذریعے سے انکے عذر کو قطع کر دیا، اب جو ہلاک ہو گا دلیل کے ساتھ ہو گا اور جو نجات پائے گا دلیل

کے ساتھ پائے گا"

اس اند از کلام پر اگر کروڑوں زندگیاں قربان بھی ہو جائیں تو یہ علی ابن ابی طالبؓ کی شان میں تقدیر ہو گی۔

اور آخری سطر میں جو مولاؑ نے اس موصوف جو خالق ہے اس کا کمال بتایا کہ وہ بغیر کسی سابقہ مثال کے یا کوئی نمونہ سامنے رکھے ہوئے خلق کرتا ہے۔ یہ جملہ مولاؑ نے اس لئے کہا کہ جو بھی کوئی چیز بناتا ہے وہ کسی نہ کسی سابقہ مثال یا نمونہ رکھ کر بناتا ہے اور خصوصائی سے شے بناتا ہے مگر ہمارا خالق پہنی ولایت سے لائے سے شے خلق کرتا ہے۔ ہماری بات کی دلیل ایک اور حدیث سے ملتی ہے۔

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں کہ "اللہ یعنی قدرت کی وجہ سے اشیاء سے جدا گانہ ہے اسکے غیب مکنون کے آگے غیب کے پر دے حاصل ہیں۔ ہر صانع نے ایک شے کو دوسری شے سے بنایا اور اللہ نے جو چیز خلق کی وہ کسی شے سے نہیں بنائی" (حوالہ:- التوحید، صفحہ 34-35)

اس حدیث میں ایک جملہ مولاؑ نے فرمایا کہ "اسکے غیب مکنون کے آگے غیب کے پر دے حاصل ہیں" اس بات کو غالب نے کچھ یوں بیان کیا کہ ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

جیسے کہ ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ مخلوق چاہے کچھ کر لے وہ اس سے آگے نہ تو بڑھ سکتی ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی کو سوچ سکتی ہے وہاں صرف غیب ہی غیب ہے اور غیب مکنون سے آگے بھی غیب کے پر دے حائل ہیں۔

معرفت اسم، صفات پر چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ احادیث پیش کریں تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ اس کیا ہے ہم یہاں مولارضاؑ کی ایک حدیث پیش کر رہے ہیں جس میں اسماء کا ذکر قرآن سے بھی ہے۔

"بے شک وہ اپنی قدرت سے حائل اشیاء ہے اس کا امر ایک حقیقت ہے۔  
اللہ کے اسماء اس کے غیر ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا وہ اللہ کے اسماء حستی  
ہیں پس تم ان کے ذریعے سے اس کو پکارو (اعراف: 180) اور اس نے  
فرمایا (اے رسول) تم کہہ دو اس کو اللہ کہہ کے پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو  
جب بھی تم پکارو اس کیلئے اسماء حستی ہیں (بھی اسرائیل: 110) اللہ کے  
جتنے اسماء ہیں وہ اس کی طرف مضاف ہیں اور یہی خالص توحید ہے"

(حوالہ: التوحید، حدیث 14، صفحہ 44-45)

اس حدیث میں مولاً فرماتے ہیں کہ اللہ کے اسماء اس کے غیر ہیں تو یقین  
یہاں اللہ بطورِ نفس آیا ہے کیونکہ اسی حدیث کا اگلہ حصہ جہاں مولاً نے  
سورہ بنی اسرائیل کی آیت 110 کا ذکر کیا وہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ  
اسے اللہ ہمکر پکارو یا رحمن تو یہاں اللہ بطورِ اسم آیا ہے۔

اسم اللہ جو اللہ (نفس) کا غیر ہے وہ ایسے کہ اسم اور صفت قائم بالغیر ہیں  
اور نفس قائم بالذات ہے۔ اسم کا وجود مختصر ہے نفس پر اسلئے وہ اسکا غیر  
قرار پایا اور نہ اسم نفس سے ایک لمحے کیلئے بھی نہ جدا تھا ہو گا۔

اسم کا تعلق نفس کیا تھا بالکل ویسے ہے جیسے سورج کی کرنوں کا سورج  
سے سورج کی کرنیں سورج نہیں ہوتیں مگر سورج سے جدا بھی نہیں  
ہوتیں۔ سورج کی پہچان اسکی کرنوں سے ہے ایک لمحے بھی ایسا نہیں تصور  
نہیں کیا جاسکتا جب سورج ہو اور کرنیں نہ ہوں۔ سورج کے تمام فیض  
اسکی کرنوں کے ذریعے مخلوق تک پہنچ رہے ہیں۔ اسی طرح ایک لمحے بھی  
تصور نہیں کیا جاسکتا جب نفس ہو اور اسم نہ ہو۔

گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے مولا صادقؑ کی ایک حدیث نقل کر رہے ہیں  
جہاں آپ فرماتے ہیں "در اصل اللہ کو اسی نے پہچانا جس نے اس کو اللہ

کے ذریعے پہچانا جس نے اسکو اسی کے ذریعے نہ پہچانا تو وہ اسکو نہیں پہچانتا بلکہ وہ اسکے غیر کو جانتا ہے اور اللہ بغیر کسی شے کے اشیاء کا خالق ہے۔ وہ اپنے ناموں سے پکارا جاتا ہے حالانکہ وہ اپنے اسماء کا غیر ہے اور اسکے

اسماء اسکے غیر ہیں" (حوالہ:- التوحید، حدیث 7، صفحہ 112)

اگر آپ غور کریں تو اس حدیث میں لفظ "غیر" دو طریقوں سے مولائے استعمال کیا ہے پہلی جگہ "جس نے اسکو اس کے ذریعے نہ پہچانا تو وہ اسکو نہیں پہچانتا بلکہ اس کے غیر کو پہچانتا ہے" یہاں لفظ "غیر" اس کے غیر کیلئے آیا ہے یعنی جس نے اس کے ذریعے اسے نہ پہچانا وہ اللہ کو نہیں پہچانتا اسکے غیر کو پہچانتا ہے اور کافر اور مشرک ہو جاتا ہے اور دوسری جگہ لفظ "غیر" سے مراد اسکے اسماء اسکے نفس کے غیر ہیں۔

صفت اور موصوف کے حوالے سے مولارضا سے ایک حدیث ہم پیش کر رہے ہیں۔

"محمد بن عبیدہ نے مولارضا سے آیت "کس چیز نے تجھے روکا اس کو سجدے کرنے ہے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے خلق کیا" (ص:75)" کا مفہوم دریافت کیا کہ اس مقام پر ہاتھ سے کیا مراد ہے۔ مولائے فرمایا:

میرے ہاتھوں سے مراد میری قوت اور قدرت ہے" (حوالہ:- عيون

الاخبار الرضا، جلد 1، حدیث 13، صفحہ 204)

اس حدیث میں آدم کو خلق کرنے کیلئے دو صفات کا ذکر ہے یعنی موصوف ایک ہی ہو گا جو کہ اسم ہے۔

معرفت اسم کو اختتام پذیر کرتے ہوئے ہم ایک حدیث پیش کر رہے ہیں اور آپ کو اجازت دے رہے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو اس حدیث پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر آگے نکل جائیں۔

"عمران صابی نے مولارضا سے کہا آپ مجھے یہ بتائیں کہ اول کون تھا اور اس نے کیا خلق کیا؟ مولاً نے فرمایا: اب تم نے سوال کیا ہے تو مجھے لو واحد ہمیشہ سے واحد رہا کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی اور حدود و اعراض کا پابند نہ تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا پھر اس نے ایک مخلوق خلق کی جو کے مختلف حدود و اعراض کی مقید نہ تھی اس نے اسے کسی چیز میں نہ پھرایا اور نہ ہی اسے کسی چیز میں محدود کیا اور نہ ہی چیز کو اس کے مساوی بنایا اور کسی چیز کو اس کے مثل نہیں بنایا" (حوالہ:- عيون الاخبار الرضا، جلد 1، صفحہ

(290)

آپ یقین جانتے کہ ہم نے آپ کو الجھانے کیلئے یہ حدیث نہیں پیش کی بلکہ بس اپنا موقف ثابت کرنے کیلئے اسکو پیش کیا اس کی معرفت حال ہے بس جتنا وہ عطا کر دے وہ لے لو اور جہاں سمجھنہ آئے وہاں رک جاؤ ایک قدم آگے نہ بڑھاؤ اور یقین رکھو کہ اسم و صفت سے آگے ہماری رسائی ممکن نہیں اور وہ بھی وہاں تک جہاں تک ہمارا مشاہدہ، علم کیسا تھا عقل رہنمائی کرے نہ کہ قیاس سے ہمیں امید ہے کہ ہم نے اپنا موقف محمد و آل محمد کی مدد سے ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اب ہم اگلے باب کی طرف بڑھتے ہیں۔

### علم، مشیت اور ارادہ

اللہ کا ہر امر تحتِ علم ہے یعنی وہ رحمن ہے تو تحتِ علم رحم کرتا ہے، وہ رحیم ہے تو تحتِ علم اپنے برگزیدہ بندوں پر مہربان ہے، وہ قدرت رکھتا ہے تو تحتِ علم رکھتا ہے وہ عدل کرتا ہے تو تحتِ علم کرتا ہے الغرض اس کا ہر فعل تحتِ علم ہے۔ بالکل ویسے ہی اس کی مشیت اور اس کا ارادہ بھی تحتِ علم ہے مشیت کہتے ہیں "چاہئے" کو یعنی میں کیا چاہتا ہوں یہ میری مشیت ہے۔ کنٹ کنڑ آخفیا اے باب میں ہم نے لکھا تھا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں

مشیت ظہور پذیر ہوئی اسکی دلیل ہم یہاں دے رہے ہیں قولِ مخصوص  
سے "فرمایا امام جعفر صادقؑ نے اللہ نے پہلے نفس سے مشیت کو خلق کیا  
پھر مشیت سے اشیاء کو خلق کیا" (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب توحید)

باب 14، حدیث 4، صفحہ 176)

عقل اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ چاہنے (مشیت) سے پہلے علم کا ہونا  
لازی ہے ورنہ اگر علم نہیں ہے مشیت سے پہلے پھر مشیت بھی نہیں ہے  
۔ ابتداء ہم بن علیؑ باقر کی حدیث سے کر رہے ہیں "مولانا فرماتے  
ہیں اللہ کا علم اسکی مشیت کیسا تھا اشیاء کے وجود سے پہلے تھا" (حوالہ:-  
التوحید، حدیث 8، صفحہ 107)

مشیت کا کسی بھی فعل سے پہلے ہونا لازی ہے یہ حدیث اسی بات کی  
طرف نشاندھی کر رہی اب جو ہم حدیث پیش کرنے جا رہے ہیں وہ علم کا  
مشیت سے پہلے ہونے کے ہمارے دعوے کی تائید میں دلیل ہے۔  
"بکر بن عین نے مولا صادقؑ سے پوچھا: کیا اللہ کا علم اور مشیت دونوں  
مختلف ہیں یا متفق ہیں؟ آپ نے فرمایا: علم مشیت نہیں ہے کیا تم اپنے  
اس قول پر غور نہیں کرتے کہ میں انشاء اللہ ایسا کروں گا اور یہ نہیں کہتے

ہو کہ اگر اللہ کے علم الہی میں ہو تو ایسا کروں گا، لہذا تمہارا انشاء اللہ کہنا  
اس پر دلیل ہے کہ اس نے نہیں چاہا پس جب اس نے چاہا تو جیسا اس نے  
چاہا اور اللہ کا علم مشیت سے قبل ہے" (حوالہ:- التوحید، حدیث 16،

صفحہ 115)

یہاں امامؐ نے وضاحت کی کہ علم مشیت نہیں بلکہ علم قبل مشیت ہے اور  
جب قبل علم ہے مشیت سے تو مشیت کا تحت علم ہونا لازم قرار پایا۔ یہ  
اتنی واضح حدیث تھی اور ہمارے روزمرے کے امور کے متعلق ہم دن میں  
کئی بار کہتے ہیں "انشاء اللہ" لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے ناواقف  
ہے کہ یہ لفظ اللہ کی مشیت پر ایک دلیل ہے۔

یہ فیصلہ اٹل ہے کہ اللہ کی مشیت کے بغیر پڑھی نہیں ہل سکتا کیونکہ اگر  
کوئی چیز عالمین اللہ کی مشیت سے ہٹ کر ہوئی تو وہ کام کرنے والی کی  
مشیت اللہ کی مشیت پر غالب آجائے گی۔

بچپن سے ہم نے ایک حدیث قدسی مختلف دکانوں پر لکھی دیکھی جو یقیناً  
آپ نے بھی دیکھی ہو گی کہ "اے ابن آدم ایک تیری چاہت ہے ایک

میری چاہت "یہ حدیث قدسی دراصل اللہ نے حضرت داؤد پر وحی کی تھی جو کچھ یوں ہے۔

"حضرت داؤد پر وحی کی اللہ نے: اے داؤد تم بھی چاہتے ہو میں بھی چاہتا ہوں ہو تو ہی ہے جو میں چاہتا ہوں اگر تم اس کو تسلیم کر لو جو میں چاہتا ہوں تو میں تم کو عطا کر دوں گا جو تم چاہتے ہو اور اگر تم اس چیز کو تسلیم نہیں کر دے گے جو میں چاہتا ہوں تو تم جس کو چاہتے ہو اس کے بارے میں تم کو تعب و مشقت میں مبتلا کر دوں گا پھر ہو گا وہی جو میں چاہتا ہوں"

(حوالہ:- التوحید، حدیث 4، صفحہ 280)

یہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ جب کسی نبی کی مشیت اللہ کی مشیت پر غالب نہیں آ سکتی تو کسی کی کیا مجال کر اسکی مشیت اللہ کی مشیت پر غالب آجائے یہاں سے جب یہ فرقہ وجود میں آیا۔

جبریہ فرقہ:

آل محمد سے جو دور ہوا اور دین کو اپنے قیاس سے لیا اس کو بیڑا غرق یقینی ہے۔

جب یہ فرقہ ایک الگ منطق رکھتا ہے جسکی امام نے پر زور مذمت کی ہے۔  
وہ کہتے ہیں کہ نیکی اور برائی اللہ کی مشیت سے ہوتی ہیں ہم تو بے گناہ ہیں  
یہ ایک دفعہ پھر اللہ کے عدل پر انگلی انھی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی مشیت کے بغیر پتہ بھی نہیں ہتا مگر اللہ  
ہم سے اپنی مشیت پر جواب طلب نہیں کرے گا بلکہ وہ ہم سے اسکے حکم  
کی نافرمانی پر جواب طلب کرے گا۔ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ شراب  
نہیں پینا اب اگر کوئی شراب پیتا ہے تو اللہ اس پر حق رکھتا ہے سزا دینے  
کا۔

دراصل اللہ نے ہمیں نیت میں آزاد چھوڑا ہے لیکن عمل کیلئے اس باب اپنے  
دست قدرت میں رکھے ہیں۔ اور اسی نیت پر عذاب اور ثواب ہے۔  
مثلاً اگر کوئی آج کے دور میں یہ سوچے کہ میں علیٰ ابن ابی طالب کو قتل کر  
دیتا اگر اس دور میں ہوتا تو اللہ کا عدل ہے کہ وہ اسے عبد الرحمن ابن ملجم  
(عنت اللہ) کی ساتھ محسور کرے۔

اب ہم جب یہ فرقہ کی مذمت میں مولارضا سے کچھ احادیث نقل کر  
رہے ہیں۔

"حسن بن علی کہتا ہے کہ میں مولارضا کی خدمت میں عرض کیا: کیا اللہ نے معاملہ بندوں کے سپرد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اس سے زیادہ غالب ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا اللہ نے بندوں کو اپنی نافرمانی پر مجبور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اس سے کہیں زیادہ عادل و حکیم ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے "ابنِ آدم! تیری بھلائیوں کا تجھ سے زیادہ حقدار میں ہوں اور تو برائیوں کا خود ذمہ دار ہے میں نہیں ہوں۔ کیونکہ تو میری ہی عطا کردہ قوت سے میر ہی نافرمانی کر رہا ہے۔ (حوالہ

- عیون الاخبار الرضا، جلد 1، حدیث 46، صفحہ 251)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

"جو شخص جبر کا عقیدہ رکھتا ہے، اسے مال زکوٰۃ سے کچھ بھی نہ دو اور اسکی گواہی قبول نہ کرو، اللہ کسی نفس کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور طاقت سے زیادہ اس پر بوجہ نہیں ڈالتا۔" (حوالہ: - عیون الاخبار الرضا، جلد 1، حدیث 47، صفحہ 251)

ایک اور حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ: "اللہ اپنی اطاعت مجبور کر کے نہیں کرواتا اور اللہ معصیت کی بنیاد اللہ کا مغلوب ہونا نہیں ہے۔ اللہ نے

بندوں کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا، جس چیز کا اللہ نے انہیں مالک بنایا ہے  
اس چیز کا حقیقی مالک وہ خود ہے اور جس چیز پر لوگوں کو قدرت دی ہے۔  
اس پر حقیقی قادر وہ خود ہے۔ اگر بندے اسکی اطاعت کریں تو وہ بندوں کو  
اسکی اطاعت سے روکنے والا ہے اور اگر اللہ مہربانی کرتے ہوئے اپنے  
بندوں کو گناہوں سے روکنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، اور اگر وہ بندوں کو  
اور گناہوں میں حائل نہ ہو تو بندے گناہ کرتے ہیں اللہ خود بندوں کو  
گناہوں میں داخل نہیں کرتا۔ (حوالہ: عیون الاخبار الرضا، جلد 1،  
صفحہ 252)

پچھلے ابواب کی طرح سے مشیت کے موضوع کو مکمل کرنے کیلئے ہم تین  
احادیث پیش کر رہے ہیں۔

"مولانا صادقؑ نے فرمایا: اللہ نے حکم دیا مگر چاہا نہیں اور کہیں چاہا ہے حکم  
نہیں دیا جیسے ابھیس آدم کا حکم تو دیا اور چاہا یہ کہ وہ سجدہ نہ کرے اگر وہ  
چاہتا کہ وہ سجدہ کرے تو ضرور کرتا اور آدم کو درخت سے منوع کھانے  
سے منع کیا اور چاہا کہ آدم کھالے اور اگر نہ چاہتا آدم ہر گز نہ کھاتے"

(حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب التوحید، باب 26، حدیث 2، صفحہ

(236)

جیسا کہ ہم نے بیان کیا تھا اکہ اللہ ہم سے اپنے امر (حکم) کے متعلق سوال کرے گا نہ کہ اپنی مشیت کے متعلق، اس حدیث سے مولا صادق نے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ اللہ مشیت سمجھائی ہے اس سے ثابت ہوا کہ ضروری نہیں کہ اللہ کا امر اسکی مشیت بھی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جو اسکی مشیت ہو وہ اسکا حکم بھی دے وہ حکم دیتا ہے ہی آپ کو اپنی اطاعت میں آزمائے کیلئے۔

اتمام جھت کیلئے امام موسیٰ ابن جعفرؑ سے حدیث پیش کر رہے ہیں۔  
مولانا ظمّ نے فرمایا: "اللہ نے ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ اپنے فرزند کو ذبح کرے لیکن اسکی مشیت یہ تھی کہ وہ ذبح نہ کرے۔ اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی کہ وہ اسے ذبح کرے تو وہ ضرور ذبح کر دیتا اور ابراہیم کی مشیت اللہ کی مشیت پر غالب نہیں آسکتی تھی"۔ (حوالہ:- تفسیر نور الشقین،

جلد 1، صفحہ 119)

ہم نے احادیثِ مخصوصیں کی روشنی میں قولِ امام کو دلیل بناتے ہوئے مشیت کو بیان کیا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے قارئیں کو اب مشیت سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی انشاء اللہ۔

اب ہم آگے بڑھتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ "ارادہ" کیا ہے مخلوق کا ارادہ اسکی نیت ہے اور اگر اللہ نے اساب فراہم کیئے تو یہ ارادہ فعل سے تکمیل پاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ اس سال عاشور پر کربلا جاؤ گے؟ آپ کا جواب ہو گا ارادہ تو ہے اگر اساب میر ہوئے تو انشاء اللہ ضرور جاؤں گا۔ یعنی آپ نے نیت کر لی آپ کا ارادہ ہے اب آپ اللہ کی رحمت کے منتظر ہیں اور جب آپ عاشورہ کرنے کربلا پہنچ جائیں تو آپ کا ارادہ پائے تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ یہ تھا مخلوق کا ارادہ جس کے لئے وہ محتاج ہے اپنے رب کا اسی لئے امیر المؤمنینؑ نے فرمایا۔

میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے اللہ پہچانا۔" یہ جملہ اللہ کے وجود پر ایک قوی دلیل ہے۔ یہاں ہم وضاحت کرتے چلیں کہ یہ قول امیر المؤمنینؑ نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے کیلئے نہیں بلکہ مخلوق کے ارادوں کیلئے فرمایا ہے اسکی دلیل ہم آنے والے باب میں دیں گے۔

ہم جب کوئی ارادہ کرتے ہیں اور وہ پورا نہیں ہو پاتا تو ثابت کرتا ہے کہ کوئی ہے جس کے چاہے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اسی لئے انشاء اللہ کہا جاتا ہے

-  
اب ہم ذکر کرتے ہیں اللہ کے ارادے کا اور یقیناً باقی صفات کی طرح اللہ کا ارادہ بھی ہم مخلوق جیسا نہیں ہو سکتا ہے۔

اللہ کا ارادہ کیا ہے یہ تو وہی بتا سکتا ہے جو خود اس کا ارادہ ہو۔ ہم یہاں مولا علی ابن موسیؑ سے ایک حدیث نقل کر رہے ہیں جو واضح کرے گی اللہ کے ارادے کو۔

"راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیؑ رضا سے عرض کیا کہ مجھے اللہ کے ارادہ اور مخلوق کے ارادہ سے مطلع فرمائیے! آپ نے فرمایا: ارادہ خلق ضمیر کی آواز ہے جسکے بعد ان سے کوئی فعل ظاہر ہوتا ہے لیکن اللہ کا ارادہ احادیث یعنی خلق کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ کہ اسکا تعلق فکر و رؤیت سے نہیں، نہ غور و تأمل سے، یہ صفات اس سے دور ہیں یہ تو مخلوق کی صفات ہیں، اللہ کا ارادہ اسکا فعل ہے وہ کسی چیز سے کہتا ہے کن (ہو جا) پس وہ ہو جاتی ہے یہ کن کہنا نہ لفظ سے تعلق رکھتا ہے نہ زبان

کی گویائی سے، نہ ہمت و تلفر سے نہ کسی کیفیت سے کیونکہ کیفیت اسکے لئے ہے ہی نہیں" (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 14، حدیث 3، صفحہ 176)

حدیث مصوص کی روشنی میں مخلوق اور خالق کے اردے میں فرق کی وضاحت کر دی گئی ہے مگر اپنے دلائل کو مزید مضبوط بنانے کیلئے ہم دو احادیث پر اس باب کا اختتام کریں گے۔

"امیر المؤمنین فرماتے ہیں: اللہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے، وہ چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد رکھنے کی زحمت کے وہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب و ضمیر کے" (حوالہ:- تفسیر نور الشفیعین، جلد 1، صفحہ 234)

"مولاموسی کاظم ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں اللہ کے کلام کو منہ کھوں کر لفظ ادا کرنے سے تعییر نہیں کرتا۔ اللہ کا حکم اسکے ارادے کا دوسرا نام ہے" (حوالہ:- تفسیر نور الشفیعین، جلد 1، حدیث 330، صفحہ 234)

ہمیں اپنے قارئین کی فہم پر پورا بھروسہ ہے کہ مشیت اور ارادہ سمجھنے میں اب انہیں کوئی دیقت نہیں ہو گی انشاء اللہ

بداء:

یہ لفظ "بداء" ہو سکتا ہے ہمارے کچھ قارئین کیلئے نیا ہو انہوں نے اس سے پہلے کبھی سنا نہ ہو مگر یہ "عقیدہ بداء" شیعہ عقائد کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے بلکہ امام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ "جس کا بداء پر یقین نہیں وہ ہمارا شیعہ ہی نہیں"

ہماری پوری کوشش ہو گی کہ ہم "بداء" کو سمجھنے کیلئے زیادہ سے زیادہ احادیث مخصوصیں پیش کریں اور اسکی اہمیت کو اجاگر کریں۔

"عقیدہ بداء" یہ ہے کہ اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ اپنا فیصلہ تبدیل کر سکتا ہے اور یہ اچانک نہیں ہوتا بلکہ تحت علم ہوتا ہے۔ ایک واقعہ سے ہم آپ کو بداء سمجھاتے ہیں۔ بداء سے عقیدہ تعطیل کی نفی ہوتی ہے اور یہ قدر یہ فرقے کا عقیدہ ہے۔

"ایک دفعہ حضرت موسیٰ ایک شخص کے سامنے سے گزرے وہی آئی کہ اے موسیٰ یہ شخص کل مر جائے گا۔ حضرت موسیٰ نے اس شخص سے کہا اپنے معاملات سیست لو کل تمہاری موت کا دن مقرر ہوا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت موسیٰ وہاں سے چلے گئے۔ اگلے دن سورج ڈھلنے کے قریب تھا حضرت موسیٰ کا گزر وہاں سے ہوا جہاں وہ شخص کل بیٹھا ہوا تھا تو کیا

دیکھتے ہیں کہ وہ شخص صحیح سلامت وہاں بیٹھا ہے۔ اس شخص نے حضرت موسیٰ سے کہا اسے موسیٰ تم تو کہہ رہے تھے میں آج مر جاؤں گا مگر میں تو زندہ ہوں۔ حضرت موسیٰ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور اللہ سے ہم کلام ہوئے کہ یا اللہ تو نے تو کل کہا تھا کہ یہ شخص آج مر جائے گا مگر یہ تو زندہ ہے۔ آواز باری تعالیٰ آئی بے شک موسیٰ ایسا ہی تھا مگر اس شخص نے صدقہ دے دیا تو ہم نے اس کی عمر میں اضافہ کر دیا۔

اسے کہتے ہیں "بداء" یعنی اللہ نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور اسکے فیصلے میں بدلاً اسکے علم کے کمال کی وجہ سے آتا ہے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ شخص صدقہ دے گا اور میں اسکی زندگی میں اضافہ کر دوں گا۔

امام فرماتے ہیں: بداء کا علم صرف اللہ کو ہے۔

جب بداء کا علم صرف اللہ کو ہے تو پھر کوئی نہیں جانتا کہ کب بداء واقع ہو گی اسی لیے ہمیں دعا کرنے کا حکم تاکید کیا تھا دیا گیا ہے۔ آپ نے اکثر مشاہدہ کیا ہو گا کہ ڈاکٹر ایک مریض کو جواب دے دیتے ہیں اور اسکے لواحقین میں سے کوئی دل سے دعا کرتا ہے اور اللہ اس مریض کو شفاء عطا کر دیتا ہے۔ اگر بداء پر یقین نہ ہو تو دعا بے کار ہو جائے گی جس کا

حکم ہمیں دیا گیا ہے اور رزق میں اضافہ نہ ہو سکے گا اور اسی طرح تقدیر نہیں پلٹ سکے گی۔

اب ہم "بداء" کیلئے احادیث مخصوصیں پیش کرنے جا رہے ہیں اور "بداء" کیلئے جو ہم نے اوپر حدیث بیان کی اسکی تفصیل آنے والے باب میں بیان کریں گے۔

"مولانا صادقؒ نے فرمایا: خدا نے کسی نبی کو نہیں بنایا جب تک تین باتوں کا عہد نہیں لے لیا اول اس کا اقرار کردہ اللہ کا بندہ ہے دوسرے اللہ کا کوئی شریک نہیں تیرا اللہ جس کو چاہتا ہے مقدم کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے موخر کرتا ہے" (حوالہ:- اصول کافی، کتاب توحید، جلد 1، باب 24، حدیث 3، صفحہ 227)

پہلی حدیث میں ہی ہمارے قارئین بداء کی اہمیت کو سمجھ گئے ہوں گے کہ جہاں اللہ نے کسی نبی کو مبجوث ہی نہیں کیا جب تک اس سے تیرا عہد جو کسی چیز کو مقدم اور موخر کرنے کیلئے تھا نہیں لے لیا سے ہی بداء کہتے ہیں یعنی اللہ جب چاہے کسی فیصلے کو بدل دے۔

"مولانا صادق نے فرمایا: اے ہشام بداء کے برابر عظمتِ الہی کا اظہار کسی اور چیز سے نہیں ہوا" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 24، حدیث 1، صفحہ 227)

اس حدیث کو بھی اگر آپ غور سے پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ امام نے بداء کی اہمیت کو کسیے اجاگر کیا ہے اور بتایا ہے کہ عظمتِ الہی کا اظہار بداء کے برابر کسی اور چیز سے نہیں ہوا۔ در حقیقت جب بداء کا کوئی واقعہ سامنے آتا ہے تو سوائے حیرانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

"مولانا باقرؑ سے سورہ النعام کی اس آیت کے متعلق فرمایا (سورہ النعام: 02): موت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اجل محتوم یعنی جس کا علم اللہ کے بعض بندوں کو ہو جیسے انبیاء کو بعض لوگوں کی موت کو وقت بتا دیا جاتا ہے۔ دوم اجل موقوف جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہوتا" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 24، حدیث 4، صفحہ 228)

اس حدیث میں مولانے قرآنی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے موت کی دو قسمیں بتائیں ہیں۔ ایک اجل محتوم اور دوسری اجل موقوف۔

اجل محتوم کا علم انبیاء کو اور اپنے کچھ برگزیدہ بندوں کو دیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے اس باب کی ابتداء میں حضرت موسیٰ والا واقعہ بیان کیا تھا وہ اجل محتوم ہے اور اس کا علم امیر المؤمنینؑ کے صحابی رشید جبڑی کو بھی تھا۔ لیکن اجل موقوف کا علم صرف اللہ کے پاس ہے جس کا تعلق بداء سے ہے۔

"راوی کہتا ہے کہ میں نے مولا باقرؑ کہتے سنا: علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم تزوہ ہے جو اللہ کے پاس ہے اور کسی دوسرے کو اس اطلاع نہیں اور ایک علم وہ ہے جو اس نے ملائکہ اور مرسلین کو دیا ہے اور جو اس نے فرشتوں اور رسولوں کو علم دیا ہے تو اس میں نہ وہ اپنے نفس کی تکنیب کرتا ہے اور نہ اپنے ملائکہ اور مرسلین اور جو علم اس کے پاس محفوظ ہے اس میں وہ جس چیز کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے مورخ کر دیتا ہے اور جیسے چاہتا ہے ثابت کرتا ہے"۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد

1، کتاب توحید، باب 24، حدیث 6، صفحہ 228)

ایک مقام پر مولا صادقؑ فرماتے ہیں

”مولانا صادقؒ نے فرمایا: اللہ کے علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم مکنون  
مخروون ہے۔ اللہ کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا اور اسی سے بداء کا تعلق  
ہے۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 24، حدیث 8،  
صفحہ 229)

آپ نے غور کیا ہو گا کہ ان دو احادیث میں امامؐ نے اللہ کے علم پر گفتگو کی  
ہے اور سمجھایا ہے کہ اللہ کے دو علم ہیں ایک علم وہ ہے جو اس نے انبیاء،  
مرسلین ملائکہ کو عطا کیا ہے وہ علم ہمارے آئندہ کے پاس بھی ہے۔ مگر علم  
مکنون وہ علم ہے جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اللہ نے کسی کو  
دیا ہے بداء کا تعلق اسی علم سے ہے اب جو بھی شخص ہوئی تقدیر کو پلٹ کر  
بداء کرے سمجھ لیتا چاہیے کہ وہ اللہ کا علم مکنون ہے۔  
اب جو حدیث ہم پیش کرنے جا رہے ہیں وہ بداء کی اہمیت اجاگر کر رہی  
ہے اور اس حدیث سے موافقت رکھتی ہے جو ہم نے اس باب میں سب  
سے پہلے بیان کی تھی۔

"مولا صادقؑ نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ اقرار بدائع میں کتنا ثواب عظیم

ہے تو وہ اس کے متعلق گفتگو کرنے سے رو گردانی نہ کرتے" (حوالہ:-

اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید، باب 24، حدیث 12، صفحہ 229)

شیعوں کی اکثریت اس بات سے تو وہ اس لفظ سے بھی نا آشنا ہے اور

اسکی وجہ خطیبوں اور نہاد علماء کے بہرو سے اپنے دین کو چھوڑ دیتا ہے۔

بداء کی اہمیت کو آئندہ نے بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کی دلیل یہ احادیث ہیں۔

امام محمد ابن علی باقر فرماتے ہیں کہ

"ضریں نے مولا باقرؑ سے روایت کیا کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا

! اللہ کے دو علم ہیں ایک علم مبذول اور ایک علم مکنوف۔ علم مبذول وہ

علم ہے کہ جس علم میں کوئی شے ایسی نہیں جس کا علم ملائکہ اور رسولوں کے

پاس ہو مگر ہم اسے جانتے ہیں اور مکنوف علم وہ ہے کہ جو اللہ نے ام

الکتاب میں رکھا ہوا ہے جب وہ ام الکتاب سے لکھتا ہے تو نافذ ہوتا ہے"

(بصائر الدر جات، جلد 1، حدیث 1، صفحہ 305)

اس حدیث میں مولاؑ نے واضح کر دیا کہ وہ علم جسے اللہ کے سواء کوئی نہیں جانتا وہ ام الکتاب میں مرکھا ہے۔ انشاء اللہ مولاؑ ہماری رہنمائی فرمائیں گے تو ہم ڈھونڈ لیں گے اس علم کو جو ام الکتاب میں ہے اور ام الکتاب کون ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اللہ نہیں ہے

"حران سے روایت ہے کہ مولا باقر فرمایا: قضاۓ و قدر اسکے علم میں خلق سے پہلے موجود ہے اور فرشتوں تک پہنچانے سے پہلے اس کے علم میں ہے۔ اے حران اللہ کے پاس ایک ایسا علم ہے جو مقدر اور موقوف ہے اور اس کے متعلق ابھی فیصلہ نہیں ہوا اسکو اسکے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس میں اسی کی مشیت ہے جب ارادہ کرتا ہے تو اسکا فیصلہ کر دیتا ہے"

(حوالہ:- بصائر الدرجات، جلد 1، حدیث 2، صفحہ 314)

اس حدیث میں بھی مولاؑ نے علم، مشیت اور بداع تینوں کو واضح کر دیا ہے

"راوی نے مولا صادقؑ سے سنا کہ: اللہ کے دو علم ہیں ایک وہ علم جو خزوں و پوشیدہ ہے جس کا علم اسکے سوا کسی کو نہیں اسی علم سے بداع ہوتا ہے۔"

(حوالہ:- التوحید، صفحہ 364)

ہماری گزارش ہے کہ اس حدیث کو اور اس باب میں چیش کی گئیں احادیث کو اپنے اذہان میں محفوظ رکھئے گلائے گے چل کر یہ احادیث بات کو سمجھنے میں بہت مدد کریں گی۔ اس حدیث میں بھی مولاؑ نے وضاحت کی اس علم کی جو پوشیدہ ہے جسے اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اسی سے بداء ہے اب جو حدیث ہم چیش کرنے جا رہے ہیں یہ ہمارے پہلے موقف کی دلیل ہے کہ بداء اچانک واقع نہیں ہوتی بلکہ وہ علم الہی میں پہلے سے موجود ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو اللہ کو اس واقع سے لامعہ ماننا پڑے گا جو کہ کفر ہے شرک ہے اور دین سے فوراً خارج ہونے کا سبب ہے۔

"مولا صادقؑ نے فرمایا: کسی چیز میں اللہ کیلئے بداء واقع نہیں ہوتی مگر یہ کہ اسکے ظاہر ہونے سے پہلے وہ اللہ کے علم میں تھا"۔ (اصول کافی، جلد 1،

کتاب توحید، باب 24، حدیث 9، صفحہ 229)

یہاں بات مکمل بھی ہو گئی اور واضح بھی مولاؑ نے واضح الفاظ میں بتادیا کہ بداء ہونے سے قبل وہ اللہ کے علم میں تھا۔

احدیث مخصوص میں گاہداریت ہوئے ہم نے بداع کو ثابت کیا ہے اور اس موضوع کی تجھیل کی ہے ہمارے قارئین صاحب فہم ہیں یقیناً اتنے ہی دلائل کافی ہیں اس معاملے کو سمجھنے کیلئے ورنہ دلائل اور بھی ہیں۔

اور جیسا کہ ہم نے اس باب کے ابتداء میں کہا تھا کہ کہ ایک واقعہ بداع کا ہم پر ادھار ہے جس کا ذکر ہے اامت کے باب میں کریں گے۔ انشاء اللہ

### ساق (پنڈلی) کا مطلب

قُومٌ يُكَشِّفُ عَنْ سَاقٍ وَيَنْدِعُونَ إِلَى الشُّجُودِ فَلَا يُسْتَطِعُونَ (سورہ القلم آیت 42)

"جس دن پنڈلی سے حجاب ہٹایا جائے گا اور انہیں سجدے کیلئے بلا یا جائے گا"

قرآن کے معاملے میں کچھ اپنے اور سارے پراؤں کا ایک ہی عقیدہ ہے کہ اسکے ظاہر پر بھی عمل کر لیا جائے یا ظاہر پر بھی بات کر لی جائے تو غلط نہیں۔

غیر وہ سے نہ تو میرا کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی ان سے میں مخاطب ہوں مگر میرے وہ اپنے جو خوش عقیدہ ہیں لیکن اسکے باوجود بھی تکسین نفس

کیلئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کی بعض آیات کا ظاہر بالکل واضح ہے اس لیے اسکے ظاہر پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ میرے ان انہوں سے دست بستہ گزارش ہے کہ جن آیات کے ظاہر پر آپ بات کرتے ہیں گویا ان آیات میں آپ کو تفسیر مخصوص کی ضرورت ہی نہیں ہے تو پھر آپ میں اور غیر میں کیا فرق ہوا وہ پورے قرآن کیلئے آلِ محمدؐ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور آپ کچھ آیات میں۔

لیکن ایسا ہے نہیں کیوں رسول اللہ نے اہل بیت اور قرآن کو ساتھ ساتھ رکھنے کا حکم دیا ہے نہ کہ اپنی مرضی سے جو اچھا لگے مراد لے لو۔

یہ عمل اپنے عقیدے پر خود کش حملے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیوں کہ ضروری نہیں کہ جن الفاظ سے آپ ترجمہ کے لحاظ سے مراد لے رہے ہیں اللہ کی بھی وہی مراد ہو دیوں غالب کا پہلا شعر ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا  
کاغذی ہے پیرا، ان ہر پیکرِ تصویر کا

شار حین نے پہلے ہی شعر پر قلم چھوڑ دیا اور غالب نے اس شعر کی تشریع خود کی۔ توجہ اللہ کی ایک مخلوق کے کلام کا یہ حال ہے تو پھر اللہ کے کلام کا ظاہر بھی ہم کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کے ظاہر سے ہم کچھ نہیں سمجھ سکتے تو قرآن پڑھنے کا فائدہ کیا اور اس میں غور و فکر کس چیز میں کرنا چاہیے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پڑھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس میں غور و فکر کر کے آپ ایک سوال قائم کرتے ہیں اور وہ سوال لے کر امام کے پاس جاتے ہیں وہ آپ کو سمجھاتے ہیں کہ یہاں اس لفظ سے اللہ کی مراد کیا ہے۔ اور قرآن پڑھنا ایسے بھی ضروری ہے کہ کہیں امام نے قرآنی آیت یا آیت کے کسی لفظ کی تفسیر بتا کر کی ہے اور کہیں بغیر بتائے اگر آپ نے قرآن سمجھ کر اور غور و فکر کر کے پڑھا ہی نہیں ہو گا تو آپ کیسے سمجھیں گے کہ امام کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ اور قرآن پڑھنا یقیناً ثواب کا بھی عمل ہے۔

بجر حال ساق (پنڈلی) والا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے اغیار نے اس سے مراد اللہ کی پنڈلی لے لی گویا اللہ روز محشر بیٹھا ہو گا اور اپنی پنڈلی پر سے حجاب ہٹائے گا تو لوگ سجدے میں گر پڑیں گے تو ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کے بھائی جب اللہ میرے سامنے ہو گا تو کوئی پاگل ہی ہو گا جو اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر بھی پنڈلی سے حجاب ہٹنے کا انتظار کرے گا سجدہ کرنے کیلئے جبکہ پورا بدن اور چہرہ سامنے ہو گا۔

اب آئیے اپنوں کی طرف انہوں نے بھی کمال کیا کہ اللہ ہٹا کر علیٰ کہہ دیا تو سوال ان سے بھی وہی ہے جو غیروں سے ہے کہ میں اپنے مولاً کو دیکھ کر سجدہ کیوں نہ کروں اگری پنڈلی سے حجاب ہٹنے کا انتظار کیوں کروں، یہ نتیجہ ہے قرآن کو آلِ محمدؐ سے نہ لینے کا۔

قرآن کے بارے میں ہم صرف دو احادیث پیش کر رہے ہیں جو صاحبان عقل کیلئے بہت ہیں۔

---

"امیر المؤمنین" فرماتے ہیں کہ: کتاب اللہ کی کچھ باتوں کی تاویل (تفیر)

---

تنزیل (نزول) کے خلاف ہوتی ہے" (حوالہ: التوحید صفحہ 221)

اور دوسری حدیث ہمارے موقوف کیلئے برهان ہے۔

مولانا علیؒ ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ "تجھے اپنی رائے سے تفسیر قرآن کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ تم علماء (آئندہ) سے سمجھ لو۔ کیونکہ اکثر تنزیل انسانی کلام کے مشابہ ہوتی ہے اور وہ اللہ کا کلام ہے اور اسکی تاویل یہ ہے کہ وہ انسانی کلام کے مشابہ نہیں ہوتا اور نہ اسکا کلام انسانی کلام جیسا ہوتا ہے اور اسکا کلام انسانی کلام کے بالکل مشابہ نہیں ہوتا۔ اللہ کا کلام اسکی صفت ہے اور انسانی کلام اسکے افعال سے متعلق ہے اس لئے اللہ کا کلام انسانی کلام کے مشابہ نہیں ہو سکتا اور نہ تو ہلاک اور گمراہ ہو جائے گا"۔ (حوالہ:- التوحید، صفحہ 220)

اب ہم اس آیت کی طرف آتے ہیں جو ہم نے اس موضوع کے سرناہ میں لکھی تھی۔

"جس دن پنڈلی سے حجاب ہٹایا جائے گا اور انہیں سجدے کیلئے بلا یا جائے گا" کی تفسیر میں مولارضاؑ نے فرمایا: "ساق (پنڈلی) سے مراد نور کا حجاب ہے جو ہٹا دیا جائے گا تو مومنین سجدے میں گر جائیں گے اور منافقین کی پشت اکڑ جائے گی اسلیئے وہ سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوں گے"

(حوالہ:- عیون الاخبار الرضا، جلد 1، ص 205)

کوئی بھی مومن مجھے یہ سمجھا سکتا ہے کہ دنیا کی کوئی لفٹ میں "ساق" کا  
مطلوب "نور" ہے؟

قرآن صامت اللہ کا کلام ہے اس کو وہی سمجھائے گا جو "لسان اللہ" ہو۔  
یہ ایک الگ بات ہے کہ وہ نور کون ہے یا کس کا ہے۔ اس پر آنے والے  
باب میں بات کریں گے۔

اس موضوع کو سمجھتے ہوئے ہم دو احادیث پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ کی  
تشفی ہو جائے۔

"امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ: جبار بہت برکت والا ہے اور اپنی پنڈلی  
کی طرف اشارہ کیا پھر چادر کو اس سے ہٹایا اس سے مراد یہ ہے کہ جبار  
بڑی برکت والا ہے اس سے کہ اس کا وصف اس "ساق" (پنڈلی) سے کیا  
جائے جو اس (شخص) کی صفت ہے" (حوالہ:- التوحید، حدیث 2، صفحہ

(121)

یعنی جو یہ عقیدہ رکھے کہ اس ساق سے مراد اللہ یا المام کی ساق ہے تو وہ  
اپنی اصلاح کر لے۔

"روایی نے مولا جعفر صادقؑ سے اللہ کے قول "یوم یکشہ عن ساق" کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپؑ نے چادر کو پنڈلی سے ہٹایا اور آپؑ دوسرا ہاتھ آپؑ کے سر پر تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا رب اعلیٰ پاک و پاکیزہ ہے" (حوالہ: التوحید، حدیث 3، صفحہ 122)

آخری حدیث میں اگر آپ غور کریں تو ہمارے موقف کی دلیل ہے کہ قرآن کیوں پڑھنا چاہئے اور اس میں غور و فکر کیا ہے۔ اگر پوچھنے والا قرآن پڑھتا ہی نہیں اور غور و فکر نہ کرتا تو یہ کیسے سوال کرتا کہ "ساق" سے کیا مراد ہے۔

ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارا مدعا بھی گئے ہوں گے جو کہ ہم نے احادیث معصومینؐ سے ثابت بھی کیا ہے الحمد للہ!

### آغازِ معرفت:

ہم نے اپنی کتاب کا محور و مرکز معرفت کو بنایا ہے جس کے بغیر کسی کا بھی اقرار یا انکار پیکار ہے اور جس کے بغیر کوئی بھی عمل نہ قابل قبول ہے جو کہ ہم گز شستہ ابواب میں احادیثِ معصومینؐ کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں۔

مخلوق کیلئے ہر چیز کی ابتداء ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ معرفت کی ابتداء نہیں ہو۔

معرفت کی ابتداء یومِ الست ہوئی جب اللہ نے پشتِ آدم سے قیامت تک آنے والے ہر نفس کو نکال کر اپنے سامنے کھرا کیا اور بالکل اسی طرح اختتام بھی کرے گا جب وہ روزِ محشر دوبارہ اول سے آخر تک سب کو جمع کرے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے یومِ الست کیوں سب کو جمع کیا؟  
توجہ اب یہ ہے کہ اس دن اللہ نے معرفت کی بنیاد رکھی انسان کیلئے اور سب کو اپنے نفس کی معرفت کروائی اور عہد لے لیا اس معرفت پر اور محمد رسول کی نبوت اور علیؑ امیر المؤمنین کی ولایت پر بھی عہد لیا اور ان تینوں عہدوں کی معرفت کو فطرتِ انسانی میں بودیا اب جو بھی کسی بھی دور میں دنیا میں آئے گا وہ فطرت پر آئے گا۔ جیسا کہ یہ حدیث وضاحت کر رہی ہے۔

"امام جعفر صادقؑ نے آیت "یہی اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس پر  
اس نے انسانوں کو خلق کیا" (سورہ روم: 30) کی تفسیر میں فرمایا: یعنی  
"توحید، محمدؐ، اور امیر المؤمنینؑ پر"

اور جب ہم نے پہلی بات کی تھی کہ اللہ میں اللہ نے اپنے نفس کی  
معرفت کروائی تھی اسی بات کو آگے بڑھاتے ہیں اسکے بعد محمدؐ کی نبوت  
اور رسالت اور امیر المؤمنینؑ کی ولایت کا عہد لیا۔ جیسا کہ امام فرماتے ہیں

"امام جعفر صادقؑ نے اللہ کے فرمان" اور (وہ وقت یاد کرو) جب  
تمہارے رب نے اولاد آدم کی پیشتوں سے ان کی اولاد کو لیا" (سورہ  
اعراف: 171) کے متعلق فرمایا: اللہ نے پشت آدم سے آدم کی قیامت  
تک کی اولاد کو نکالا جو چھوٹے ذریعات کی مانند تھے تو اللہ نے انہیں اپنے  
نفس کا تعارف کرادیا اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی اپنے رب کو نہیں پہچان سکتا۔  
پھر فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں کیوں نہیں  
۔۔۔ پھر فرمایا: یہ محمدؐ میر ارسول اور علیؑ امیر المؤمنین میر اخیلہ اور امین ہے

"حوالہ: - بصار الدرجات، جلد 1، صفحہ 205، حدیث 6)

اب یہ الگ بحث ہے کہ کس نے اپنے نفس کی معرفت کروائی اور صدا دی "الست بر کم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں لیکن ایک بات واضح ہے کہ اپنے نفس کی معرفت کروانے والا بھی اسم اور صد الگانے والا بھی اسم تھا۔

اس فطرت انسانی جس پر اللہ نے انسان کو خلق کیا ہے اپنے اذہان میں محفوظ رکھیے گا آنے والے باب میں ہم اس پر گفتگو کریں گے۔

#### اعجازِ معرفت:

یہ معرفت کروانے کے بعد جن لوگوں نے ان تینوں عہدوں کا اقرار کیا اللہ نے ان کے نفوس میں تھم معرفت بودیا اور اسی تھم نے محبت کو جنم دیا اور جب عہد کیتے ہوئے تمام نفوس نے نظر اٹھائی تو مسلمانے ایک کمال حسن کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اب اس عہد پر قائم رہنا وہ آواز ساعت میں شہد کی سی محساں گھولتی چلی گئی۔

نغمہ اس کا سا کہاں نغمگی اسکی سی کہاں

صوت یا را ایک طرف صوت ہزار ایک طرف

انگریزی کا ایک محاورہ ہے (Love at First Sight) یعنی مہلی نظر

میں محبت اور یہ محاورہ ایسا لگتا ہے کہ الاست کیلئے ہی وضع کیا گیا ہے۔

جب نظر اس من موہنی صورت پر گئی تو پلک جھپٹنا بھول گئی اور دل بے

ساختہ بولا

پر تو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم

میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

دل میں اسی دن ٹھان لی کہ ہمیشہ سر اس شہنشاہِ حسن و جمال کی اطاعت

میں خم رکھنا ہے اسی کی محبت میں جینا ہے اور اسی کی محبت میں مرننا ہے

کیونکہ

محبت میں نہیں ہے فرق جیسے اور ہر نے کا

اللہ نے ان عہدوں کے اقرار کرنے والوں پر نظر کرم کی اور ان سب کو

اپنے رنگ میں رنگ دیا اور ان سب کے قلوب کو محبت کی ڈور میں پروردیا

اسی لیئے امام فرماتے ہیں "مومن مومن کا سکا بھائی ہے" یہ الگ بات ہے

کہ اللہ کا رنگ کونا ہے جس میں اس نے مومنین کو رنگ دیا اس پر بھی

ہم آنے والے باب میں گفتگو کریں گے۔

### اثرات معرفت

بارش کا قطرہ جب مٹی پر گرتا ہے تو اسی خوشبو کو جنم دیتا ہے جس کا مقابلہ قیامت تک کے پر فیوم کی خوشبو نہیں کر سکتی۔ مگر جب وہی قطرہ کسی گڑ کی کچھ پر گرتا ہے تو بد بو پیدا کرتا ہے۔

ایسا ہی کچھ الاست میں ہوا موسیٰ بن کی عقول نے اس سے محبت کو جنم دیا اور انکے نفوس نے عقل کی پیروی کی۔

مگر جب یہی معرفت دوسروں کے سامنے آئی تو انکے نفوس نے ہٹ دھرمی دکھائی اور اپنے اندر حسد و بغض کا بیچ بودیا۔ ایک ہی معرفت کے دو اثرات سامنے آئے اس حسد و بغض نے علیٰ امیر المؤمنین کا انکار کیا۔

"امام فرماتے ہیں کہ "جب اللہ نے الاست میں تمام نفوس سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا بے شک تو ہمارا رب ہے، پھر اللہ نے محمد رسول کی نبوت و رسالت کا عہد لیا تو اقرار کرنے والوں کی تعداد کم مگر جب اللہ نے علیٰ میں ولایت کا عہد لیا تو اقرار کرنے والوں کی تعداد اتنی کم ہو گئی کہ گئی جا سکتی تھی"۔

اب جس موسن کی معرفت میں اضافہ ہوتا رہے گا اسکی محبت بھی پروان چڑھتی رہے گی اور جیسے جیسے معرفت و محبت بڑھے گی ویسے ویسے ہی اطاعت بڑھے گی محبت کبھی بھی حکمِ امام پر غالب نہیں آسکتی۔ کیونکہ محبت اطاعت سکھاتی ہے نہ کہ نافرمانی۔

دوسری طرف جیسے جیسے معرفت بڑھے گی ویسے ویسے بعض و عناد بڑھے گا اور جب بعض و عناد بڑھے گا تو نافرمانی بھی پروان چڑھتی رہے گی۔ اسی لئے جب موسن کی معرفت کمال پر پہنچتی ہے تو وہ عارف کامل کہلاتا ہے اور جس دشمن کی معرفت کمال پر پہنچتی ہے تو شیطان کہلاتا ہے۔ ویسے تو شیطان سے بھی بڑا ایک شخص ہے مگر اسکا نام لینا ہم یہاں مناسبت نہیں سمجھتے۔

### معرفتِ امامت

میں نے معرفتِ توحید کے باب میں لکھا تھا کہ "یہ ہماری کتاب میں دل کی حیثیت رکھتا ہے" اور یہاں میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہ باب ہماری کتاب میں اس دل کی دھڑکن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور دھڑکن کے بغیر دل کسی کام

کا نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح معرفتِ امامت کے بغیر معرفتِ توحید  
سوائے بت پرستی کے اور کچھ نہیں جو شرک بھی ہے اور کفر بھی۔

آپ تیقین جائیئے پچھلے تمام ابواب اس باب کی تمهید کیلئے تھے اور ہمارے  
سارے دلائل آپ کو یہاں تک لانے کیلئے تھے۔ کیونکہ مذہب شیعہ کے  
سارے اصولِ دین اس ایک معرفت کے گرد گھوم رہے ہیں تو گویا  
معرفتِ امامتِ مركب و محورِ دین ہے اور اسی کا حصار دین کے گرد کھچا ہوا  
ہے۔

امامت وہ بے کراں سمندر ہے جس کی گہرائی کو ناپنے والے اس کی  
معمولی سی موجودوں میں ہی غرق ہو کر رہ گئے۔ امامت ایک ایسا بلند پہاڑ  
ہے جسکی بلندی کا اندازہ لگانے والے مذکور کے بل زمین میں دفن ہو گئے۔  
امامت ایک ایسا شجر ہے جسکی شاخیں عالمین کو گھیرے ہوئے ہیں۔  
امامت ایک ایسا سورج ہے جس کی روشنی کے سامنے لاکھوں سورج روشنی  
کی بھیک مانگتے ہیں۔ امامت ایک ایسا چاند ہے جس کا نور تارکیوں میں  
ڈوبے ہوئے کو ظلمات سے نور کی طرف لاتا ہے۔ امامت ایک ایسا بیت  
المعور ہے جس کی وجہ سے کعبہ، کعبہ بناتے ہے۔ امامت ایک ایسا ہاتھ ہے

جس کے دستِ قدرت میں عالمین کی نبضیں ہیں۔ امامت ایک ایسی آنکھ ہے جس سے عالمین کی کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ امامت ایک ایسا کان ہے جو ہر شے کی صدا کو سنا ہے۔ امامت ایک ایسی حکومت ہے جس کے ایک چھوٹے سے علاقے کا ہام عالمین ہے۔ امامت ایک ایسا علم ہے جو ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ امامت ایک ایسا قلعہ ہے جس کی بنیادیں زمین کی گہرائیوں سے زیادہ گہری اور جسکی دیواریں عالمین کی حدود سے بلند ہیں، امامت ایک ایسی پناہ گاہ ہے کہ جو بھی اس میں آگیا وہ امان پا گیا۔ امامت ایک ایسا شفیق باپ ہے جو مومنین پر دنیا اور آخرت میں مہربان ہے۔ امامت ایک ایسا قہر ہے جو دشمنانِ دین پر زمین ٹنگ کر دے گا۔ امامت ایک ایسی تکوار ہے جو دشمنِ رسول و اللہ کو انصاف کیسا تھے قتل کرتی ہے، امامت ایک ایسی بیت ہے جس کے سامنے سرکش و جبار اپنی ناک رگڑتے ہیں۔ امامت ایک ایسا حسن جمال و مکمال ہے جس سے دنیا میں سے سے زیادہ محبت کی گئی اور امامت ایک ایسی مظلومیت ہے جس سے بعض و دشمنی بھی سب سے زیادہ رکھی گئی۔

### امامت کی منزیلیں:

ابتداء میں یہ موضوع ہمارا مقصود نہ تھا مگر پھر ہم نے اپنے ان قارئین کے بارے میں سوچا جو ابھی دین کی ابتدائی منزل پر ہیں تو ان کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور جو صفات امامت ہم نے بیان کی ہیں وہ امامت کی آخری منزل ہے۔ ہم یہاں اس موضوع کی ابتداء امامت کی پہلی منزل سے کر رہے ہیں امام کی دو قسمیں ہیں جو قرآن میں بیان کی گئیں ہیں دوسری قسم کے امام وہ ہیں جو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ہمارا مقصود وہ امام نہیں ہیں اس لئے ان پر بات بھی نہیں کر رہے۔ امامت کی تین منزلیں ہیں جو ہم کو شش کریں گے کہ آسان الفاظ اور احادیث مخصوصیں<sup>۱</sup> کی روشنی میں بیان کریں۔

امامت کی پہلی منزل حضرت آدم سے شروع ہوتی اور حضرت ابراہیم سے پہلے حضرت تارخ پر اختتام پذیر ہوتی ہے، کیونکہ ہر نبی جنت خدا ہوتا ہے اور وہی جنت اس امت کا جس کی طرف وہ نبی بننا کر بھیجا گیا ہے اس کا امام بھی ہوتا ہے۔ لہذا پہلی منزل کی امامت محدود ہوتی ہے زمین کے اس حصے اور اس امت تک جس کا وہ نبی ہوتا ہے۔

جیسا کہ امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں "زمین اللہ کی جنت سے خالی نہیں رہتی اس میں ایک امام ضرور ہوتا ہے تاکہ مومنین امر دین میں کوئی زیادتی کریں تو وہ رد کرے اور اگر کوئی کمی کریں تو وہ اس کو پورا کر دے" (حوالہ:- اصولِ کافی جلد 2، کتاب الحجت، باب 5، حدیث 1، صفحہ 25)

ویسا تو ہمارا مقصد آپؐ کو امامتِ مطلقہ کی معرفت کروانا ہے مگر جب آپؐ یہ منزلیں طے کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے گے تو وہاں آپؐ کو بات سمجھنے میں اور ہمیں سمجھانے میں آسانی ہو گی۔ اسی موقف کو جاری رکھتے ہوئے ہم یہاں ایک اور حدیث پیش کر رہے ہیں جو امام محمد باقرؑ نے پیان فرمائی ہے۔

"مولانا باقرؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر جب سے آدم کا انتقال کیا کبھی لہنی زمین کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا یہ امام لوگو کو اللہ کی طرف ہدایت کرتا ہے اور اسکے بندوں پر اسکی جنت ہوتا ہے۔ زمین کسی بھی وقت وجودِ امام سے خالی نہیں رہی۔ یہ امام جنتِ خدا ہوتا ہے اسکے بندوں پر"۔ (حوالہ:- اصولِ کافی، جلد 2، کتاب الحجت، باب 5، حدیث 8، صفحہ 27)

امامت کی دوسری منزل پہلی سے بہت و سچ و عریض ہے اور اس میں کچھ درجات ہیں۔ یہ امامت حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوئی اور حضرت ختنی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوئی۔ جناب ابراہیمؑ کی امامت اور حضرت آدمؑ سے لے کر تاریخ کی امامت میں جو واضح فرق ہے وہ امامت کے دائرہ کا ہے یعنی حضرت ابراہیمؑ کی امامت کا دائرہ صرف اپنی امت تک محدود نہ تھا بلکہ اللہ نے انکو تمام انسانوں کا امام بنایا۔ جیسا کہ یہ آیت گواہی دی رہی ہے۔

ترجمہ: "اور جب کہ ابراہیمؑ کے رب نے انکا امتحان لیا چند کلمات سے تو اس نے انہیں پورا کیا تو اللہ نے فرمایا تو میں تمہیں سب انسانوں کا امام بنانے والا ہوں۔" (سورہ بقرہ: 124)

اس آیت کو پڑھ کر یہ تو سمجھ آگیا کہ ابراہیمؑ کو سب انسانوں کا امام اللہ نے بنادیا لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ امامت ایسے ہی نہیں مل گئی اس کیلئے جناب ابراہیمؑ کو کسی امتحان سے گزرنا پڑا اور اس امتحان میں کامیاب بھی ہونا تھا۔ تو ہمیں اب دیکھنا ہے کہ قرآن کی کوئی بھی آیت بغیر ناطق قرآن کے سمجھنا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں کہ "فَإِنَّمَا" سے کیا

مراد ہے؟ اور یہی بات مفضل کو امام صادق آل محمد کے در پر لائی اور اس نے امام سے پوچھا "مولانا اللہ کے فرمان "فائیتمہن" کیا مطلب ہے؟ امام نے فرمایا: قائم تک بارہ آنکہ گو پورا گناہ تھا" (حوالہ:- مناقب ابن شہر آشوب، جلد 1، صفحہ 235)

ہمارے قارئین کو غور و فکر کرنا پڑے گا کہ جناب ابرہیم جو خلیل اللہ ہیں، اول العزم نبی صاحب شریعت نبی ہیں مگر اسکے باوجود جو امامت اللہ نے انکو دی ہے کل انسانوں کی اسکی شرط جس کو اللہ نے امتحان کہا وہ بارہ آنکہ کے اسماء تھے۔

یہ امامت گو کہ اختتام پذیر ہمارے نبی محمد مصطفیٰ پر ہوتی ہے مگر اسکے باوجود امامت کے درجات میں فرق ہے اور اس سلسلہ امامت کے بلند ترین درجے پر ہمارے نبی فائز ہیں کیونکہ وہ صرف انسانوں پر جنت نہ تھے بلکہ تمام مخلوق جو عالمین میں ہیں ان پر جنت ہیں اور ہر شے اسکی مطیع ہے۔

اب اگر آپ یہاں تک سمجھ چکے ہیں تو ہم اپنے مقصد کی طرف بڑھتے ہیں جو امامت مطلقہ ہے۔

### امامت مطلقہ:

ہماری گفتگو کی ابتداء سے لے کر انتہا تک منزل مقصود یہی امامت ہے جس کے بارہ (12) مظاہر کامل ہیں اور اول مخلوق کی خلقت سے لیکر جنت کی ابدی زندگی تک اس تعداد میں نہ تو اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی کیوں نکہ اگر اس کی تعداد میں کسی یا زیادتی ہوئی تو دین ختم ہو جائے گا۔ تو اب جو بھی اس تعداد میں اضافہ کرے یا کسی تو سمجھ لججھے گا اسکا اللہ کے دین سے کوئی لینا دینا نہیں۔

اور اللہ نے بھی کیا خوب بندوبست کیا کہ صرف تعداد بتا کر جن و انس کو محتاج چھوڑ دیا محمد و آل محمد کا۔ تاکہ لوگ اپنی مر رضی سے یہ بارہ امام نہ بنائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "یقیناً اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد جس دن سے اللہ نے آسمان اور زمین کو خلق کیا اللہ کی کتاب میں بارہ (12) (ہی) مہینوں ہیں۔ ان میں چار حرمت والے ہیں اور یہی پکار دین (دین القیم) ہے" (سورہ نور: 36)

مولانا امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "چار حرمت والے مہینوں سے مراد  
علیٰ، حسن، حسین، اور قائم ہیں" (حوالہ:- مناقب ابن شہر آشوب، جلد

1، صفحہ 239)

ایک اور مقام پر امام فرماتے ہیں کہ "بارہ (12) مہینوں سے مراد ہم  
(12) آئندہ ہیں"

آپ یقین جانیے کہ ہمارا قطعائیہ مقصد نہ تھا کہ آئندہ کی تعداد بارہ ہے یہ  
ثابت کرنے کیلئے ہم احادیث مخصوصیں پیش کریں کیونکہ آپ صاحبان  
عقل ہیں اور بارہ آئندہ کے مانندے والے ہیں مگر یہ کتاب کچھ بد نسب اور کم  
طرف لوگوں کے ہاتھ میں جائے گی جنکے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے  
کہ امام بارہ ہیں اور وہ بارہ کوئں ہیں۔

امامت دراصل ایک عہدہ ہے اور جو بھی اس عہدہ پر فائز ہو گا اسکے  
پاس ولایت کا ہونا لازمی ہے جس سے کہ وہ معجزہ دکھا کر اپنے آپ کو  
جحتِ خدا ثابت کرتا ہے۔

اب جو جتنی بڑی جحت ہوگی وہ اتنی ہی ولایت رکھتا ہو گا اور جو سب سے  
بڑی جحت یعنی جحتِ بالغہ ہو گا اسکی ولایت بھی سب سے زیادہ ہوگی۔

امامت پر ایک حدیث ہم نقل کر رہے ہیں اور اگر یہ لکھ کر ہی ہم کتاب کا اختتام کر دیں تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔

"مولارضاؑ کی ایک طویل حدیث ہے جس میں مولاؑ فرماتے ہیں امامت منزلت انبیاء ہے میراث اور یاء ہے امامت اللہ کی خلافت ہے رسول اللہ کی جانشی ہے اور مقام امیر المؤمنین ہے اور میراث حسن و حسین ہے۔ امام ہی سے نماز، زکوٰۃ و روزہ، حج و جہاد کا تعلق ہے جو ان سے الگ رہا ہلاک ہوا، امام مومن کیلئے مہربان ساختی ہے، شفیق باب ہے اور سگا بھائی ہے اور ایسا ہمدرد اور مہربان ہے جیسے ماں چھوٹے بچے پر اور بندوں کا فریادرس ہے مصائب و آلام میں۔

شعراء تھک کر رہ گئے اہل ادب عاجز ہو گئے اور صاحبان بلا غت عاجز آگئے امام کی ایک شان کو بیان نہ کر سکے اور اس کی کسی فضیلت کی تعریف نہ کر سکے انہوں نے اپنے مجز کا اقرار کیا اور اپنی کوتاہی کے قائل ہوئے، پس جب امام کے ایک وصف کا یہ حال ہے تو اس کی تمام صفات کو کس کی طاقت ہے بیان کر سکے اور ان کے حلقہ پر روشی ڈالے یا اس امر

الامامت کے متعلق کچھ سمجھو سکے "۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 2، کتاب  
المحجت، باب 15، حدیث 1، صفحہ 65)

آپ یقین جانیے نہ تو میرے پاس الفاظ ہیں ماورئہ ہی اتنا علم کے اس حدیث پر لب کشائی کر سکوں۔ مگر ایک بات ضرور کہوں گا کہ معرفتِ اسم کے باب میں ایک حدیث امیر المومنینؑ سے ہم نے پیش کی تھی جس میں مولاؑ نے اللہ کی صفات اور اسم کی تعریف کی ہے۔ بس جو جملے وہاں مولاؑ نے اللہ کیلئے کہے تھے بالکل اسکے مشابہ مولانا رضا امام کیلئے فرمائے ہیں۔ اب کسی کی کیا مجال کہ کوئی امام کی کسی ایک صفت اور فضیلت کی تعریف کر سکے سوائے اس کے کہ ان کی ولایت ہی اللہ کی ولایت ہے اور یہ الفاظ بھی انہی کے عطا کیئے ہیں اور اللہ کی ولایت عقول سے ماورئی ہے۔ پورا قرآن یا تو انکی مدح میں ہے یا انکے شیعوں کی تعریف اور انکے دشمن کی نذمت میں ہے۔

یہ ہمارے سامنے بشر کا روپ لے کر آئے تاکہ لوگوں کو معرفتِ اسم ہو جائے تاکہ معرفتِ توحید ہو جائے۔ جو جتنی معرفتِ اسم کی رکھے گا وہ اتنا ہی اس اللہ (معنی / نفس) کا عارف ہو گا۔ اب جو انسانوں میں سب سے

بڑا عارف ہے وہ مولا علیؑ سے کیا سوال کر رہے ہیں؟ اور جو جواب مولاؑ نے دیا اسکو بھی وہی سمجھ سکے گا جو سلمان جیسا ہو۔

"جناب سلمان نے امیر المومنینؑ سے پوچھا" یا سیدی آپ کا نام کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں وہ ہوں جس پر اسم کا اطلاق ہوتا ہے نہ صفت کا، میرا

ظاہر امامت ہے اور باطن غیب جسکا ادراک ممکن نہیں" (حوالہ:- فتح

الاسرار، جلد 2، صفحہ 97)

اللہ بہتر جانتا ہے کہ سلمانؑ کی معرفت کونے اونچ کمال پر تھی جہاں جا کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور یہ اعتراف کیا کہ میں نہیں جانتا۔

اور قربان جاؤں اپنے مولاؑ پر جو جواب انہوں نے دیا۔ باقی باتوں پر تو کون کیا بات کر سکتا ہے مگر ایک جملے نے ہماری مشکل آسان کر دی کہ "میرا ظاہر امامت ہے" تو جسکا ظاہر ایسا ہو جس کی کسی ایک فضیلت کا ادراک ممکن نہ ہو اگر اس کو نصیری جیسے لوگ اللہ نہ کہیں تو کیا کہیں؟ مگر یہ سمجھتے ہوئے انہوں نے مقصد امامت پر بھی دار کر دیا جو انہوں نے پوری زندگی کیا اور وہ تھا اپنی عبادیت کو ثابت کرنا۔ اور وہ چہلا جو جناب سلمانؑ کے سوال کو بیان کر انکو لباسِ بشریت میں اللہ مانتے ہیں اُنکے لئے

عرض ہے کہ اگر سلطان کا سوال لباسِ بشریت کے مقام کیلئے ہوتا تو جواب ہونا چاہیئے تھا میر امام علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے مگر یہ نہ کہنا بتا رہا ہے کہ سوال کہیں اور کا ہے۔

جنتِ بالغہ کے حوالے سے ہم ایک حدیث امیر المومنینؑ سے نقل کر رہے ہیں: "امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ: ہر نبی جنت کو قائم کرنے آیا اور میں جنتِ بالغہ ہوں" ایک اور مقام پر امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں "ابی طالب سدیر نے مولاً صادقؑ سے پوچھا کہ مولاً آپ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہم اللہ کے علم کے خدا چیزیں، ہم اسکی وحی کے ترجمان ہیں اور ہم زمین و آسمان میں اسکی جنتِ بالغہ ہیں۔" (حوالہ:- بصار الدراجات،

حدیث 6، صفحہ 292)

ایک اور مقام پر رسول اللہ فرماتے ہیں "اے ابا الحسن! اگر تمام سند روشانی تمام جنگل قلم، تمام انسان لکھنے والے اور تمام جن حساب کرنے والے ہو جائیں تو آپ کے فضائل شمار نہیں کیے جاسکتے۔" (حوالہ:-

مناقب الہبیت، جلد 3، صفحہ 237)

بالکل ایسا ہی ایک مقام پر اللہ کے کلمات کے بارے میں بھی ہے چونکہ  
امامت اسم بھی ہے اور صفاتِ الہیہ کا مظہر بھی اس لیئے رسول اللہ نے یہ  
فرمایا

اب امیر المؤمنین فرماتے ہیں "ایک شخص نے امیر المؤمنین پر بوجہ  
آپ نے کس حال میں صبح کی؟ آپ نے فرمایا: میں نے صبح کا آغاز اس  
طرح کیا کہ میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں میں خیر البشر کا وصی  
ہوں، اول و آخر ظاہر و باطن میں ہوں۔ میں تمام چیزوں کو جانتا ہوں،  
میں میں اللہ ہوں، میں جنب اللہ ہوں، میں نبیوں پر اللہ کا امیں ہوں،  
ہمارے ہی ویلے سے اللہ کی عبادت ہوتی ہے، زمین و آسمان میں اللہ کے  
خزانہ دار ہم ہیں، میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں، میں ہی ہوں کہ مارتا  
ہوں، میں ایسا زندہ ہوں کہ ہر گز نہ مردی کا"۔ (حوالہ:- مناقب

اہلیت، جلد 3، صفحہ 353)

اللہ گواہ ہے کہ ایک کتاب تو اس اکملی حدیث پر ہی لکھی جاسکتی ہے لیکن  
اخفار کے ساتھ ہم نے معرفتِ توحید اور اسم میں احادیث پیش کی تھیں  
گہ "اللہ کی عبادت اسکے اسماء کے ذریعے ہوتی ہے" امام کو اسم ثابت

کرنے کیلئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ یہ حدیث پوری ولایت ہے اور اس میں یہ جملہ "میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں" ہمارے اگلے باب دعویٰ اور دلیل میں بھی کام آئے گا میں ایسا زندہ ہوں کہ ہر گز نہ مردوں کا سے آسان الفاظ میں حی کہتے ہیں۔

عین اللہ اور جنپ اللہ پر آنے والے باب میں گفتگو کریں گے۔ باقی رہا اول تو اسم ہی اول ہے اور آخر تو ہر شے فنا ہو جائے گی سوائے تیرے رب کے چہرے کے۔ رب کا چہرہ بھی علیٰ جو آگے باب میں زیر بحث آئے گا۔

ایک اور خطبے میں امیر المومنینؑ فرماتے ہیں "اللہ کی قسم اروزِ قیامت لوگوں کے اعمال کی جزا و دینے والا میں ہوں۔ اللہ کی طرف سے جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا میں ہوں۔ کوئی بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ میری تقسیم میں واقع ہو۔ میں فاروق اکبر، لو ہے کاسینگ، ایمان کا دروازہ، صاحبِ یسم اور صاحبِ شین ہوں۔ آغاز و انتہاء کا مالک ہوں۔ صاحبِ قضاوت، صاحبِ کرات اور حکومتوں کی حکومت ہوں۔ اپنے بعد امام میں تھا اور اپنے طرف سے پہلے والوں کا حق ادا کرنے والا میں

ہوں۔ محمدؐ کے علاوہ کوئی بھی مجھ سے پہلے نہیں۔ بے شک تمام فرشتے تمام انبیاء ہمارے بعد ہیں۔ کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو مجھ سے پہلاں اور مخفی ہو، کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو مجھ سے پہلے تھی اور میری دسترس سے باہر ہو، جس دن گواہوں سے گواہی لی گئی، جس بارے میں مجھ سے گواہی لی گئی اس میں میرا کوئی بھی شریک نہ تھا۔ میں ان پر شاہد و گواہ ہوں۔ اللہ کا وعدہ میرے ہاتھ پر انتہا پذیر ہو گا اور اس کا کلمہ مکمل ہو گا۔ وہ نعمت میں ہوں جو اللہ نے لوگوں کو عطا فرمائی اور وہ اسلام میں ہوں جو اللہ نے اپنے لئے منتخب کیا۔ یہ تمام کچھ اللہ کی طرف سے میرے اوپر اسکا لطف ہے۔ (حوالہ:- مناقب الہبیت، جلد 3، صفحہ 280)

اس حدیث کو پڑھ کر امامت کی حیرانیوں میں کھونے والوں کیلئے ایک اور حدیث تحفۃ پیش خدمت ہے۔

”مولانا کاظمؐ اپنے صحابی ابی حمزہ سے فرماتے ہیں کہ: امام سمندر کی مانند ہے، جو کچھ اسکے پاس ہوتا ہے اسکی کوئی انتہا نہیں اسکے حیران کن کام سمندر کی حیرانیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ (حوالہ:- مناقب الہبیت، جلد 4، صفحہ

(278)

اب ایک اور حدیث پیش کر کے ہم آگے بڑھتے ہیں۔

امام جعفر ابن محمد نے فرمایا: "الْجَبَرُ قَبْلَ الْخَلْقِ وَقَعَ الْخَلْقُ وَهُنَّا الْخَلْقُ"

ترجمہ: جدت خلق سے پہلے تھی، خلق کے ساتھ ہے اور خلق کے بعد بھی ہے (حوالہ:- اصول کافی جلد 2، کتاب الحجت، باب 4، حدیث 4، صفحہ 25)

اس حدیث پر غور و فکر ہم نے آپ پر چھوڑا ویسے معاملہ اتنا مشکل بھی نہیں کہ سمجھانہ جاسکے۔

### ولایت

دنیا میں ایک شور ہے ولایت، ولایت کا، کوئی ولایت علی و آئمہؑ کی بات کر رہا ہے اور کوئی علیؑ کے غیر کی۔ مگر افسوس دونوں طرف 99.99 فیصد لوگوں کو ولایت کا مطلب بھی نہیں پتا ہے۔ جبکہ ولایت پر ہر شخص کا ایمان ہے۔ لیکن ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے گا کہ "اقرارِ مجهول اور انکارِ مجهول" دونوں بے معنی ہیں یعنی اگر آپ ایک چیز کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوں تو اس کا اقرار یا انکار آپ کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔

بالکل اسی طریقے سے اگر ولایت کا پتہ ہی نہیں ہے تو لا کھ ولایت کے حق میں نعرے لگاتے رہیں کوئی فائدہ نہیں ملنے والا۔ "امام فرماتے ہیں: ہر شخص کی قدر و منزلت اسکی معرفت ہے" لہذا بغیر معرفت اقرار ولایت آپ کو کوئی نفع نہیں پہنچائے گا۔

انسان کوئی بھی عمل کرے، کوئی بھی اقرار کرے معرفت کے ساتھ کرے تو ہر عمل مقبول بھی ہو گا اور ہر اقرار فائدہ بھی پہنچائے گا۔

ولایت کی مناسبت سے ایک واقعہ ہم آپ کو سنائیں کہ ایک خوش عقیدہ بھائی (ہماری دانست میں) سے میں نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ آپ جو تہذیب میں شہادت ثالثہ دیتے ہیں اسکی کوئی دلیل ہے آپ کے پاس؟ (جہالت کتنا بڑا عیب ہوتا ہے یہ ہمارے قارئین کو ان بھائی کا جواب سن کر اندازہ ہو گا)۔ تو ان بھائی نے جواب دیا کہ آپ مقصر ہو گئے ہیں؟ میں نے کہا کہ بھائی آپ علیٰ گی ولایت کی گواہی تہذیب میں دے رہے ہیں اور اگر میں نے اسکی دلیل مانگ لی تو میں مقصر کیسے ہو گیا؟ تو وہ بولے اسکی دلیل تو صرف مقصر مانگتا ہے میں نے کہا بھائی اگر کسی کو مقصر کہنے کا اصول یہ ہے تو سبحان اللہ بحر حال طویل مبارحے کے بعد جب ان سے کوئی دلیل نہ بن

پڑی تو انکا ایک تاریخی جملہ آیا اور میں چاہتا ہوں آپ بھی اس اس سے لطف اندوڑ ہوں وہ کہتے ہیں "علیٰ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے اور جو علیٰ ولی اللہ کی گواہی کی دلیل مانگے وہ مقصیر ہے"

یہ انجام ہوتا ہے دین افواہ سے لینے کا کہ انسان حکم امام کو چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی شروع کر دیتا ہے۔ ایسے لوگ حکم مخصوص کی بناء پر شہادت شالش نہیں دے رہے بلکہ اپنی نفس کی پیروی میں علیٰ کی ولایت کی گواہی دیتے ہیں۔ بہر حال بھاری اپنے قارئین سے گزارش ہے کہ توحید ہو یا نبوت ہو امامت ہو یا ولایت بغیر معرفت ماننے سے بہتر ہے جان کر مانیے

جس ولایت کے اعلان کیلئے جبرائیل نے محبوب الہی سے انداز گفتگو بدلا اس ولایت کے بوجھ کو اتنا لہکامت سمجھ لیجیے گا کیونکہ اس کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تکوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ جس کسوٹی پر اس کے مظروف کو جانچا جاتا ہے وہ بہت سخت ہے اس کی سختی کے اندازے کیلئے اللہ نے اصحابِ حسینؑ کو ہمارے لیے بہترین نمونہ بنادیا ہے۔ علیٰ ولی اللہ

کہنا آسان ہے مگر اس تحفظ اور امتحان بہت کئھن ہے جس کیلئے دوست تو دور خونی رشتؤں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔

میں دعا گو ہوں اپنے زمانے کے علیٰ سے کہ اے اس ولایت کے منفرد مظہر ہمیں اپنے دعوؤں اور وہ مودت و محبت جو ہم نے آپ، آپ کے اجداد اور آپ کی دادیٰ سے کی اس میں ہر مقام پر ہمیں ثابت قدم رکھیے گا اور اگر خوفِ امتحان سے ہمارے قدم ڈگ کانے لگیں اور دل کا نپنے لگیں تو آپ کو واسطہ ہے جا شارانِ حسین اُبِن علیٰ کا، اپنی دادیٰ کا جن کے ہم قرض دار ہیں کہ ہمیں سنبھال ل جائیے گا اور ہمارے دلوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیجیئے گا کیونکہ ہیں اس بات کا یقین ہے کہ ہم لاوارث نہیں ہیں۔  
اب ہم آتے ہیں اپنے موضوع ولایت کی طرف۔

### ولایت کی تعریف:

ولایت کے لغوی معنی ہیں حکومت، اقتدار اور تصرف کے مگر جب یہ دین کے اصطلاحی معنی میں آتا ہے تو ولایت تین چیزوں کا مرکب نظر آتی ہے جو علم، تصرف (ملکیت) اور قدرت ہے یعنی دین میں حکومت و

اقدار اسی کا ہو گا جسکو اپنے ملک کی ہر شے کا علم ہو گا اور وہ ہر شے کا مالک ہو گا اور وہ قدرت رکھتا ہو گا ہر شے پر۔

ہماری اس بات کی تائید اس حدیث امام سے ہوتی ہے۔

"امام جعفر صادقؑ نے فرمایا" وہ (اللہ) ہر شے پر محیط ہے از روئے علم و احاطہ و قدرت" (حوالہ:- اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 19، حدیث 5)

یعنی اللہ ہر چیز پر جو محیط ہے اسکی وجہ اس کا علم، احاطہ اور قدرت ہے اور اسی ہی ولایت کہتے ہیں۔

جو بھی جھٹ خدا دنیا میں آئی ہے اس نے اپنے آپ کو اللہ کا نمائندہ اپنے مجازے سے ثابت کیا ہے اور مجازہ محتاج ہے ولایت کا اور ولایت دلیل ہے اس مجازے کی یعنی اگر ولایت نہ ہو تو مجازہ نہیں ہو سکتا اور مجازہ دلیل ہوتا ہے۔ اس اللہ کی جھٹ کی خود کو من جانب اللہ ثابت کرنے کیلئے اور دلیل دلالت کرتی ہے دعوے پر تو الہذا جو جتنا بڑا دعوے دار ہو گا اسکی دلیل بھی اتنی ہی بڑی ہو گی۔

دعویٰ اور دلیل:

ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کوئی بھی دعویٰ بغیر دلیل بیکار ہے دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو کسی کے دعوے کو بغیر دلیل مان لے سوائے حق کے اور احکاموں کی دنیا میں کوئی کمی نہیں اس لیے اپنے ہوں یا پرائے، ہر ڈگڈگی بجانے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ جب بھی کسی نبی نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس امت نے اس نبی سے دلیل طلب کی۔

یہ سلسلہ آدم سے لے کر عیسیٰ تک کم یا زیادہ ولایت کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کا دور آیا اور اللہ نے اس سلسلہ نبوت کو یہاں ختم بھی کرنا تھا۔ اس لیے اپنے محبوب، اپنے حبیب کو دنیا میں بھیجا۔ ہر نبی زیادہ سے زیادہ انسانوں کا امام / جمیع تھا اسی لیے انکی ولایت بھی محدود تھی مگر یہ نور کا پیکر عالمین کیلئے رحمت بن کر آئے اور انکی ولایت بھی عالمین پر ہے جو کہ انسان یا مخلوق کی عقولوں سے بالا ہے جب حضور نے چاند کے دو نکوئے کیئے تو عقل انسانی ششد رہ گئی۔ جب آنحضرت کے ہاتھ پر پتھر گویا ہونا شروع ہوئے درخت اپنی جڑوں

سمیت آپ کی خدمت میں جھک گئے تو یہ ولایت دلیل بنی اس دعوے کی جو آنحضرت نے کیا تھا۔

اب معاملہ آتا ہے اللہ کے دعووں کا جو اللہ نے قرآن اور باقی تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں کیتے ہیں اور دعویٰ بغیر دلیل نہیں ہوتا تو اللہ کے دعووں کی دلیل کون ہے؟

اللہ کے کیتے ہوئے ہوئے تمام دعووں کے مقام دلیل کو "امامت مطلقہ" کہتے ہیں 13 رب 30 عالم لفیل کو اللہ کی دلیل ظہور پذیر ہوتی اور یہ اسم کا ادنیٰ ترین مقام تھا جہاں اسکو لباسِ بشریت میں آنا پڑا کیونکہ انسان اپنے ہی جیسے سے مانوس ہوتا ہے تو ضروری تھا کہ اللہ کے دعووں کی دلیل لباسِ بشریت میں دی جائے تاکہ لوگ اللہ کی معرفت حاصل کر سکیں۔ وہ اس کم ترین مقام پر بھی جہاں بشر کے مشابہ ہو کر آئے، لوگوں نے انہیں اللہ کہا اور جیسا کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ "میں ستر ہزار حجابات سے گزر کر یہاں تک آیا ہوں" کوئی انہیں ایک مقام پہلے دیکھتا تو کیا کہتا جب آخری مقام پر اللہ کہہ رہا ہے۔

عقل انسانی آدم کے دور سے لے کر آنحضرت کے دور تک پروان چڑھتی رہی اور لوگ اپنے خالق کی تلاش میں سر گردان پھرتے رہے۔ ایسے میں ایک بشر آئے اور خیبر کے وزنی دروازے کو چھوٹی انگلی کے ناخن سے ہوا میں روئی کے گالے کی طرح اڑائے تو اللہ کی طاقت سمجھ میں آتی ہے۔ ڈوبتے ہوئے سورج کو کئی مرتبہ صرف اشارے سے واپس پلٹا دے تو اللہ کی قدرت سمجھ میں آتی ہے اور جب وہ کہتا کہ "میں نے ہی عالم ارواح میں ارواح سے عہد لیا" تو اللہ کی حکومت سمجھ میں آتی ہے اور جب وہ کہتا ہے "سلوئی سلوئی" تو اللہ کا علم سمجھ میں آتا ہے۔ تو ہند ا انگلی ولایت ہی اللہ کی ولایت ہے انگلی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے انگلی مشیت ہی اللہ کی مشیت ہے۔ انکا ارادہ ہی اللہ کا ارادہ ہے، انگلی خوشی ہی اللہ کی خوشی ہے انکا غضب ہی اللہ کا غضب ہے کیونکہ یہ اللہ کے اسماء الحسنی ہیں کہ "امام جعفر صادقؑ نے آیت "وَلَلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحَسَنَى" کے متعلق فرمایا: ہم ہیں اللہ کے اسماء الحسنی بغیر ہماری معرفت کے بندوں کا کوئی عمل قبول نہ ہو گا۔" ( اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 23، حدیث 4)

ہم نے معرفتِ اسم پر بہت زور دیا تھا اور نہایت مدلل گفتگو کی اسم پر کہ ہر امر اسم سے ہی صادر ہوتا ہے ہر فعل اسم ہی کرتا ہے چاہے خلق کرنا ہے، رزق دینا ہو زندگی و موت دینی ہو، نیز کوئی فعل جس کا دعویٰ اللہ کرے وہ صادر اسم سے ہی ہو گا اور جب یہ اسم لباس بشریت میں آیا تو اس مقام پر جہاں وہ اسم جسم نہیں رکھتا کیونے ہوئے دعوے بزریعہ قرآن اُنکی دلیل دینے میں آیا لیکن جیسا کہ ہم نے لکھا تھا کہ اسم کا کام نفس کی معرفت کروانا ہوتا ہے اب چاہے وہ کسی بھی مقام پر نزول کر جائے۔ اب ہمارا یہ دعویٰ کہ "امام کی ولایت ہی اللہ کی ولایت ہے" کی دلیل کیلئے مولا محمد بن علی باقرؑ کی حدیث پیشِ خدمت ہے "آپ نے فرمایا: ہماری ولایت ہی اللہ کی ولایت ہے کہ اللہ نے کسی نبی کو معبوث نہیں کیا بغیر اس کے"۔ (حوالہ:- بصار الد رجات، جلد 1، صفحہ 214)

ہم نے ایک موقف قائم کیا ہے کہ امامتِ مطلقہ قرآن میں کیونے ہوئے دعووں کا مقام دلیل ہے۔ اب ہم اس موقف کی چند دلائل پیش کر رہے ہیں جو صاحبان فہم کیلئے کافی ہوں گے۔

جناب ابراہیمؐ در بار نمرود میں اپنے رب کیلئے کچھ دلائل دے رہے تھے جب نمرود باز نہ آیا تو جناب ابراہیمؐ نے جنت کو تمام کرتے ہوئے کہا "کیا تم اس کے حال پر نظر نہیں کی جس نے ابراہیمؐ سے رب کے بارے میں بحث کی صرف اس بات پر کہ اللہ نے اسے ملک دیا تھا جب ابراہیمؐ نے یہ کہا کہ میرا رب زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے تو اس نے کہا کہ یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں، تو ابراہیمؐ نے کہا کہ میرا اللہ سو رج مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے، تو کافر حیران رہ گیا اور اللہ ظالم و قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔" (سورہ البقرہ: 258)

ہم نے یہ پوری آیت کسی مقصد کے تحت لکھی ہے۔ اس آیت میں جناب ابراہیمؐ نے اپنے رب کیلئے دعویٰ کیا کہ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے مگر جب سورج کو مشرق سے نکالنے کی بات کی تو وہاں رب نہیں کہا بلکہ اللہ کہا اور اسی لیئے ہم نے اس آیت میں لفظ اللہ کے نیچے دو خط کھینچے ہیں۔

پہلے دعویٰ کیلئے یعنی میر ارب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے کیلئے ہم صرف تین واقعات پیش کر رہے ہیں ورنہ واقعات بہت ہیں اور ایک حدیث ہم امامتِ مطلقہ کے باب میں دے چکے ہیں۔

"امیر المؤمنین جب خوارج کی سر کوبی کیلئے روانہ ہوئے اور مقام سا باط پر پہنچ تو آپ کا ایک شیعہ آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے عرض کی

مولائیں آپ کا شیعہ اور محب ہوں۔ میر ایک بھائی تھا مجھے اس سے بہت محبت تھی۔ جب سعد بن و قاص (عنتی) مائن فتح کرنے گیا تو میر ابھائی بھی اس کی فوج میں شامل تھا اور وہ یہاں آ کر مارا گیا۔ اسوقت اس کو مرے کئی برس بیت چکے ہیں۔ مولائے فرمایا: آخر تو چاہتا کیا ہے؟ اس نے کہا میں چاہتا ہوں آپ اسے زندہ کریں۔

حضرت نے فرمایا اسے زندہ ہونے سے تجھے کوئی فائدہ نہیں۔ اس نے کہا مولاؤ کے علاوہ میری کوئی خواہش نہیں۔

حضرت نے فرمایا اگر تو اپنی خواہش سے باز نہیں آتا تو مجھے اس کی قبر دکھا وہ شخص مولاؤ کو اسکی قبر پر لے آیا۔ اس وقت آپ چھپر سوار تھے اور

آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ آپ نے نیزے کی انی اسکی قبر پر رکھی کہ اچانک  
قبر پھٹ گئی اور اس سے ایک لمبے قد اور گندی رنگ کا شخص برآمد ہوا جو  
عجمی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔

مولائے اس سے فرمایا: تو تو عربی تھاتیری زبان کیوں بدل گئی۔  
اس نے کہا جی ہاں میں عربی تھا لیکن آپ کی دشمنی اور آپ کے دشمنوں  
کی دوستی سے میری زبان بدل گئی اور میں دوزخ میں چلا گیا۔

جب اس کے بھائی نے اپنے مردہ بھائی کا یہ حال دیکھا تو مولائے عرض کی  
مولائی یہ جہاں سے آیا ہے وہیں بھیج دیں مجھے اسکی کوئی ضرورت نہیں۔  
مولائے فرمایا: تو جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔ وہ قبر میں چلا گیا اور قبر بند  
ہو گئی۔ (حوالہ: - معجزات آل محمد، جلد 2، صفحہ 143)

"اصنف بن نباتہ نے کہا کہ امیر المومنین ایک قبرستان سے گزر رہے تھے  
اور آپ نے قبروں کی طرف دیکھا تو فرمایا: کیا تو اللہ کی نشانی دیکھنا پسند  
کرتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا  
اور فرمایا اسے مردہ زندہ ہو جا۔ جیسے ہی آپ کے یہ الفاظ تمام ہوئے تو قبر

شکافتہ ہوئی اور اس سے ایک بزرگ نمودار ہوا اس نے آپ پر سلام کرتے ہوئے کہا۔ السلام علیکم یا امیر المومنین و خلیفۃ رب العالمین!

آپ نے فرمایا تو کون ہے؟

اس نے کہا میں عمر بن دنیار ہدایتی ہوں۔ میں واقع انبار میں معاویہ کے فوجیوں کے ہاتھوں شہید ہوا تھا۔

حضرت نے فرمایا: اب اپنے خاندان کی طرف لوٹ جا اور انہیں جا کر بتا کہ اللہ کے امر سے مجھے علیؑ نے زندہ کیا ہے۔ (حوالہ:- مجازات آل محمد، جلد 1، صفحہ 145)

"امیر المومنین" نے ایک مردے کو زندہ کیا، وہ نوجوان اٹھ کر تابوت میں کھڑا ہو گیا اسکا چہرہ چاند سے زیادہ خوبصورت اور سورج سے زیادہ چمکتا ہوا تھا۔ اس نے مولاؑ کی طرف اپنا چہرہ کیا اور کہا: لبیک لبیک اے ہڈیوں کو زندگی بخشنے والے، اے لوگوں پر اللہ کی جنت، اے فضل و احسان میں بے نظیر و بے مثال، اے امیر المومنین اے رسول اللہ کے جانشین اور اے علیؑ ابن ابی طالب۔ (حوالہ:- مناقب اہلبیت، جلد 3، صفحہ 232)

ان تینوں واقعات پر بات کرنے سے پہلے ہم ان کج بخشنوں کو جواب دے دیں جو یہ کہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی تو مردے کو زندہ کیا کرتے تھے۔ تو ان سے عرض ہے کہ کیونکہ عیسیٰؑ کی ولایت اللہ کی ولایت نہ تھی اسی لیئے وہ بے اذن اللہ کہ کر زندہ کیا کرتے تھے مگر یہاں امامؐ نے بے اذن اللہ نہیں کہا کیونکہ وہ خود اللہ کا اذن ہیں۔ اور دوسرے ولقے میں کہا کہ اللہ کے امر سے اور اللہ کا امر بھی وہ خود ہیں۔

یہ تو ہونگی ابراہیمؐ کے پہلے دعوے کی دلیل اب آتے ہیں دوسرے دعوے کی طرف یعنی میر ارب مارتانہ۔ اسکے لئے بھی آپ سب کے اذہان میں وہ واقعہ محفوظ ہے "کچھ لوگ ایک زندہ شخص کو لے کر امیر المؤمنینؐ کے پاس آئے اور کہا کہ یا علیؐ یہ مر گیا ہے اسکی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ آپ نے پوچھا پڑھادوں نمازِ جنازہ ان لوگوں نے کہا تی بالکل پڑھا دیں اور ایسا مولا نے تین دفعہ پوچھا جب تینوں دفعہ جواب ہاں میں آیا تو مولاؐ نے نمازِ جنازہ پڑھادی جب پڑھ پکے تو وہ لوگ جو دل میں سوچ کر آئے تھے کہ آج علیؐ کا مذاق اڑاکیں گے (معاذ اللہ) کہ علیؐ نے زندہ شخص کی نمازِ جنازہ پڑھادی اور مولاؐ سے بولے یا علیؐ یہ شخص تو زندہ تھا

آپ نے زندہ کی نمازِ جنازہ پڑھادی مولاؑ نے فرمایا: اگر وہ زندہ ہے تو اس سے کہو اٹھے تو وہ لوگ اس تابوت میں لیٹئے ہوئے شخص سے کہنے لگے اٹھو (ان حرام زادوں کو یہ کون سمجھائے کہ جسکی نمازِ جنازہ علیؑ پڑھادے وہ تواب قیامت میں ہی اٹھے گا) مگر وہ شخص نہ اٹھاتب وہ روتے ہوئے مولاؑ کے قدموں میں گر گئے کہ معاف کر دیں مگر مولاؑ نے ان کو دھنکار دیا۔

جب پڑھائی آپ نے زندہ جنازے کی نماز  
لوگ بولے وہ تو تھا زندہ ہوئی کیسی نماز  
چل دیئے یہ کہہ کر حیدر کہہ دیا تو ہو گیا

اب ہم آتے ہیں جناب ابراہیمؐ کے اس دعوے کی طرف جہاں انہوں نے کہا کہ "میرا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے" شیعہ مذہب کے بچے بچے کی زبان پر وہ واقعہ ہے مگر پھر بھی ہم ایمان میں تقویت کیلئے وہ واقعہ درج کر رہے ہیں۔

"مولانا حسین روایت کرتے ہیں کہ: امیر المؤمنین جنگِ نہروان سے فارغ ہوئے اور عراقی علاقے برائٹا کے مقام پر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر

وہاں سے نکل کر سر زمین بابل میں داخل ہوئے اسی اثناء میں نمازِ عصر کا وقت ہو گیا اور لوگ کہنے لگے امیر المومنین نمازِ عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ زمین تین دفعہ دھنستی گئی ہے اور ابھی اس نے چوتھی بار دھنستا ہے۔ وصی کیلئے اس سر زمین پر نماز پڑھنا مناسب نہیں، ہاں اگر تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کا خواہش مند ہو تو یہاں پڑھ لے۔ منافقین نے کہا کہ یہ خود تو نماز نہیں پڑھتے نمازوں کو قتل کرتے ہیں (معاذ اللہ) ان سے مراد اُنکی نہروان کے خارجی تھے۔

جویرہ کا بیان ہے کہ میں ایک سو سواروں کے ساتھ مولاً کے پیچھے چلتا رہا اور میں نے دل میں کہا جب تک میرے مولاً نماز نہ پڑھیں گے اس وقت تک میں بھی نماز نہ پڑھوں گا۔ حضرت نے اپنا سفر جاری رکھا اور جب وہ بابل کی حدود سے باہر نکل گئے تو سورج غروب ہونے کو تھا پھر چند لمحات گزرے کہ سورج ڈوب گیا اور افق میں سرخی پھیل گئی۔

امیر المومنین میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ پانی لے آؤ۔ میں (جویرہ) نے پانی پیش کیا۔ حضرت نے وضو کیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جویرہ اذان دو۔

میں نے عرض کیا مولاً آبھی اذانِ مغرب میں چند لمحات باقی ہیں۔ حضرت  
نے فرمایا عصر کیلئے اذان کہو۔

میں نے اپنے دل میں کہا: کیا میں عصر کیلئے اذان کہوں جب سورج بھی  
غروب ہو چکا ہے لیکن مجھ پر اطاعت واجب ہے چنانچہ میں نے اذان کہی  
اور جب میں اذان سے فارغ ہوا تو مولاً نے فرمایا اب اقامت کہو۔ میں  
نے اقامت کہی اسی دورانِ مولاً نے اپنے لیوں کو حرکت دی اور کچھ الفاظ  
کہے جسے میں نہ سمجھ سکا۔ پھر میں نے دیکھا سورج واپس پلٹ آیا اور مقام  
عصر پر آگیا۔ حضرت نے نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی  
اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے دیکھا سورج لیوں لگا جیسے کی  
ٹشت میں چراغ چل رہا ہو۔ پھر سورج ڈوب گیا اور تارے نکل آئے  
اس وقت حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ضعیف الیقین  
: اب مغرب کی اذان کہو۔

(مجزاتِ آلِ محمد، جلد 1، صفحہ 121)

ہم سمجھتے ہیں کہ اتنے دلائل کسی بھی سمجھدار انسان کیلئے کافی ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین یقیناً اس موضوع سے مستفید ہو چکے ہوں گے

### قرآن اور امامت:

بائے "بِسْمِ اللَّهِ" سے لے کر "وَالنَّاسُ" کے "س" تک امامت کے جلوے بکھرے ہوئے ہیں۔ تفاسیر قرآن الحکیم کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو فضائل آلِ محمد کا خلاصہ مارتا ہو اسند رکھائی دے گا۔ وہ سب تو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں ہے البتہ کچھ آیات کی تفسیر ہم یہاں پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ میں پڑھنے کا شوق پیدا ہو اور آپ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

"امام جعفر صادقؑ نے سورہ الزخرف کی آیت 61 کی تفسیر میں فرمایا "اللَّهُ كَعْلُمْ سے مراد امیر المؤمنین ہیں"۔ (القطرة من بخار، جلد 3، صفحہ 312)

امیر المؤمنینؑ سے ایک انمول حدیث ہم نے پیش کی اسی حدیث سے مدد لیتے ہوئے اللہ کے علم کے بارے میں ایک جملہ ہم یہاں پیش کر رہے

ہیں تاکہ آپ کو سمجھا سکیں کے اللہ کا علم ہوتا کیسا ہے۔ مولا فرماتے ہیں  
کہ "اللہ کا علم ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اشیاء کے خلق ہونے سے پہلے  
وہ انکا عالم ہے اسکے خلق ہونے سے اسکے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوا"۔

اب جو علیؑ کی حد بندی کرے تو گویا اس نے اللہ کی حد بندی کر دی کیونکہ  
اللہ کے علم کیلئے لفظ انتہا بھی غلط ہے جیسا کہ مولا رضا فرماتے ہیں۔

براوی کہتا ہے میں نے مولا رضا کو لکھا۔ اس طرح دعا کرنے کے متعلق  
حمد ہے اللہ کی جس کا علم انتہا درجہ کا ہے۔ حضرت نے لکھا ایسا نہ کہوا اسکے  
علم کیلئے انتہا کا لفظ درست نہیں۔ بلکہ یوں کہو حمد ہے اس اللہ کی جسکی رضا  
انتہا درجہ کی ہے"۔ (حوالہ: اصول کافی، کتاب توحید، باب 12، حدیث

(3، صفحہ 172)

مولارضا کہ ہی ایک طویل خطبے سے ایک جملہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں

"اگر علم باری تعالیٰ عین ذات نہ ہوتا تو وہ جاہل اور ضعیف قرار پاتا" (۱)

(اصول کافی جلد 1، کتاب توحید، باب 18، صفحہ 194)

اب رسول اللہ کی وہ حدیث سمجھ میں آتی ہے جہاں آنحضرت فرماتے ہیں کہ "علیٰ کو برامت کہو علیٰ ذات خدا میں مس کیا ہوا ہے" بس بیان کی ہوئی احادیث سے ہی دو جملے یہاں بیان کر کے ہم دوسری آیت کی طرف بڑھتے ہیں۔

ہم نے یہ حدیث پیش کی تھی جہاں مولا باقرؑ نے فرمایا: "اللہ کا علم اسکی مشیت کیسا تھا اشیاء کے وجود سے پہلے تھا"۔ اور ایک حدیث جو ہم نے بیان کی تھی جہاں مولا صادقؑ نے فرمایا: "اللہ کا علم مشیت سے قبل ہے"۔ اب نہ اسکے علم کی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہا وہ ہر ابتداء کا خالق ہے اور ہر انتہا کے بعد ہے۔

"مولاصادقؑ (سورہ الحلقہ آیت 51) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حق الیقین ولایت علیٰ ابنِ ابی طالبؑ ہے۔ جو کوئی بھی اسے جھٹلائے گا وہ پشیمانی اور ندامت میں مبتلا ہو گا، اس نے در حقیقت حق الیقین کی تکذیب کی ہے کہ آنحضرتؐ کی ولایت واجب و لازم ہے۔ (حوالہ:- مناقب، جلد 3، صفحہ 352)

جو چیز واجب بھی ہو اور لازم بھی اس سے جاہل رہنا ناقابل معافی جرم ہے  
- جیسا کہ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ: "تم پر معرفت بھی واجب ہے اُنکی  
جن سے لعلم رہنے کا اذر بھی ناقابل معافی ہے"۔

"مولانا صادقؒ نے آیت قرآنی" اور یقیناً یہی سیدھا راستہ ہے پس اُنکی  
بیروی کرو" (انعام: 153) کے متعلق فرمایا: اللہ کی قسم! اس سے مراد  
علیؑ ہیں اور وہی میزان و صراط ہیں" (حوالہ:- بصائر الدرجات، جلد 1،  
حدیث 9، صفحہ 225)

اس آیت کی تفسیر میں مولانے واضح کیا کہ "صراط مستقیم" سے مراد  
مولاؤں ہیں اور یہ خیال کیجئے گا کہ شیطان نے اسی صراط مستقیم سے لوگوں کو  
ہٹانے کی بات کی تھی تو ہذا جو لوگ صراط مستقیم پر ہیں اُنکے لئے مسل  
خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے انکو مطمئن نہیں رہنا چاہیے اور ہر لمحے اپنے  
ایمان کی حفاظت کرتے رہتا چاہئے۔

امام صادق آں محمدؑ فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! ہم ہیں صراط مستقیم"۔  
(تفسیر نوائل القلیں جلد 1، صفحہ 50)

تفاسیر مخصوص میں پڑھئے اور دیکھئے کیسے اللہ نے قرآن کو ذکر علیؐ سے زینت دی ہے ہماری آپ سے گزارش ہے کہ اپنی آخرت کی فکر کیجئے اور دین کو لپنی اولین ترجیح قرار دیجئے کیونکہ جب تک آپ خود نہیں پڑھیں گے لوگوں کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بنے رہیں گے جو جب چاہے منبر کی دو سیز ھیوں پر چڑھ کر آپ سے کھلیتا ہے گا اور آپ اسکی باتوں پر عقیدہ بنا کر گمراہی کی گہری کھاتی میں اتر جائیں گے۔

اپنی اس نصیحت اور اس باب کا اختتام ہم احادیث پر کر رہے ہیں۔

"امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ: جو علم حاصل نہیں کرتا جاہل رہتا ہے اور جو غور و خوض سے کام نہیں لیتا عقائد نہیں ہوتا اور جو عقائد نہیں ہوتا ذلیل ہوتا ہے"۔ (حوالہ: - نجح الاسرار، جلد 1، صفحہ 170، خطبہ (الوسیلہ)

"مولانا باقرؑ نے سورہ رعد آیت 7 کے متعلق فرمایا: رسول اللہ منذر ہیں اور ہر زمانے میں ہم میں سے ایک ہادی ہوتا ہے جو لوگوں کو ماجاہہ النبیؐ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ ہادی خلق حضرت علیؑ ہیں اور انکے بعد اوصیاء

میں ایک بعد دوسرے (حوالہ:- اصول کافی، کتاب الحجت، باب 10،

حدیث 2، صفحہ 48)

"ابو خالد سے مروی ہے کہ مولا باقرؑ نے سورۃ التغابن کی آیت 8 کے

متعلق فرمایا: اے ابو خالد نور سے مراد نور آئمہ ہیں۔ آل محمد سے قیامت

تک ہونے والے اور وہی وہ نور ہیں جو نازل کیا گیا اور وہی اللہ کے نور ہیں

آسمان و زمین میں"۔ (حوالہ:- اصول کافی، کتاب الحجت، باب 13،

حدیث 1، صفحہ 52)

"مولا صادقؑ نے سورۃ الاعراف کی آیت 157 کے متعلق فرمایا نور سے

مراد امیر المؤمنین اور آئمہ ہیں"۔ (اصول کافی، کتاب الحجت، باب

13، حدیث 2، صفحہ 53)

"مولا باقرؑ نے سورۃ القمر کی آیت 42" انہوں نے ہماری آیات کی

تکذیب کی "اس سے مراد تمام اوصیاء ہیں"۔ (حوالہ:- اصول کافی،

کتاب الحجت، باب 17، حدیث 2، صفحہ 76)

"مولانا باقرؑ نے فرمایا ہم ہیں "راسخون فی العلم" اور ہم ہیں تاویل قرآن کو جانے والے"۔ (حوالہ:- اصولِ کافی، کتاب الحجت، باب 21، حدیث 1، صفحہ 84)

"راوی کہتا ہے میں نے مولانا باقرؑ سے کہا مجھے بتائیے اس آیت کے متعلق "نازل کیا روح الامین نے تیرے قلب پر تاکہ تو صاف عربی زبان میں لوگوں کو ڈرائے" (سورہ شراء آیت 94) فرمایا: یہ امیر المومنینؑ کی ولایت کے بارے میں ہے"۔ (حوالہ:- اصولِ کافی، کتاب الحجت، باب 107، حدیث 1، صفحہ 438)

### معرفتِ امام:

معرفتِ امامت کے باب میں ہم نے آپکو سمجھانے کی کوشش کی کہ امامت کیا ہوتی ہے اور اس میں ہم نے ثابت کیا کہ امامت ایک عہدہ ہے جو کا تعلق اظہارِ ولایت سے ہوتا ہے اور اسکے کچھ درجات ہیں اور جو سب سے بلند و بالا درجہ ہے وہ امامتِ مطلقہ ہے۔

جو عہدہِ امامت پر فائز ہوتا ہے وہ امام ہوتا ہے اور جو امامتِ مطلقہ پر فائز ہوتا ہے وہ ولیِ مطلق امام ہوتا ہے جو صرف اور صرف 12 ہیں۔

اسی امام سے اللہ کی ہر صفت کا اظہار ہوتا ہے اور یہی امام اللہ کی دلیل ہوتا ہے اور اسی امام کو توحید کی تعریف کہتے ہیں جیسا کہ امام فرماتے ہیں "جابر نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ مولا فرماتے ہیں: اے جابر! بیان اور معانی سے وابستہ رہو۔ جابر نے عرض کی مولا بیان کیا ہے اور معانی کیا ہے؟ مولا نے فرمایا: بیان یہ ہے کہ اللہ کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی لہذا اسکو مثل و مثال سے دور رکھو اسکے ساتھ شریک نہ بناو۔ جبکہ معانی کے معنی (تعریف) یہ ہیں کہ ہم ہی ہیں اللہ کے معانی، اللہ کا جنب، اللہ کا امر، اللہ کا حکم، اللہ کا کلمہ، ہم ہیں اللہ کا علم، اللہ کا حق ہیں، اور جو جب چاہتے ہیں وہی اللہ چاہتا ہے۔ جو ہم ارادہ کرتے ہیں اللہ مجھی وہی ارادہ کرتا ہے۔ ہم وہ مثالی ہیں جو اللہ نے اپنی نبی کو عطا کیئے ہم وہ وجہ اللہ ہیں جو زمین پر تمہارے امور کی جانچ کرتا ہے، پس جو ہمیں جان گیا اس کے سامنے یقین ہے اور جو ہم کو نہیں جانتا اسکے سامنے سمجھنے ہے اور اگر ہم چاہیں تو زمین کی فضاؤں کی چیر کر آسمان پر صعود کر جائیں، تمام مخلوق کی بازگشت ہماری طرف ہے پھر ہم ہی انکا حساب لینے والے ہیں۔"

(مشارق الانوار القیمین فی اسرار امیر المومنین، ص 232)

امام نے اتنی واضح بات کر دی ہے کہ اسکو سمجھنے یا سمجھانے کیلئے کوئی محنت درکار نہیں ان آئمہ کے بغیر اللہ کی معرفت محال ہے اور جب اللہ کی معرفت ہی نہ ہوئی تو مقصدِ خلقت پورا نہ ہوا۔ لہذا امام کی معرفت ہی اللہ معرفت ہے اگری اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے، اگری خوشی ہی اللہ کی خوشی ہے اور انکا غضب ہی اللہ کا غضب ہے۔ جیسا کہ امام فرماتے ہیں مولا باقر نے فرمایا ہم ہیں وہ مثانی جو اللہ نے اپنے نبی کو دیئے۔ ہم وجہہ اللہ ہیں جن سے اللہ کی طرف توجہ کی جاتی ہے ہم تمہارے رو برو روئے زمین پر آمد رفت رکھتے ہیں اور عین اللہ ہیں اللہ کی مخلوق پر ہم بندوں پر رحمت کے لئے بندوں پر اللہ کا کھلا ہوا ہاتھ ہیں جس نے پہچانا ہمیں پہچانا اور جو ہم سے جاہل زنا وہ جاہل رہا۔ ہم متقيوں کے امام ہیں۔

(حوالہ: اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید۔ باب 23، حدیث 3 صفحہ

(223)

اس حدیث سے ایک بات توصاف ظاہر ہو گئی جس نے آئمہ گی معرفت نہ رکھی وہ جاہل رہا اور جو جاہل رہا اللہ اس پر اپنی رحمت نہیں کرے گا۔ ایک اور جگہ امام فرماتے ہیں

فرمایا مولا صادقؑ نے اللہ نے ہمیں خلق کیا اور بہترین خلق کیا اور بہترین صورت دی۔ اور اپنے بندوں میں اپنی آنکھ قرار دیا اور اپنی مخلوق پر انسان ناطق بنایا اور بندوں پر اپنا دست کشادہ قرار دیا۔ مہربانی اور رحمت کے لئے اپنا وجہ بنایا جس سے اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور ہمیں اپنا دروازہ قرار دیا جس سے اس کی طرف پہنچتا ہوتا ہے ہم زمین و آسمان میں اس کا خزانہ ہیں ہماری وجہ سے درخت پھل دیتے ہیں ہماری وجہ سے پھل کتے ہیں اور انہار جاری ہوتے ہیں اور ہماری وجہ سے بادل برستے ہیں اور زمین گھاس اگاتی ہے ہماری عبادت کی وجہ سے اللہ کی عبادت ہوئی اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔

حوالہ: (اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید۔ باب 23 حدیث 5۔ صفحہ

(224)

ہم نے کوشش کی ہے کہ معرفتِ امام میں زیادہ سے زیادہ احادیثِ معصومین پیش کی جائیں کیونکہ اگر یہ معرفت نہ ہوئی تو سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں ہے۔

اور کچھ احادیث ہم نے دانستہ چھوڑ دی ہیں تاکہ آپ میں مطالعہ کا شوق اجاگر کر سکیں۔ اب ہم آتے ہیں اس حدیث کی طرف جس کی پہلی سطر میں مولا فرمائے ہیں "اللہ نے ہمیں خلق کیا اور بہترین خلق کیا" یہاں ایک بات ذہن میں رکھیئے گا کہ امام مخلوق ہوتے ہوئے بھی مخلوق نہیں ہوتا جیسا کہ مولا رضا فرماتے ہیں "اللہ کی بعض مخلوق، مخلوق ہو کر بھی مخلوق نہیں ہے"۔ اگرکو مخلوق اس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ مخلوق کا لباس پہن کر مخلوق کے درمیان ہیں ورنہ انکی حقیقت یہ خود ہی جانتے ہیں۔

اگر امام نہ ہوتا تو اللہ کی عبادت ہی نہ ہوتی یہ اس حدیث کے آخری جملے ہیں۔ یعنی اگر اس نہ ہوتا تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی کیونکہ اللہ کی عبادت ہوتی ہی اسماء کے ذریعے ہے۔ اور اس کائنات میں یہ اسم وسیلہ بن کر آیا ہے مخلوق اور خالق کے درمیان۔ جیسا کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا:

امام موسی کاظمؑ نے آیت۔ یا حسْرَتَنَا عَلَى مَا فَرَطْتُ فِي حَنْبَ اللَّهِ  
(الزمر: 56) کے متعلق فرمایا: جنب اللہ سے مراد امیر المؤمنین ہیں اور  
اسی طرح ان کے بعد ہونے والے اوصیاء اور یہ امر ان کے آخر پر ختم

ہو گا۔

حوالہ: (اصول کافی، جلد 1، کتاب توحید۔ باب 23 حدیث 9 صفحہ 226)  
اس بات کو مکمل کرتے ہوئے ہم دو احادیث پیش کر رہے ہیں پہلی حدیث میں

مولانا باقرؑ نے آیت "وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنفَسَهُمْ يَظْلِمُونَ" (البقرہ: 57) کے متعلق فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بزرگ و برتر ہے اور اجل وارفع ہے اس سے کہ اس پر ظلم کیا جائے بلکہ اس نے اپنے نفس سے مراد ہمارے نفوس لئے ہیں۔ اس نے ہمارے اوپر ظلم کو اپنے اوپر ظلم قرار دیا ہے اور ہماری ولایت کو اپنی ولایت بتایا ہے۔

حوالہ: (اصول کافی، جلد 1، کتاب التوحید، باب 23 حدیث 11۔ صفحہ 226)

اگر آپ نے اس حدیث میں غور کیا تو بات سمجھ میں آگئی ہو گی کہ جہاں بھی قرآن میں اللہ پر ظلم کی بات کی گئی ہے اس سے مراد اللہ نہیں ہے کیونکہ امامؐ نے واضح کر دیا کہ اللہ اس بات سے بزرگ و برتو وارفع ہے کہ اس پر ظلم کیا جائے اس سے مراد امام ہے یعنی امام پر ظلم اللہ پر ظلم ہو گا اور امام پر احسان اللہ پر احسان ہو گا گو کہ اللہ پر تواحسان بھی نہیں ہوتا

مگر ہمیں یہاں اپنے چوتھے امام کا ایک جملہ یاد آگیا جہاں آپ نے فرمایا  
اولادِ عقیل کا ہم پر بڑا احسان ہے اور ایسے ہی جملے شہدائے کر بلاؤ کیلئے بھی  
ہیں"۔

جنکے احسانات کا مقر و فض اللہ آج تک  
ہانے اسکے دید میں شوقی فراواںی میری  
اب ہم آخری حدیث پیش کر کے آگے بڑھتے ہیں مگر اس حدیث پر ہی  
خلوق کی عبادت منحصر ہے۔

مولانا قائم نے فرمایا۔ "اللہ کی عبادت کی گئی ہم سے۔ اللہ کی معرفت ہو گی  
ہم سے۔ اللہ کی واحد ایت قائم ہوئی ہم سے۔ اور محمد اللہ کے جا ب ہیں۔

"

-

حوالہ: (اصول کافی، جلد 1، کتاب التوحید۔ باب 23 حدیث 10 صفحہ  
(226)

جنب اللہ (اللہ کا پہلو) صرف آئمہ ہیں اور کوئی نہیں، پہلو قربت کے  
معانی میں آتا ہے اور یہی قربت ہی ہر عبادت کی وجہ نہیں ہے جیسا کہ ہر  
عبادت کی نیت کرتے ہوئے سب کہتے ہیں "قربتِ الی اللہ" اب اگر امام

سے قربت نہیں تو حضور آپ کسی اپنے ہی تراثے ہوئے بت سے قربت  
چاہرہ ہے ہیں جو اللہ آپ کو ضرور دے گا۔

### شبِ معراج:

ہمارے نبی گو اللہ جو مقام و مرتبہ عطا کیا وہ نہ اولین میں کسی کو ملا تھا اور نہ  
ہی آخرین میں کسی کو ملے گا۔ وہ عقل کامل ہیں وہ عالمین کیلئے رحمت ہیں  
انکے لیئے مقام محمود ہے اور وہ اللہ کی محبوب ترین ہستی ہیں وہ تمام انبیاء  
کے سردار ہیں۔ معراج وہ مقام محمد ہے جب اللہ آنحضرت کو مکان  
(عالمین) سے لامکان کی طرف لے گیا۔ نہ آپ سے پہلے کوئی وہاں گیا  
اور نہ ہی کوئی آپ کے بعد وہاں جاسکے گا۔  
عالمین کی حدود سے باہر نورِ عظمت کے جلوے ہیں یہ وہی نورِ عظمت ہے  
جس کے ایک ذرے کے برابر جھلک سے کوہ طور ریزہ ریزہ ہوا اور موسیٰ  
جیسا صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت نبی بھی اس جھلک کو برداشت نہ  
کر پایا۔ مگر ہمارے نبی کے کیا کہنے کہ جب اللہ نے انکو مشاہدہ کروایا اسی  
نورِ عظمت کی ایک جھلک کا تونہ انکی نگاہ نیز ہی ہوئی اور نہ انکے دل نے

انکار کیا۔ ہم نے اس بارے میں کچھ احادیث معرفت اسم کے باب میں پیش کی تھیں اور یہاں بھی ہم ایک حدیث پیش کر رہے ہیں۔

مولانا صادقؒ نے فرمایا ”رسول اللہ نے 120 مرتبہ مسراج کیا ہے ہر دفعہ اللہ نے نبی اکرمؐ کو علیؐ کے متعلق واجبات سے زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

(حوالہ:- مناقب الہبیت، جلد 3 صفحہ 352)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کو مسراج ایک دفعہ نہیں بلکہ 120 مرتبہ ہوئی ہے اور ہر دفعہ اللہ نے آنکھؐ کے متعلق واجبات کی تاکید فرمائی یعنی رسول اللہ کا مقصد ان 12 آنکھؐ کا تعارف کروانا تھا جو کہ آنحضرتؐ مسلسل کرواتے رہے۔

اب ہم وہ حدیث پیش کرنے جا رہے ہیں جس سے پتہ چلے گا کہ آخر رسول اللہ مسراج پر کیوں گئے اور اللہ نے انہیں ایسا کیا دل کھایا۔

”ابو قرہ نے مولانہ کے سامنے آیت ” اور اس نے اس کو دوسری بار دیکھا (سورہ نجم آیت 13) پڑھی تو مولانے نے فرمایا کہ اس آیت میں جو دیکھا ہے اس پر دلالت کرتا ہے ”۔ جب کہ اللہ نے کہا جو کچھ ان کے دل نے دیکھا ان کے دل نے جھوٹ نہ مانا، گویا وہ کہہ رہا ہے کہ محمدؐ کے دل

نے جھوٹ نہیں سمجھا جو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر جو دیکھا اس کے بارے میں ہم کو بتایا تو کہا کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانی کو دیکھا تو اللہ کی آیت اللہ کی غیر ہے۔ (یعنی جو دیکھا وہ اللہ (معنی) نہیں یعنی اس کا نام)۔

حوالہ: (کتاب التوحید، حدیث 9، صفحہ 86)

اس حدیث سے عقدہ کھلا کر اللہ نے اپنے رسول کو اپنی سب سے بڑی نشانی دکھائی اور مولا فرماتے ہیں کہ اللہ کی آیت اللہ کی غیر ہے۔

بیہاں ہمیں اُستاد قمر جالالوی کا ایک شعر یاد آگیا  
قرروہ کون تھا مراجی میں پک پر وہ  
بس اب زبان نہ کھلوا یئے خدا کیلئے  
ویسے تو عاقل اور زیر ک و دانا سمجھ چکے ہیں مگر اتمام جھت کیلئے وہ آیت  
کبریٰ کون تھی جس کا دیدار کروانے کیلئے یہ سارا اہتمام کیا گیا ہم ایک  
حدیث پیش کر رہے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے مولا صادقؑ سے سورہ النبأ کی آیت "عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ" کے متعلق پوچھا کہ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ کون

ہے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وہ امیر المؤمنین ہیں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا  
کہ اللہ کے لئے مجھ سے بڑی کوئی آیت نہیں اور مجھ سے بڑی کوئی خبر  
نہیں۔

حوالہ: (اصول کافی، جلد 2، کتاب الحجت، باب 17۔ حدیث 3 صفحہ 76)

ہم آغا سروش کا ایک شعر پیش کر رہے ہیں:

تم اصل میں کچھ اور ہو آتے ہو نظر اور  
پر دے کے ادھر اور ہو پر دے کے ادھر اور  
اس موضوع کا اختتام ایک حدیث پر کر رہے ہیں جس پر غور و فکر آپ  
خود کریں۔

رسول اللہ نے فرمایا۔ جب اللہ مجھے آسمان پر لے گیا تو میرے ساتھ کلام  
کیا اُس کلام میں سے کچھ یہ ہے کہ۔ یا محمد: علی الاول، الآخر، الظاهر و  
الباطن و هو بکل شیٰ علیم اے محمد! علی اول و آخر ہے۔ ظاہر و باطن ہے وہ  
ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

حوالہ: (مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 285)

حجاب در حجاب:

نظام عالمین میں اور اس سے بھی آگے اللہ کے حجاب در حجاب قائم ہیں ایک پرده اٹھتا ہے تو دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے سب دیکھ سب جان لیا اس کو کیا خبر کہ جو حجاب اٹھا اس سے آگے ایک اور حجاب ہے اور اس حجاب سے آگے ایک اور اس طرح ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے

اگر نیچے سے اوپر کی جانب دیکھا جائے تو حجاب اول ایک بشری لباس میں نظر آتا ہے لوگ اس حجاب سے دھوکا کھا گئے اور اسی کو حجاب آخری سمجھ بیٹھے یہی حجاب دیلہ بھی ہے تخلوق اور خالق کے درمیان اور کس کی مجال کہ وہ ان حجابات کے پار دیکھ سکے جیسا کہ امام فرماتے ہیں۔

مولاصاق نے فرماتے ہیں کہ: ”نگاہیں اس کے جبروت کی بزرگی کو نہیں پاسکتیں اس لئے کہ میں اس نے ان نگاہوں کو پردوں میں چھپا دیا ہے جو پردوں کی کثافت کی موٹائی اور سختی سے نہیں گزر سکتیں۔ اور ان کے پردوں کی خاصیتوں کی مضبوطی کو صاحبِ عرش کی طرف جانے کے لئے چھڑ نہیں سکتیں۔ اللہ وہ ہے کہ جسکی مشیت سے امور صادر ہوتے ہیں۔

حوالہ: (التوحید۔ حدیث 13۔ صفحہ 41)

جو حباب ہمارے سامنے مخلوق کے روپ میں ظاہر ہوا عقول نے اسی کو  
دیکھ کر ہتھیار ڈال دیے اور شعراء، بلیغ خطاباء اسکی توصیف کیلئے گونگے  
ہو گئے اور غالب نے کیا خوب ان حجابت کو بیان کیا کہ  
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے  
پر دہ چھوڑا ہے وہ اس نے کے اٹھائے نہ بنے

ہم نے اسم اور معنی (نفس) پر ایک طویل گفتگو کی ہے۔ جیسا کہ ہم نے  
کہا تھا کہ اسم و سیلہ ہوتا ہے۔ یعنی آپ جب مجھ سے مخاطب ہوں گے تو  
در اصل آپ میرے نفس سے مخاطب ہوتے ہیں اور جب میں آپ سے  
مخاطب ہوتا ہوں تو یہ "میں" میرا نفس ہے لیکن آپ کے اور میرے  
نفس دونوں کیلئے وسیلہ یہ میرا اسم وجودی ہے۔ لیکن جب یہ اسم وجودی  
اپنے نفس سے مخاطب ہو گا تو یہ کسی وسیلے کا محتاج نہ ہو گا۔ حباب کے دو  
رخ ہوتے ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن جیسا کہ آپ کے گھر میں جو پر دہ  
ہوتا ہے اسکا ایک رخ آپ کی طرف ہوتا ہے اگر پر دہ خوبصورت ہو تو  
جو رخ آپ کی طرف ہو اسکی تعریف کی جاتی ہے کیونکہ اسکا دوسرا رخ  
آپ کیلئے غیب ہو جاتا ہے۔ ہمارے سامنے علیٰ بصورت امام اس ایک

جانب کا ظاہر ہے ہم اسی سے مانوس ہیں اسی کے حسن میں محو ہیں اسی کے لمحے کی چاشی میں شراب طہور کا مزہ لے رہے ہیں یہ تو علی ہی جانے کہ اس جانب ظاہر کا باطن کیا ہے اور اسکے بعد ہر مقام پر ایک جانب در جانب کا سلسلہ ہے۔

بہر حال ہمارے اس موقف یعنی جانب / اسم جس کا جانب ہے یا جس کا اسم ہے یا جس کا وسیلہ ہے اس کو کوئی اور جانب یا وسیلہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ رسول اللہ فرماتے ہیں

ابوذر بیان کرتے ہیں: میں ایک دن اُمُّ مسلمہ کے گھر رسول اللہ کی خدمت میں بیٹھا تھا اور آپ کی گفتگو سن رہا تھا کہ اتنے میں علی تشریف لے آئے انکو دیکھ کر رسول اللہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ علی کو اپنے ساتھ لے گا کہ پیشانی کا بوسہ دیا پھر میری طرف منہ کر کہ فرمایا۔ اے ابوذر جو شخص ہمارے پاس آیا ہے اس کی اچھی طرح معرفت حاصل کرو۔ ابوذر نے عرض کیا اے رسول اللہ! وہ آپ کے بھائی اور پچاڑا ہیں، فاطمہ کے شوہر ہیں اور جو انain جنت کے سر اور حسن و حسین کے والد ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا ابوذر! علی! ایک روشن و تیاب اور درخشاں امام ہیں۔

پروردگار عالم کا بلند نیزہ ہیں اور اللہ کی رحمت کا بڑا دروازہ ہیں جو کوئی بھی  
اللہ تک جانا چاہتا ہے وہ اس دروازے سے داخل ہو۔ اے ابوذر! یہ  
عدالت قائم کرنے والے حرمیم الہی کا دفاع کرنے والے، دین خدا کی مدد  
کرنے والے اور اللہ کی مخلوق پر اللہ کی جھٹ ہیں۔ اللہ ہمیشہ امتوں کے  
درمیان ان کی وجہ سے اپنی مخلوق پر جھٹ قائم کرے گا کہ میں نے ہر  
امت کے درمیان ایک نبی بھیجا ہے۔ اے ابوذر! اللہ تعالیٰ نے اپنے  
عرش کے ہر ستون کے ساتھ 70 ہزار فرشتے مقرر فرمائے ہیں۔ ان کی  
تبیع اور حمد یہ ہے کہ وہ علیٰ اور شیعان علیٰ کے دشمنوں نفرین کرتے ہیں

اے ابوذر! اگر علیٰ نہ ہوتے تو حق باطل سے اور مومن کافر سے جدانہ  
ہوتے اللہ کی عبادت نہ کی جاتی کیونکہ علیٰ نے مشرکوں کی سر کوبی کی  
یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئے اور اللہ کی عبادت کرنے لگے اگر علیٰ نہ  
ہوتے تو جزا کا تصور نہ تھا۔ اللہ اور علیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے  
وہ خود حجاب اور پرده ہے۔“

حوالہ: (مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 186)

یہ حدیث رسول اللہ جناب ابوذر سے بیان کر رہے ہیں جو ایمان کے نویں درجے پر فائز ہیں اور آپ کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ مخصوص کا کلام ہمارے کلام کی طرح نہیں ہوتا۔ مخصوص ہمیشہ سامنے والے کی عقل دیکھ کر بات کیا کرتے ہیں۔ اب جب یہ کلام نویں درجے کے مومن کے سامنے ہو رہا ہے تو اللہ بہتر جانے کہ دسویں درجے والے کے سامنے کیا بیان ہو گا۔ یہی باتیں کم ظرفوں کے حلق سے نہیں اترتیں اللہ جانے اگر سلمان اپنے سامنے بیان کیئے فضائل میں سے کوئی ایک بیان کر دیتے تو تو ان لوگوں کی تودھڑ کتیں رک جائیں۔

اس موضوع کا اختتام ہم امیر المومنین کے ان جملوں پر کرتے ہیں "میں ہی حجاب اکبر، میں ہی حجاب آخر ہوں"۔

اب جو ہم معرفت امام میں حدیث پیش کرنے جا رہے ہیں اسے معرفت نورانیہ کہتے ہیں۔ اور یہ وہ معرفت ہے جو ہر مومن مرد اور عورت پر واجب ہے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ مومن اور عارف ہو جائیں تو اس معرفت پر قائم ہو جائیں۔ اس حدیث کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھئے گا اور ہر چیز کو سمجھ کر مانئے گا۔ ہمیں یقین ہے جتنی محنت ہم نے

معرفتِ اسم میں آپ کو یہاں تک لانے کیلئے کی تھی اب وہ محنت پھل دینا  
شروع کرے گی انشاء اللہ۔

### معرفتِ نورانیہ:

محمد بن صدقہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر نے حضرت  
سلمان سے کہا۔ اے سلمان! امیر المؤمنینؑ کی معرفت بالنورانیت کیا  
ہے؟ حضرت سلمان نے کہا: جنبد آدم مولائے ہی کیوں نہ پوچھ لیں۔  
چنانچہ دونوں امیر المؤمنین کے دراطہ برآگئے۔ لیکن آپ موجود نہ تھے  
۔ یہ دونوں آپ کا انتظار کرنے لگ گئے۔ جب آپ تشریف لائے تو ان  
دو نوں سے فرمایا۔ تم دونوں کیسے آئے؟ حضرت سلمان نے کہا۔ ہم آپ  
سے آپکی معرفت بالنورانیت کے متعلق سوال کرنے کے لئے حاضر  
ہوئے ہیں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا تم دونوں دوستوں اور اللہ کے دین  
کے پابند ساتھیوں کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تم دونوں مقصر نہیں ہو۔  
محبے اپنی زندگی کی قسم! یہ معرفت ہر مومن مرد اور عورت پر واجب  
ہے۔

آپ نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے سلمان اے جذب! اس وقت تک کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک وہ میری معرفت بالنورانیت کی حقیقت کو نہ پہچان لے اور جسے میری یہ معرفت بالنورانیت کی معرفت حاصل ہو جائے تو وہ یہ سمجھے کہ اللہ نے اس کے دل کا ایمان کے لئے امتحان لے لیا اور اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیا اور یہ معرفت حاصل کرنے والا عارف اور مستبصر بن جاتا ہے اور جو اس معرفت سے قاصر ہے تو وہ تھنک کرنے والا ہے۔

اے سلمان اے جذب! میری معرفت بالنورانیت اللہ کی معرفت ہے اور اللہ کی معرفت میری معرفت بالنورانیت ہے اور یہی وہ خاص دین ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے (سورہ بینۃ آیت ۵) انہیں بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ دین کو خالص کر کے اللہ کی عبادت کریں اور ایک رخ ہو جائیں۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہی مضبوط دین ہے۔

اللہ فرماتا ہے کہ انہیں نبوت محمدؐ کے علاوہ اور کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ یہ یکتا پرستی والا آسان دین محمد ہے۔ اللہ نے فرمایا: وہ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں۔

(توبہ آیت 71)

جس نے میری ولایت کو قائم کیا۔ اس نے صلوٰۃ کو قائم کیا اور میری ولایت کو قائم کرنا مشکل در مشکل ہے جس کو صرف ملک مقرب یا نبی مرسل یا وہ مومن برداشت کر سکتا ہے جس کے دل کا اللہ نے ایمان کے لئے امتحان لیا ہو لہذا فرشتہ جب تک مقرب نہ ہو اور نبی جب تک مرسل نہ ہو اور مومن جب تک اس دل کا اللہ نے ایمان کے لئے امتحان نہ لیا ہو اس وقت تک میری ولایت کو کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔

سلمان و ابوذر نے کہا: مولا واضح کریں کہ مومن کون ہے؟ اور اس کی سرحد اور انتہا کیا ہے؟ تاکہ ہم اسے پیچان سکیں۔

مولانے فرمایا! اے سلمان امتحان شدہ مومن وہ ہے جو ہمارے کسی بھی عمل کو رد نہ کرے۔ جب بھی ہمارے کسی فرمان کو سنے تو اس کو قبول کرنے کے لئے اس کا سینہ کشادہ ہو جائے اور وہ کسی فنک و فریب میں بتلا نہ ہو۔ ابوذر جان لو! میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے بندوں پر اس کا جانشین ہوں۔ ہمیں رب نہ بناؤ ہمارے لئے ایک رب تسلیم کرو اس کے علاوہ ہماری شان میں جو چاہے کہتے رہو۔ تم ہماری حقیقت کی تہہ تک بھی نہ پہنچ پاؤ گے۔ تم میں سے توصیف کرنے والا جتنی بھی توصیف کر

سکتا ہے اللہ نے ہمیں اس سے کہیں زیادہ مقام دیا ہے اور تمہارے دلوں میں ہماری عظمت کا جو تصور پیدا ہو سکتا ہے ہمارا مقام اس سے بہت ارفع ہے۔ جب تم ہمیں اس طرح سے پہچانو گے تو مومن قرار پاوے گے۔ سلمان نے عرض کیا! مولاً جس نے نماز کو قائم کیا اس نے آپکی ولایت قائم کی؟ مدد طلب کرو گے صبر و نماز بیٹک نماز خشوع کرنے کے والوں کے علاوہ باقی لوگوں پر بہت گراں ہے۔” (سورہ بقرۃ 45)

صبر سے رسول اللہ مراد ہیں۔ اور صلوٰۃ سے میری ولایت قائم کرنا مراد ہے اور خاشعین کے علاوہ عوام پر میری ولایت کا برداشت کرنا بہت گراں ہے۔ اور خاشعین سے مستبر شیعہ مراد ہیں۔ کیونکہ مر جیہے ہوں، قدری ہوں یا خوارج ہوں اور نو انصب ہوں وہ سب کے سب محمد مصطفیٰ کا اقرار کرتے ہیں۔ ان آنحضرتؐ کی نبوت کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ وہ میری ولایت کا انکار کرتے ہیں۔ میری ولایت کا برداشت کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اسی لئے تو اللہ نے فرمایا ہے۔ ”خاشعین کے علاوہ باقی لوگوں کے لئے یقیناً یہ گراں ہے۔“ اللہ نے ایک اور جگہ نبوت محمدؐ یہ اور میری ولایت سے متعلق فرمایا ہے۔ ”معطل کنوں اور مضبوط محل۔“ (انج

آیت 45)۔ وہ معطل کنوں میری ولایت ہے جسے لوگوں نے معطل کر کے چھوڑ دیا اور اسکا انکار کیا اور جو میری ولایت کا اقرار نہ کرے تو اس کو محمدؐ کی نبوت کا اقرار کوئی فائدہ نہ دے گا اور "تصریح شید" رسول اللہ ہیں۔

آگاہ رہو انکا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ نبی اکرمؐ نبی مرسل ہیں اور وہ تمام خلق کے امام ہیں اور انکے بعد علیؐ ہی خلق کا امام ہے اور محمدؐ کا وصی ہے۔ جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا: "یا علیؐ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیؐ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں ہو گا"۔

ہمارا اول محمدؐ ہے، اوسط محمدؐ ہے اور ہمارا آخری محمدؐ ہے۔ جس نے میری معرفت کی تکمیل کی تو وہ مضبوط دین پر ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: "یہی مضبوط دین ہے اور میں اللہ کی عطا کردہ مدد اور توفیق سے اسکی وضاحت کرتا ہوں"۔ (سورہ بیتہ: 5)

پھر آپؐ نے دونوں سے فرمایا: جو شخص حیاتِ رسولؐ میں ایک صحیفہ پہنچانے کا ملک نہ تھا وہ امامت کا ملک کیسے بن گیا؟

سلمان و جندب امیں اور رسول اللہ ایک ہی نور تھے۔ آنحضرت محمد مصطفیٰ بنے اور میں انکا وصی مرتضیٰ بنا۔ محمد ناطق تھے اور میں صامت بنا۔ ہر دور کیلئے ضروری ہے کہ اس میں ناطق بھی ہو اور صامت بھی۔ سلمان! محمد "منذر" (ذرانے والا) اور میں ہادی بنا جیسا کہ اللہ نے فرمایا : "سورہ رعد: 7" اس آیت کے تحت رسول اللہ منذر اور میں ہادی ہوں۔ پھر آپ نے سورہ رعد کی ہی آیت 8-11 تک پڑھی۔ ابوذر کا بیان ہے کہ اس وقت آپ نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مارا اور فرمایا محمد صاحب جمع بنے اور میں صاحبِ شر بننا۔ محمد جنت کے مالک بنے اور میں دوزخ سے کہوں گا کہ اسے چھوڑ دے اسے پکڑ لے۔ محمد صاحبِ رجفہ ہیں اور میں صاحبِ ہدہ ہوں۔ میں صاحبِ لوح محفوظ ہوں۔ اللہ نے اسکا علم مجھے الہام فرمایا ہے۔ حضرت محمد صاحب دلالت و رہنمائی ہیں اور میں صاحبِ مجزات و علامت ہوں۔ محمد آخری نبی ہیں اور میں انبیاء کے او صیاء کا خاتم ہوں۔

میں صراطِ مستقیم ہوں، میں وہ بناء عظیم (عظیم خبر) ہوں جس میں امت نے اختلاف کیا ہے۔ اہلِ اسلام نے میری ولایت کے علاوہ کسی اور چیز میں اختلاف نہیں کیا۔ محمد صاحبِ دعوت اور میں صاحبِ شمشیر ہوں۔ محمد منبی مرسل ہیں اور میں رسول اللہ کے فرمان کا مالک ہوں۔ اللہ کا فرمان ہے "وہ اپنے امر کی روح اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بیچج دیتا ہے" (سورہ مومن: 15)۔

یاد رکھو! یہ روحِ ملکِ مقرب یا نبی مرسل یا وصیِ منتخب کے علاوہ کسی پر نہیں بیچجی جاتی۔ اللہ جسے یہ روح عطا کرے تو اسے باقی لوگوں سے ممتاز کر دیتا ہے اور اسے قدرت اور طاقتِ تفویض کرتا ہے۔ اسے مردہ زندہ کرنے کی قوت عطا کرتا ہے اور اسے علمِ ماکان و مایکون سے سرفراز کرتا ہے اور اسے یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ چشمِ زدن میں مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کا سفر کر سکے اور اس روح کی وجہ سے لوگوں کے دلوں اور کیفیات کو جانتا ہے اور وہ آسمان و زمین کا علمِ جان لیتا ہے۔ اے سلمان و جندب! محمد وہ "ذکر" ہیں ان متعلقِ اللہ نے فرمایا ہے "اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو نازل کیا رہ رسول بنا کر جو تم پر آیات کی تلاوت کرتا

ہے" (سورہ طلاق: 10-11) مجھے علم المنسا و المبایا اور قوتِ فیصلہ عطا ہوئی ہے اور میرے سینے میں علم قرآن اور قیامت تک ہونے والے واقعات کا علم و دیعت رکھا گیا ہے۔

خدا نے لوگوں کیلئے جتنی قائم کیں اور میں اللہ کی جنت ہوں اور اللہ نے مجھے وہ کچھ عطا کیا جو اولین و آخرین میں سے کسی نبی اور رسول کسی ملک کی مقرب کو عطا نہیں کیا۔

اے سلمان و جنبد! میں نے ہی اپنے رب کے حکم کے تحت نوح کو کشتی میں سوار کیا اور میں نے ہی اپنے رب کے حکم کے مطابق یونسؑ کو مجھلی کے شکم سے نکالا اور میں نے اپنے رب کے حکم سے موکیؑ کو دریا پار کرایا میں نے ہی اپنے رب کے حکم سے ابر یہمؑ کو آگ سے نکالا تھا اور "عذاب یوم الظلہ" میں ہوں۔ میں مکانِ قریب کا وہ منادی ہوں جس کو جن و انس سینیں گے اور تمام اقوام اسے سمجھیں گی۔ تمام سرکش اور منافقین تک اللہ کی ندائیکی اپنی زبانوں میں سناؤں گا۔ معلم موکیؑ و خضر میں ہوں۔ میں سلمان بن داؤد کا معلم ہوں اور میں ذوالقرنینؑ ہوں اور میں اللہ کی قدرت ہوں۔ اے سلمان و جنبد! ہمارا مرنے والا مر اٹھیں ہوتا اور

ہمارا غائب ہونے والا غائب نہیں ہوتا ہمارے مقتول ہرگز قتل نہیں کیتے  
جائسکے

اے سلمان و جنبد! میں محمد ہوں اور محمد میں ہوں۔ میں محمد سے ہوں  
اور محمد مجھ سے ہیں۔ اے سلمان! اے جنبد! میں ہرگز رے ہوئے پر  
زندہ مومن مرد اور عورت کا امیر ہوں۔ اور روح عظمت سے میری تائید  
ہوئی ہے اور میں اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ ہمیں رب نہ  
کہو اسکے علاوہ ہماری فضیلت میں جو چاہو کہتے رہو، اسکے باوجود تم ہماری  
اس فضیلت کی حقیقت تک نہ پہنچ سکو گے جو اللہ نے ہمارے لیئے مقرر  
کی ہے۔ اس فضیلت کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ پا دے گے۔ کیونکہ  
ہم اللہ کی آیات و دلائل ہیں اور ہم اللہ کی جمیں ہیں اور اسکے خلفاء اور  
رفقاء اور اسکے بنائے ہوئے آئمہ ہیں۔ ہم وجہہ اللہ، عین اللہ اور لسان  
اللہ ہیں۔

ہماری وجہ سے اللہ اپنے بندوں کو عذاب دیتا ہے اور ہماری وجہ سے ثواب  
دیتا۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے ہمیں ظاہر بنایا اور ہمیں چن لیا اور ہمارا  
انتخاب کیا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ "کیوں کیسے اور کس میں؟ تو وہ کافر اور

مشرک بن جائے گا۔ اے سلمان و جنبد! جو کچھ میں نے بیان کیا اور جو  
وضاحت و تشریح کی ہے جو اس پر ایمان لائے تو وہ ایسا مومن ہے جس  
کے دل کا اللہ نے ایمان کیلئے امتحان لیا ہے اور اسکے سینے کو اسلام کیلئے  
کشادہ کیا ہے اور وہ عارف مستبرہ ہے۔ وہ کامل و اکمل ہے۔ اور جو شک  
کرے، عنادر کھے اور انکار کرے اور رک جائے اور حیران ہو جائے وہ  
مقصر اور ناصی ہے۔

اے سلمان و جنبد! میں اپنے رب کے حکم سے تمہیں خبر دیتا ہوں جو  
تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور ذخیرہ کرتے ہو میں تمہارے دلی  
ارادوں کو جانتا ہوں اور میری اولاد کے آئندہ بھی وہ جانتے ہیں جب  
چاہیں اور ارادہ کریں تو وہ سارے کمالات دکھان سکتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے  
کہ ہم سب ایک ہی ہیں۔ ہمارا پہلا بھی محمد، آخری محمد، درمیانہ محمد ہے۔  
ہم سب کے سب محمد ہیں ہمارے درمیان فرق نہ ڈالو۔ جب ہم چاہتے  
ہیں تو اللہ چاہتا ہے اور جب ہم ناپسند کریں اللہ ناپسند کرتا ہے۔ ہلاکت  
اور مکمل ہلاکت ہے اس کیلئے جو ہماری فضیلت اور خصوصیت کا اور جو کچھ  
ہمارے رب نے ہمیں عطا کیا ہے اسکا انکار کرے تو اس شخص نے اللہ کی

قدرت اور ہمارے اندر اسکی مشیت کا انکار کیا۔ اے سلمان و جنبد! ہمارے رب نے ہمیں اس سے کہیں زیادہ و اعلیٰ حصہ عطا کیا۔ سلمان و جنبد نے کہا مولاً اللہ نے آپ کو کیا عطا کیا ہے جو اس سے بھی کہیں عظیم و برتر ہے؟

آپ نے فرمایا: ہمارے رب نے ہمیں ایسے اسم اعظم کی تعلیم دی ہے، اگر ہم چاہیں تو اسکے ذریعے سے زمین و آسمان، جنت و نار کو چھاڑ دیں اسکے ذریعے سے آسمانوں کی جانب عروج کریں اور زمین پر اتر آئیں اسکے ذریعے سے مشرق و مغرب تک ساری حاصل کریں گے اور عرش تک چلے جائیں اور اللہ کے حضور جا بیٹھیں۔ ہر چیز ہماری اطاعت کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آسمان، زمین، سورج، چاند ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے، سمندر، جنت و دوزخ سمیت سب کی سب چیزیں ہماری اطاعت کرتی ہیں۔ اللہ نے ہمیں یہ سب کچھ اس اسم اعظم کے دیے ہے جو اس نے ہمیں تعلیم کیا ہے اور ہمیں اس سے مخصوص کیا ہے۔

تمام تر فضائل و خصائص کے ہوتے ہوئے ہم کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں بازاروں میں چلتے بھی ہیں اور ہم یہ تمام چیزیں اپنے رب کے حکم سے

کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے وہ مکرم عبد ہیں جو قول میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور اسکے فرمان پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں معلوم و مطہر بنایا اور ہمیں اپنے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے۔ اور کافروں پر عذاب کا فرمان سچا ہو چکا ہے، یعنی ان لوگوں پر جو ہمارے اس افضل و احسان کا انکار کریں جو ہمیں اللہ نے عطا کیا ہے۔ اے سلمان و جندب! یہ میری معرفت بالنورانیت ہے، سید ہمی راہ چلتے ہوئے اسے مضبوطی سے تھامو۔ یاد رکھو ہمارا کوئی شیعہ اس وقت تک مستبصر نہیں ہو سکتا جب تک میری معرفت بالنورانیت کو حاصل نہ کرے اور جب تک مجھے اسکے ساتھ نہ پیچان لے تو وہ کامل مستبصر بن جاتا ہے اور اس نے علم کے ایک سمندر کو عبور کیا ہے اور فضیلت کے اعلیٰ درجہ پر چڑھا ہے اور اللہ کے اسرار میں سے ایک راز پر مطلع ہوا ہے اور اسکے پوشیدہ خزانوں میں سے ایک خزانہ سے آگاہی حاصل کی ہے۔ (حوالہ:- سوال عوام کے جواب امام کے،

جلد 1، صفحہ 312)

جناب ابوذر کا نام "جندب" تھا اور انکی کنیت ابوذر تھی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جب ابوذر نے حضرت سلمانؓ سے سوال کیا کہ امیر المؤمنینؑ کی

معرفت بالنورانیت کیا ہے؟ تو سلمان نے جواب کیوں نہ دیا۔ یہ ہوتا ہے ایک عالم کا فعل کیوں کہ اگر یہ سلمان بتاتے تو لوگ انکار کر سکتے تھے مگر انہوں اتمام جھت کیلئے امیر المومنین کی طرف رجوع کیا۔

جیسا کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ: "اس وقت تک کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک وہ میری معرفت بالنورانیت کو نہ پہچان لے" یہ نہ کہا آنحضرت نے جو اسے جان لے۔

مولانے جو بیان کی ابتداء کی ہے وہ ان الفاظ سے کی ہے کہ "میری معرفت اللہ کی معرفت ہے اور اللہ کی معرفت میری معرفت بالنورانیت ہے" ہم مسلسل یہ ذکر کرتے آرہے ہیں کہ اسم ہوتا ہے اپنے نفس کی معرفت کیلئے اگر اسم نہ ہوتا تو معنی کی معرفت ہو ہی نہیں سکتی اور اس ایک جملے کو امیر المومنین نے مختلف انداز میں واضح کیا ہے جہاں آپ فرماتے ہیں۔

"مولانا علی فرماتے ہیں: اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی معرفت نہ ہوتی اور اگر اللہ نہ ہوتا تو ہماری معرفت نہ ہوتی"۔ (حوالہ: مشارق النوار القین،

صفحہ 76)

اب اسم جس کے سامنے جس مقام پر بھی مکشف ہو جائے اسی سے معرفت کے درجات مرتب ہوتے ہیں۔ لیکن ابتداء اسی مقام بشریت سے ہو گی جہاں یہ عبد بن کر آئے ہیں اور یہی معرفت خالص دین ہے۔ پھر مولا فرماتے ہیں کہ "میری ولایت کو قائم کرنا کی صلوٰۃ کو قائم کرنا ہے اور یہی دین قائم کرنا ہے اور میری ولایت کو قائم کرنا مشکل در مشکل ہے" اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ امر اس قدر مشکل کیوں ہے؟

آپ نے مشاہدہ کیا ہو گا کہ آج کل ولایت علیؑ کے حق میں زیادہ شور ہورہا ہے مجالس اور جشن میں علیؑ ولی اللہ کے نعرے بھی بھی بہت لگ رہے ہیں۔ آپ یقین جانیے ایسا کرنے والے یا تو بعض مقصرين میں کر رہے ہیں یا جو بڑھ بڑھ کر نعرے لگا رہے ہیں وہ علیؑ کے غیر کو علیؑ کی ولایت میں شریک بناتے ہیں دانستہ یا غیر دانستہ۔ علیؑ کی ولایت میں کسی کو خالص پاناجوئے شیر لانے جیسا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ لوگ انؐ کی معرفت کو جانتے ہیں پہچانتے نہیں ہیں۔ اتنا آسان نہیں ہے اس امر کو برداشت کرنا جس کو صرف ملک مقرب اور نبی مرسل برداشت کر سکیں۔ علیؑ کی ولایت میں علیؑ لا شریک ہے۔

مولانے اپنی عبادیت پر زور دیا ہے کہ کہیں لوگ انہیں اس مقام عبادیت پر اللہ نہ کہہ دیں اور یہ زور دینے کے بعد فرمایا اسکے بعد ہماری فضیلت میں جو چاہو کہو پھر بھی تم ہماری فضیلت کے دسویں حصے کو بھی نہ پاسکو گے۔

یہ بات تو ہمارے مشاہدے میں بھی ہے کہ مقصر چاہے اپنا ہو یا پر ایا (اپنا ہم نے اس لیے کہا کہ وہ ہمارے لبادے میں ہے) رسول اللہ کی نبوت پر اسے نہ تو کوئی تو اعتراف ہے اور نہ ہی چبھن اسے اختلاف ہے تو صرف اور صرف ولایت علی پر کیونکہ وہ ان لوگوں کے دلوں میں نیزے کی انی کی طرح جبھتی ہے۔ اور مخصوص اور جانچے ہوئے لوگوں کے علاوہ اس امر کو برواشت کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں عرض کیا تھا کہ قرآن پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ امام نے کہیں کسی آیت میں کسی لفظ کی تفسیر بتا کر کی ہے اور کہیں بغیر بتائے اگر قرآن پڑھا ہی نہیں ہو گا تو کیسے پتہ چلے گا۔ ہمارے اس دعوے کی دلیل اس حدیث میں امیر المؤمنینؑ کے یہ جملے ہیں "میں وہ بناء عظیم ہوں جس میں امت کا اختلاف ہے" "یہاں امام نے (سورہ انبیاء کی آیت 1-3) کی تفسیر کی ہے۔

اس کے بعد مولاً نے ایک روح کا ذکر کیا ہے جس کا کمال یہ ہے کہ یہ روح ملکِ مقربِ نبی مرسل یا اسکے وصی کے پاس آتی اور اس روح کی مدد سے وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے، چشمِ زدن میں مغرب سے مشرق کا سفر کر سکتا ہے، دلوں کے بھیج دن لیتا ہے زمین و آسمان کا علم جان لیتا ہے اور مولاً ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں "میں روح ہوں، میں روحوں کی روح ہوں، میں ام الارواح ہوں"۔ اس بات کی دلیل ہمیں دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ مولاً خود اسکی دلیل آگے چل کر اسی حدیث میں دیں گے۔

اب مولاً فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے جھیں قائم کیں ہم نے "شبِ معراج" والے موضوع پر ایک حدیث پیش کی تھی جس میں اللہ نے رسول اللہ کو علیٰ اور آئمہ کے واجبات کی تاکید کی تھی۔ اب اس حدیث میں بھی مولاً نے فرمایا کہ رسول اللہ نے جھیں قائم کیں اور میں اللہ کی محبت ہوں۔

گز شترے صفات میں ہم نے امیر المؤمنین سے ہی حدیث پیش کی تھی کہ "ہر نبی محبت کو قائم کرنے آیا اور میں محبت بالغہ ہوں"۔

اور اب جو جملے مولاؑ نے ارشاد فرمائے یہ وہ دلیل ہے جس کا ہم نے ابھی گزشتہ سطور میں ذکر کیا تھا۔ مولاؑ فرمار ہے ہیں "میں نے ہی نوحؑ کو کشتی میں سوار کرایا، میں نے ہی یونسؑ کو مجھلی کے شکم سے نکالا، میں نے ہی موسیؑ کو دریا پار کرایا اور میں نے ہی ابراہیمؑ کو آگ سے نکالا"۔ یہ سارے نبی مرسل ہیں اور اتنی ولایت ہونے کے باوجود بغیر علیؑ کی مدد کے سب کی زندگیاں خطرے میں تھیں۔

پھر مولاؑ اس ندادینے والے کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ نداء ہمارے زمانے کے امام کے ظہور کی ہے جو ہر شخص اپنی زبان میں سنے گا۔

اسکے بعد انہی نبی مرسل کا معلم بھی علیؑ ہے کیوں کہ علیؑ اللہ کا علم ہے اور خود ہی عالم ہے۔

اسکے بعد مولاؑ نے کچھ کمال الفاظ ارشاد فرمائے۔ جس میں مولاؑ نے فرمایا " ہمارا مر نے والا مر انہیں ہوتا"۔ اس کی مثال مولا حسینؑ کا نوک نیزہ پر خطاب ہے لشکریزید (العین) نے سمجھا کہ ہم نے حسینؑ کو مار دیا، ان کو کیا معلوم کہ اللہ کا نام کبھی مرنے والا نہیں ہے۔ وہ مر کے بھی نہیں مرتا۔ پھر آپ نے فرمایا " ہمارا غائب ہونے والا غائب نہیں ہوتا" اس پر ہم

معرفتِ امام زمانہ کے باب میں گفتگو کریں گے۔ پھر اس کے بعد آنحضرت نے فرمایا "ہمارے مقتول ہرگز قتل نہیں کئے جا سکتے" اس کے لیے وہ واقعہ شیعہ کے بچے بچے کی زبان پر ہے جب امیر المومنین اپنا جنائزہ لینے خود آئے تھے۔

ہم نے کوشش کی کہ اس حدیث کے چیدہ چیدہ پہلوؤں پر کچھ گفتگو کریں باقی اس پوری حدیث پر تو غور و فکر آپ نے ہی کرنا ہے بس ہم اس حدیث کے آخری جملوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کردار ہے ہیں جہاں امیر المومنین فرمائے ہیں کہ "جس نے میری معرفت بالنورانیت کے ساتھ مجھے پہچانا اس نے علم کے ایک سمندر کو عبور کیا، اللہ کے رازوں میں سے ایک راز پر مطلع ہوا اور اللہ کے پوشیدہ خزانوں میں سے ایک خزانے سے آگاہی حاصل کی" اب ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھیے اور اللہ کو گواہ بنائے کہ آپ سے خود سوال کریں کہ جو کچھ مولاً نے اس حدیث میں فرمایا وہ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، پوشیدہ خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے علم کے سمندوں میں سے ایک سمندر ہے۔ اگر دوسرا سمندر، دوسرا راز اور دوسرا خزانہ معلوم ہو جائے تو معرفت کس

کمال پر پہنچ سکتی ہے۔ علم کیلئے جدوجہد کریں اپنے آپ کو احادیث کی کتابیں پڑھنے کا عادی بنائیں ورنہ آپ کبھی بھی عارف نہ بن سکیں گے۔ اب ہم اسی امام کی معرفت پر رہتے ہوئے ایک اور حدیث پیش کر رہے ہیں جو مولا امیر المؤمنینؑ نے اپنے صحابی طارق کو تعلیم فرمائی اسی لیئے یہ حدیث "حدیث طارق" کے نام سے مشہور ہوئی ہے۔ اس حدیث کو بھی غور سے پڑھیئے گا اور اس پر غور و فکر کیجئے گا۔

### حدیث طارق:

"طارق بن شہاب نے امیر المؤمنینؑ سے نقل فرمایا: اے طارق امام اللہ کا کلمہ، اس کی جدت، اس کا چہرہ، اس کا نور، اس کا حجاب، اس کی آیت ہوتا ہے جسے وہ اختیار کرتا ہے، اور اس میں پسند کی صفات رکھتا ہے ایسے امام کی اطاعت واجب ہے اور امام کا حکم تمام مخلوق پر لاگو ہوتا ہے۔ امام زمین و آسمان میں اللہ کا ولی ہے۔ اللہ نے تمام بندوں سے اس کی فرمان برداری کا عہد لیا ہے، لہذا جو امام سے تقدم کرے گا وہ اللہ کا کفر کرے گا۔ اور اس صورت میں اللہ جو چاہے اس کافر کے ساتھ کرے اللہ جب کچھ چاہتا ہے تو امام کے بازو پر لکھ دیتا ہے اور اللہ کی بات پوری ہو جاتی ہے، پوری

سچائی اور عدل کے ساتھ۔ پس امام ہی صدق ہے اور عدل ہے، امام کیلئے زمین سے لے کر آسمان تک نور کا عمود (ستون) نصب ہوتا ہے جس میں تمام بندوں کے اعمال دیکھ لیتا ہے۔ امام پیکر بیت و جلال ہوتا ہے اور دل میں چھپی ہوئی باتوں کا علم رکھتا ہے اور غیب پر اس کو اطلاع ہوتی ہے اور امام کو ہر چیز پر مکمل تصرف دیا جاتا ہے اور امام شرق و غرب کے درمیان دیکھنے کی قوت رکھتا ہے اور اسی لیے کوئی چیز اس سے چھپی نہیں رہتی۔ نہ اس دنیا کی نہ اس دنیا کی، جب امام دنیا میں ظاہر ہوتا ہے تو وہ ایسا عالم ہوتا ہے جس کو پرندوں کی زبان بھی آتی ہے لہذا امام وہ ہے جسے اللہ اپنی وحی کیلئے اختیار کرے اور اپنے غیب کیلئے اسے پسند کرے اللہ امام کی تائید اپنے کلے سے کرتا ہے اور اسے اپنی حکمت عطا کرتا ہے اور اس کے دل کو اپنی مشیت کا مکان قرار دیتا ہے۔ اس کی سلطنت قائم ہو جاتی ہے، اس کا امر مانا جاتا اور ماننے کا حکم دیا جاتا ہے اور ایسا اس لیے ہے کہ امامت انبیاء کی میراث ہے اور انبیاء کی منزل ہے اور اللہ کی خلافت ہے اور اس کی رسولوں کی خلافت ہے۔ پس عصمت اور ولایت ہے سلطنت اور ہدایت ہے کیونکہ یہ تمام تر دین ہے اور ہر مرتبہ اس کا پلشرا بھاری رہتا ہے، امام

راہِ ربیانی پر چلنے والوں کیلئے رہبر ہے اور ہدایت کے طلب گاروں کیلئے روشنی کا منارا ہے اللہ کے راستے پر چلنے والوں کیلئے راہِ الہی ہے اور اہل عرفان کے دلوں پر طلوع ہونے والا سورج ہے اس کی ولایت کے سبب نجات ہے اس کی اطاعت زندہ رہنے کیلئے ضروری ہے سامانِ آخرت ہے موت کے بعد مومنین کیلئے عزت ہے اور گناہ گاروں کیلئے شفاعت ہے محبوں کیلئے نجات ہے اتباع کرنے والوں کیلئے کامیابی ہے کیونکہ امام اسلام کا راسِ درمیں اور امام ایمان کا مکمل پیکر ہے اور حدودِ الہی کی معرفت اور حلال و حرام کا احکام ہے امامت وہ رتبہ ہے جس تک وہی پہنچ سکتا ہے جسے اللہ نے اختیار کیا ہوا ہے اسے فویتِ دی ہوئی ہے اسے والی بنایا ہے اور حاکم بنایا ہے، پس ولایت سرحدوں کی حفاظت ہے امور کی تدبیر ہے اور یہ ایام اور مہینوں کے عدد کے برابر ہے اور امام پیاس میں شھنڈا میٹھا پانی ہے ہدایت کا رہنماء ہے گناہوں سے پاک کرنے والا ہے غیب پر اطلاع رکھتا ہے پس امام بندوں پر طلوع ہونے والا نور کا سورج ہے جس تک نہ کسی کے ہاتھ پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی نظریں۔ لہذا آلِ محمد دائرہ ایمان کا راس اور وجود کا قطب ہے سخاوت کا آسمان ہے ہر وجود کیلئے

شرف ہے اور شرف کے سورج کی دھوپ اور شرف کے چاند کی چاندنی  
 ہے شجر عزت اور مجد کی جڑیں ہیں اور اس کا مبداء ہیں ان کا معنی اور  
 مطلب ہے ان کی بنیاد ہیں پس امام روشن چراغ ہیں روشن راستہ ہے ٹھنڈا  
 پانی ہے موجیں مارتا ہوا سمندر ہے چودھویں کا چاند ہیں بھرا ہوا غیر  
 ہے راہی کیلئے واضح راستہ ہے وادی ہلاکت سے نکال کر لے جانے والا  
 رہنمہ ہے ساون کا باریل ہے موسلا دھار بارش ہے سایہ دار آسمان ہے  
 جلیل القدر نعمت ہیں نہ خشک ہونے والا سمندر ہے ایسا شرف ہے جس کا  
 بیان مشکل ہے البتا ہوا چشمہ ہے، چھپھاتے ہوئے پرندوں والا باغ ہے  
 خوش نما پھول ہے، دلکشا ہوا چاند ہے پھٹتی ہوئی خوشبو ہے، عمل صالح  
 ہے منافع بخش تجارت ہے واضح راستہ ہے اچھا دوست اور محبت کرنے  
 والا باپ ہے دکھوں میں پناہ گاہ ہے وہ حاکم ہے جو اچھے حکم دیتا ہے اور  
 برائی سے منع کر دیتا خلاق پر اللہ کا امیر ہے اور اللہ کے حقائق کا ایں ہے  
 ، بندوں پر اللہ کی جنت ہے امام گناہوں اور عیبوں سے پاک ہوتا ہے امام  
 کاظما بر امر ہے جس پر کسی کا بس نہیں چلتا اور امام کا باطن غیب ہے جو کسی  
 کے ہاتھ نہیں لگتا، امام اپنے زمانے میں ایک ہی ہوتا ہے اور اللہ کے امر و

نہیں میں اللہ کا غلیفہ اور امام جیسا کوئی نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی دوسرے اس کی جگہ لے سکتا ہے پس کون ہے جو ہماری معرفت پا سکے اور ہمارے مرتبے اور منزلت تک پہنچ سکے میرے بیان سے عقليں گنگ ہو گئیں اور سوچنے کھنخنے کی صلاحیت دم توڑ گئی عظیم اور برتر لوگ چھوٹے ہو گئے علماء، مخدود ہو گئے، شاعر تھک گئے، اہل بлагت گونگے ہو گئے، خطیبوں کی زبان لکھت کر نہ گلی۔ شاعروں سے شعر کی قدرت ختم ہو گئی زمین اور آسمان جھک گئے، کون ہے جو اولیاء کی شان بیان کر سکے؟ کوئی ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ جانتا ہے اور بتا سکتا ہے؟ یا جانتا ہے اور سمجھتا ہے یا اس نے پالیا ہے اور اس کے قبضے میں ہے یہ اس ہستی کی شان کا بیان ہے جو نقطہ کائنات ہے داروں کا مرکز ہے ممکنات کا راز ہے۔ یہ جلالِ کبرائی کی کرن ہے یہ زمین و آسمان کا شرف ہے۔ آلِ محمد کا مقام و مرتبہ اس سے بلند ہے کہ کوئی ان کی تعریف کر سکے یا کائنات میں کسی اور سے ان کی برابری یا تقابل کر سکے اور کہ بھی کیسے سکتا ہے جب کہ آلِ محمد نورِ اول ہیں یہ سب پر برتری رکھنے والا کلمہ ہیں، وحدانیتِ کبریٰ ہیں اللہ کا حجاب اعظم و اعلیٰ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟ عقليں اس کو

سمجھ سکتی ہیں؟ کہنے والوں نے جو کہنا تھا کہا جو سمجھنا تھا سمجھا جو یہ سمجھے کہ یہ صفات آلِ محمدؐ کے علاوہ بھی کسی اور میں ہیں وہ جھوٹا ہے اور ان میں سے جن کے قدم بھٹک گئے ہیں اور جنہوں نے بیل کو اللہ مان لیا ہے اور شیطان کی جماعت میں شامل ہو گیا ہے اور یہ سب کچھ پاک اور مخصوص گھرانے کے بعض میں کیا رسانی اور عصمت کی کان سے حسد کی وجہ سے شیطان نے ان اعمال پر لپاپتی کر دی، ان کا ستیاناں، کیسے انہوں نے ایک بت پرست میدان کے بکھوڑے کو امام بنالیا؟ جب کہ امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسا عالم ہو جو کبھی بھی یہ نہ کہے میں نہیں جانتا، ایسا شجاع ہو کے کبھی بھی بزولی نہ دیکھائے، کوئی شخص اس سے اچھی صفات پر برتر نہ ہونے ہی اس کا نسب ایسا ہو کہ اس کو کم نسب کہا جائے اور یہ صفات قریش کے جیدا اور بنی ہاشم کے شرافہ میں، ابراہیم کے پس مندگان میں، کریم سرچشمے سے، نفس رسول سے رضاۓ الہی سے، اللہ کی قبولیت سے، شریفوں کے شریف میں ہیں۔ وہ عبدِ مناف کی فرع ہیں ریاستِ ربیٰ کے عالم ہیں اور ریاستِ الہی کے قائم کرنے والا ہے ان کی اطاعت قیامت تک فرض ہے۔ اللہ نے اپنے راز کو امام میں رکھ دیا ہے۔

اے طارق مگر لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی جیسا کہ اللہ نے فرمایا "وہ گمراہ ہوا جس نے اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کی" (کھص: 50) اے طارق: امام ملکوئی انسان ہوتا ہے آسمانی جسم کا مالک اللہ کا امر اور روحِ قدسی ہوتا ہے، بلند مرتبہ، چمکتا ہو انور چھپا ہو اراز پس وہ ذات کے اعتبار سے فرشتہ اور الہی صفات کا مالک ہوتا ہے۔ اچھائیاں اس سے زیادہ سے زیادہ صادر ہوتی رہتی ہیں، غیب کا عالم ہوتا ہے، اللہ رب العالمین کا خاص الخاص آدمی ہوتا ہے اور صادق اور امیں کی نص سے منصوص ہوتا ہے اور یہ سب کچھ جو میں نے بیان کیتے ہے آل محمد کا ہے جس میں کوئی شریک اور حصہ دار نہیں ہے کیونکہ آل محمد معدنِ تزییل ہیں اور تاویل کے معنی ہیں، اللہ کے خواص ہیں جبریل کے محل نزول ہیں اور اللہ کی صفات کے حامل اور صفوۃ ہیں اللہ کا راز اور کلمہ ہیں نبوت کا درخت ہیں اور کرم کی کان ہیں پر مغزِ باتوں کا سرچشمہ ہیں اور دلالت کی انتہا ہیں، محکم رسالہ اور نورِ جلالہ ہیں۔ اللہ کے پیارے ہیں اس کی امانت ہیں کلام اللہ کی جگہ اور حکمتِ الہی کی چابی ہیں اللہ کی رحمت کا چراغ، اللہ کی نعمتوں کا سرچشمہ ہیں، اللہ کی طرف جانے والی سبیل اور

سلسلیں ہیں اور مستقیم کا قطاس ہیں مضبوط راہ اور اللہ حکیم کا ذکر ہیں، اللہ کریم کا چہرہ ہیں اللہ کا قائم شدہ نور ہیں ساتھاں شرف فضیلت و عظمت ہیں، نبی کریم کے خلاف ہیں فرزندانِ رسول رَوْفِ رَحِیْم اور علی العظیم کے ائمہ ہیں۔ ایک دوسرے کی فریت ہیں اور اللہ سُبْحَانَهُ وَبِحَمْدِهِ الْعَلِیْم ہے۔ جو آل محمدؐ کو پہنچانے اور ان سے ہدایت حاصل کرے وہ انکا ہے۔ اللہ نے ان کو اپنے نور و عظمت سے خلق کیا اور اپنے مملکت کا حکمران بنایا ہے۔ پس آل محمدؐ کے رازوں کا خزانہ ہیں اور اللہ کے مقرب ولی ہیں اور اللہ کے امر کا "کاف" اور "نون" کے درمیان ہیں نہیں بلکہ خود آل محمدؐ "کاف" اور "نون" ہیں۔ یہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے بولتے ہیں اور اللہ کے امر سے عمل کرتے ہیں انبیاء کا علم ان کے علم میں ہے اور اوصیاء کا زار ان کے راز میں ہے اور اولیاء کی عزت ان کی عزت ہے مگر وہ سمندر ہیں باقی قطرے کی مانند ہے وہ سحر اباقی زرہ کی مانند ہے زمین و آسمان امام کے سامنے ایسے ہیں جیسے آدمی کے سامنے اس کی ہتھیلی وہ اس کے ظاہر و باطن کو جانتا اس کی اچھائی اور برائی کو جانتا ہے اور اس کے خشک و تر کو جانتا ہے کیونکہ اللہ نے اپنے نبی کو ماضی و مستقبل کا علم دیا تھا

۔ اور اس کے درمیں میں نبی کے منتخب اوصیاء نے پایا۔ جو اس کا انکار کرے وہ بد بخت اور لعنی ہے۔ اللہ کیسے کسی ایسے بندے کو اپنے بندوں پر واجب الاطاعت بنائے گا جس سے آسمان و زمین کے ملکوت چھپے ہوئے ہیں اور آل محمد کا کلمہ ستر (70) وجوہات کی طرف ہے۔ پس وہ جب اعلیٰ وجہہ الرضی ہیں، سیراب کرنے والے ہیں اور صحیح رستہ ہیں۔ اللہ کی طرف لے جانے والا سیلہ ہیں اور اللہ کی رضا تک پہنچانے والے ہیں وہ واحد اور احمد کاراز ہیں خلق میں کسی سے ان کا مقابل نہیں کیا جاسکتا وہ اللہ کے ایمان کا دروازہ اور کعبہ ہیں اس کی جگہ ہیں، ہدایت کی نشانیاں اس کا پرچم ہیں اللہ کا فضل و رحمت ہیں ام الکتاب اور اس کا خاتمہ ہیں فصل الخطاب اور اس کے دلائل ہیں وحی کے خزانے دار اور اس کے محافظ ہیں۔ ان کا نام پتھروں پر لکھا ہوا ہے اور درختوں کے پتوں پر لکھا ہوا ہے، پرندوں کے پروں پر لکھا ہوا ہے، جنت و دوزخ کے دروازوں پر لکھا ہوا ہے عرش و افلاک پر لکھا ہے، ان کے ناموں سے پرندے تسبیح کرتے ہیں اور ہمارے شیعوں کیلئے گھرے سمندوں میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں۔ اللہ نے جو چیز بھی خلق کی ہے اس سے وحدانیت کا اقرار لیا اور

پاکیزہ ذریت ولایت کا اقرار لیا اور ان کے دشمنوں سے براءت کا اقرار لیا  
اور اس وقت تک سکون میں نہیں آیا جب تک اس پر نور سے نہ لکھ دیا گیا  
لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، علی ویں اللہ۔ (حوالہ:- مشارق الانوار القین،  
صفحہ 135)۔

اس حدیث میں مولاؐ نے بغیر کسی تمہید کے بات شروع کی اور پہلا جملہ ہی  
ایسا کہا کہ اگر سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلم بن  
جائیں اور اس جملے کی توصیف بیان کی جائے تو بھی اس کے دسویں حصے کو  
بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ یہ آیت کہہ رہی ہے۔

"اے رسول کہہ دیجیئے! اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کیلئے سمندر  
سیاہی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرے رب کے  
کلمات ختم ہوں اگرچہ ہم اسکی مدد کیلئے ویسا ہی ایک سمندر لے آئیں" (سورہ کہف، آیت 109)

یہ تو ہو گئی ایک آیت اور ہمارے پاس 12 آیات اور ہیں اللہ کے کلمات  
کی شان کو بیان کرنے کیلئے مگر ہمارا مقصود کتاب کو زیادہ موٹا بنانا نہیں بلکہ

اپنام عالم سے کم الفاظ اور مدلل دلائل کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ اسی لئے  
ہم رسول اللہ کی صرف ایک حدیث پیش کر رہے ہیں۔

"رسول اللہ نے فرمایا: اگر سند روشنائی اور درخت قلم بن جائیں آسمان  
اور اق بن جائیں اور تمام جن و انس مل کر لکھنے کا کام سنبھال لیں تو تمام  
صفحات بھر جائیں، روشنائی ختم ہو جائے لکھنے والے تحک جائیں مگر یوم  
غدیر کے امام کے فضائل کے دسویں حصے کا دسوال حصہ بھی نہ لکھ پائیں

گے۔ (حوالہ:- مشارق الانوار القین، صفحہ 137)

یہاں بات واضح ہو گئی کہ امام کی شان بیان نہیں کی جاسکتی جو شخص مدح امام کرتا ہے دراصل وہ اپنی زندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آقا کو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ میں آپ کا بندہ ہوں اور آپ کی نمک حلائی کی کوشش کر رہا ہوں ورنہ میں کہاں اور آپ کی توصیف کہاں

اس حدیث پر بھی ہم چیدہ چیدہ پہلوں پر بات کر رہے ہیں جیسا کہ مولا نے فرمایا کہ "امام" کی اطاعت واجب ہے اور امام کا حکم تمام مخلوق پر لا گو ہوتا ہے "جو شخص علی کا غلام ہو جائے وہ کسی غیر مخصوص کا مطیع نہیں

ہو سکتا کیونکہ امام کی اطاعت غیر مشروط ہوتی ہے اور س سے بڑا بد بخت کون ہو گا جو اپنے امام کے ہوتے ہوئے کسی اور کی اطاعت یا غلامی کرے جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا

"رسول اللہ نے فرمایا: لعنت ہو اس شخص پر جو اپنے مولا کے ہوتے ہوئے کسی اور کی غلامی کا دم بھرے۔" (سوال عوام کے جواب امام کے، جلد 2، صفحہ 378)

اس سے آگے مولا فرماتے ہیں کہ "جو امام سے تقدم کرے گا وہ اللہ کا کفر کرے گا"۔

اس جملے کو ہم "کفر و شرک" کے باب میں وضاحت سے بیان کریں گے اللہ کے علم پر ہم نے گزشتہ صفحات میں گفتگو کی تھی اور بیان کیا تھا کہ علی ہی اللہ کا علم ہے۔ اب یہاں مولا فرماتا ہے ہیں کہ "امام اللہ کا صدق اور عدل ہوتا ہے"

اللہ کا ہر فعل ہر فیصلہ تحت عدل ہوتا ہے اور امام ہی اللہ کا عدل ہے اور عدل تحت علم ہوتا ہے یعنی اس کا ایک مقام عدل ہے اور ایک مقام علم۔

آگے چلتے ہوئے مولا فرماتے ہیں کہ "امام عمل صالح ہے" اور جو اسکی معرفت کمال پر رکھے اسے عبد صالح کہتے ہیں اور وہ کون ہیں اس کے لئے ایک نظر کر بلکہ طرف اٹھانی پڑے گی جہاں ہر شہید کی زیارت کا پہلا جملہ ہی یہ ہے "السلام علیک یا عبد صالح"

امام کی معرفت و محبت ایک ایسی تجارت ہے جس میں منافع ہی منافع ہے اور ہر دفعہ یہ منافع 10 سے ضرب ہو جاتا ہے یہاں گھانے کا مکان بھی نہیں ہے۔

امام کا باطن غیب ہے اس پر ہم آنے والے باب میں گفتگو کریں گے۔

پھر مولا فرماتے ہیں کہ "امام جیسا کوئی دوسرا نہیں ہوتا" جسے عربی میں کہتے ہیں "لیس کتلہ شیء" اس سے آگے جو اندازِ کلام ہے میرے آقا کا اسکے لیئے کچھ بھی تبصرہ کرنے کیلئے میں اپنے جہل کا اعتراف کرتا ہوں نہ تو میرے پاس وہ الفاظ ہیں اور نہ ہی اتنی ہمت کہ باقی جملوں کی تشریح کر سکوں۔ امید ہے آپ میری معدودت ان جملوں کو پڑھ کر قبول فرمائیں گے۔

بس اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ کس کی مجال جو اس امامت کے ظاہر کی  
معرفتِ کامل رکھنے کا دعویٰ کرنے۔ یہ اللہ کی ولایت کے ظہور کا مقام  
ہے اور کس کے سینے میں اتنا دم ہے کہ وہ اس ولایت کی معمولی سے جھک  
بھی برداشت کر پائے۔

باطن غیب:

اس موضوع کا نام ہم نے مومن کامل عارف کامل جناب سلمانؓ محمدی  
کے ایک سوال کی وجہ سے رکھا ہے جو انہوں نے امیر المومنینؑ سے کیا تھا  
نہ تو اس سوال کا کوئی ثانی ہے اور نہ ہی اس جواب کا جو علم اللہ نے دیا۔  
"جناب سلمان نے مولا علیؑ سے پوچھا" یا سیدی آپ کا نام کیا ہے؟" حضرؓ  
ت نے جواب دیا: میں وہ ہوں جس پر اسم کا اطلاق ہوتا ہے نہ صفت کا  
میرا ظاہر امامت ہے اور باطن غیب جس کا ادراک ممکن نہیں"۔

(حوالہ:- نیج السرار، جلد 1، صفحہ 97،)

اس روایت پر بات شروع کرنے سے پہلے ہم اس کمال ہستی کا معمولی سا  
تعارف کرتے چلیں کہ یہ ہیں کون۔

"رسول اللہ نے فرمایا: سلمان تم میں سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتا

ہے" (حوالہ:- مشارق الانور لشیخ، صفحہ 290)

اور ایک مقام پر رسول اللہ فرماتے ہیں کہ "زمین نے کسی ایسے شخص کا  
بو جھنہ اٹھایا اور آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایانہ کیا جس کا علم سلمان سے  
زیادہ ہو" اس سے آگے جو فضائل ہیں جناب سلمان کے اس کیلئے علاقہ  
غیر میں جانا پڑے گا جو ہم آپ کو لیجاتا نہیں چاہتے۔ مگر یہ دھیان میں  
رکھیے گا کہ یہ علیؑ کے شیعہ کے فضائل ہیں نہ کہ علیؑ کے۔

اور ایک مقام پر مولا علیؑ ابن الحسینؑ فرماتے ہیں کہ  
"مولانا صادقؑ سے منقول ہے کہ راویؑ نے بیان کیا کہ ایک دن میں نے  
مولانا علیؑ ابن الحسینؑ سے تقبیہ کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا  
اگر ابوذر جان جاتے کہ سلمان کے دل میں کیا ہے تو اکو قتل کر دیتے۔"

(حوالہ:- اصول کافی، کتاب الحجت، باب 101، حدیث 2، صفحہ 416)

ویسے اگر دیکھا جائے تو جناب سلمانؑ اور ابوذر میں صرف ایک درجے کا  
فرق تھا مگر یہ ایک درجے کا فرق قتل کر دینے کی حد تک ہے اور بھی

بہت ساری روایتیں ہیں جناب سلمانؐ کا تعارف کروانے کیلئے مگر میں  
سمجھتا ہوں اتنا کافی ہے۔

یہ لمبی تمهید ہم نے جناب سلمانؐ کے تعارف کیلئے اس لئے باندھی ہے  
کیوں کہ جو سوال انہوں نے مولاؐ سے کیا ہے اسے معمولی نہ سمجھا جائے۔  
اور وہ سوال یہ ہے کہ "یا سیدی آپ کا نام کیا ہے"؟ کتنی عجیب سی بات  
ہے ناکہ علیؐ کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھ رہے ہیں کہ آپ کا نام کیا ہے۔  
اصول توجہاب ہونا چاہیے تھا کہ "سلمانؐ میر امام علیؐ ابن ابی طالب ہے"  
مگر مولاؐ نے یہ جواب نہ دیا اب اس سوال کو سمجھنے کیلئے ہی ہم نے رسولؐ  
اللہ کی حدیث پیش کی کہ "سلمانؐ کو اللہ کی معرفت سب سے زیادہ ہے"  
اس سوال پر جب میں نے غور کیا تو احساس ہوا واقعی سلمانؐ کو اللہ کی  
معرفت سب سے زیادہ تھی کیونکہ یہ سوال وہی کر سکتا ہے جس کو  
معرفت اس سب سے زیادہ ہو۔

اب یہ مولاؐ ہی بہتر جانتے ہیں کہ سلمانؐ نے یہ سوال کس مقام کی معرفت  
کیلئے کیا تھا مگر ایک حدیث سمجھ میں آگئی جو ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

"مولانا علیؒ نے فرمایا: علم تین بالشت ہے جو پہلی بالشت تک پہنچا متنکبر ہو گیا اور دعویٰ کرنے لگا جو دوسری بالشت تک پہنچا متواضع ہو گیا اور اپنے آپ کو ذلیل سمجھنے لگا۔ اور جو تیسری بالشت تک پہنچا فقر اختیار کیا اور فتا ہو گیا اور اسکو اس بات کا علم ہوا کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔" (حوالہ: فتح الاسرار، جلد 1، صفحہ 39)

اس حدیث پر مکمل گفتگو پھر کبھی سبھی مگر یہاں اسکو لکھنے کا مقصد اس حدیث کا آخری حصہ ہے جو کہ ایک تھیوری (Theory) ہے اور اس تھیوری (Theory) کا عملی نمونہ جناب سلمانؓ کا سوال ہے یعنی جو علم کی تیسری بالشت پر پہنچا اس کو اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ یعنی جناب سلمانؓ جب تیسری بالشت پر پہنچے تو ہتھیار ڈال دیئے اور سوال کر بیٹھے کے مولائیہاں آپ کا نام کیا ہے؟

اور جو جواب مولائے دیا ہے اس جواب پر اگر سارے عارفین سر جوڑ کر بھی بیٹھ جائیں تو نہ سمجھ پائیں گے "میں وہ ہوں جس پر نہ اس کا اطلاق ہوتا ہے نہ صفت کا میرا ظاہر امامت ہے اور باطن غیب جس کا اور اک ممکن نہیں"۔

میں ہاتھ جوڑ کر مولاً کی خدمت میں کہوں کہ "مولائیہ جواب سلمان" کیلئے  
تحاں کے لیئے ممکن ہے آپ کا باطن غیب ہو مگر میرے آقا ہمارے جیسے  
ادنی سے طالب علموں کیلئے تو آپ کا ظاہر بھی غیب ہے۔

اس موضوع کا اختتام ہم ایک حدیث پر کر رہے ہیں جو شاید جناب سلمان  
کا سوال سمجھنے میں مدد فراہم کرے

"مولاصادق" نے فرمایا اللہ نے ایک اسم کو حروف سے خلق کیا لیکن ان  
حروف کی آواز نہ تھی۔ لفظ بولانہ جاتا تھا اور وجود بغیر جسم تھا اور کسی تسبیح  
سے موصوف نہ تھا کسی رنگ میں رنگا ہوا۔ اطراف کی اس سے نفی تھی  
حدود اس سے دور تھے ہر حس سے پوشیدہ تھا اللہ نے اس کو کلمہ تامہ  
قرار دیا۔ اس کلمہ تامہ کے اس نے ایک ساتھ چار جز قرار دیئے۔ اللہ  
تعالیٰ ان چیزوں میں تقدم اور تاخر نہیں کیا اس سے تین نام ظاہر کیئے  
کیونکہ خلق کو ان کی طرف احتیاج تھی اور ایک کو پوشیدہ رکھا پس یہ اسماء  
جو ظاہر ہوئے وہ لفظِ اللہ سے ظاہر ہوئے اور ان تینوں ناموں کے تابع بنایا  
چار ارکان کو پس یہ بارہ (12) رکن ہو گئے۔ پھر ہر رکن سے تیس اسم  
فعلی خلق کیئے جو منسوب ہے اسماء کی طرف اور رحمن و رحیم، ملک و

قدوس، خالق و مصور، حی و قیوم، نہ اس کو اونگہ ہے نہ نیند، علیم و خبیر،  
سمیع و بصیر، حکیم و عزیز، جبار و متكبر، علی و عظیم، مقتدر و قادر، سلام و  
مومن، مہمین، ہادی و ماشی، بدیع و رفع، جلیل و کریم، رازق و مجی و میت  
باعث و وارث ہیں یہ تمام اسماء حسنی مل کر 360 ہوئے تو تین ناموں سے  
منسوب ہیں اور یہ تین اركان و حجاب ہیں اسکم واحد کے جو پوشیدہ ہے ان  
اسماء میں مراد ہے قول باری تعالیٰ سے۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 1،  
کتاب توحید، باب 15، حدیث 1)

ہمیں یقین ہے کہ یہ حدیث پڑھ کر آپ کا دماغ حیران و پریشان ہو گیا  
ہو گا مگر ہمارا مقصد آپ کو پریشان کرنا ہرگز نہ تھا بلکہ معرفتِ اسم کروانا  
تھا اور یہ اشارہ کرنا تھا جناب سلمانؓ کے سوال کی طرف کہ ہو سکتا ہے کہ  
ایسے ہی کسی مقامِ اسم پر پہنچ کر جناب سلمانؓ نے تھیار ڈالے ہوں گے  
بس فرق اتنا ہے کہ انہوں نے مشاہدہ کر کے سوال کیا ہے نہ کہ کے  
انجانے میں۔

اسم اعظم:

اسم اعظم دراصل ایک اسم ہے جو تہتر (73) حروف پر مشتمل ہے جس کا تعلق ولایت سے ہے۔ اب جس کے پاس جتنے حروف ہوں گے اسکی ولایت اتنی ہی زیادہ ہو گی۔

جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "اللہ کا اسم اعظم 73 حروف پر مشتمل ہے اور آصف بن برخیاء کے پاس ان حروف میں سے ایک حرف تھا ہیں  
اس نے اس حرف کے ساتھ کلام کیا تو آصف اور تخت بلقیس کے درمیان زمین و حسن گئی پھر اس نے تخت کو ہاتھوں سے پکڑ لیا پھر زمین  
اسی حالت میں آگئی جس طرح پہلے تھی یہ کام چشمِ ذدن میں ہوا پھر فرمایا:  
ہمارے پاس اسم اعظم سے 72 حروف ہیں اور ایک حرف اللہ کے پاس ہے جیسے اللہ نے اپنے پاس علم غیب میں پوشیدہ رکھا ہے۔ (حوالہ:-

بصار الدار جات، جلد 1، صفحہ 545)

آپ نے اگر غور کیا ہو تو آصف بن برخیا جو حضرت سلمانؓ کے دصی تھے انکے پاس صرف ایک حرف تھا اور اس ایک حرف سے انہوں نے تخت بلقیس پیش کیا اور کیسے کہ انکے اور تخت بلقیس کے درمیان زمین و حسنی اور انہوں نے تخت کو ہاتھوں سے پکڑ لیا اور زمین واپس اپنی حالت میں

آنکی حیرت یہ نہیں ہے کہ یہ کیسے ہوا حیرت یہ ہے کہ یہ سب کچھ چشم زدن یعنی پلک جھکنے سے پہلے ہوا۔ اسکا مطلب ہے کہ کھلی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ ہو گیا۔ یہ تھی تہتر میں سے ایک حرف کی ولایت اب مولاً فرماتے ہیں کہ ہم محمد و آل محمد کے پاس 72 حروف ہیں تو عقلیں کیے ان کی ولایت کا اندازہ لگا سکتی ہیں اور ایک حرف اللہ کے علم غیب میں پوشیدہ ہے جو اس نے کسی کو نہیں دیا یعنی اللہ کے پاس پورے تہتر حروف ہیں۔

یہ تو ذکر ہوا صرف ایک حرف کا ہے دیکھتے ہیں کہ سس سسی کے پاس کتنے کتنے حروف تھے۔

"امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم کے پاس دو (2) حروف تھے،  
موئی کے پاس چار حروف، ابراہیم کے پاس 6، آدم کے پاس 25 اور نوح  
کے پاس 8 حروف تھے۔ پس ان سب کو محمدؐ کیلئے جمع کر دیا گیا۔ بے شک  
اللہ کا نام تہتر (73) حروف پر مشتمل ہے جن میں سے ایک کو اس نے  
حباب میں رکھا" (حوالہ:- بصار الد رجات، جلد اول، صفحہ 543)

غور طلب بات یہ ہے کہ جناب عیسیٰ کے پاس صرف 2 حروف تھے جس سے وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے، مادرزادوں کو پینائی دیا کرتے تھے، کوڑھ کے مريضوں کو شفاء یاب کر دیتے تھے اور ہمارے نبی کے کیا ہی کہنے جن کو اللہ نے بہتر (72) حروف عطا کیئے تو پھر اللہ ہی بہتر جانے انگلی دلایت کتنی ہو گی ایک اور مقام پر امام فرماتے ہیں۔

"ابو بصیر نے بیان کیا کہ مولا صادقؑ نے فرمایا: سلیمان کے پاس اللہ کا اسم اکبر تھا جس کے زریعے وہ جو سوال کرتے پورا ہو جاتا تھا جو دعا کرتے پوری ہو جاتی اگر آج وہ ہوتے تو ہمارے ہی محتاج ہوتے"۔ (حوالہ:-

بصائر الداجات، جلد 1، صفحہ 548)

جسکے در کے محتاج انبیاء ہوں ان محمد و آل محمد پر میری نسلیں قربان ہمارا ارادہ تو نہیں تھا مگر ایک روایت دل چاہا کہ اسی اسم اعظم کے متعلق نہ کر اپنے مدعا کی طرف بڑھتے ہیں۔

"عمر بن حنظله نے امام ابو جعفرؑ سے عرض کیا: میرا خیال ہے میرا آپ کے پاس ایک مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ۔ میں نے کہا: پھر میری آپ سے ایک حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا حاجت ہے؟ میں نے عرض کیا:

بجھے اسم اعظم سکھادیں۔ آپ نے فرمایا: تم اسکی طاقت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ پھر آپ گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی گھر میں داخل ہو گیا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو گھر سیاہ تاریک ہو گیا میری بغلوں کا گوشت تک کا پنے لگا۔ آپ نے فرمایا: اب کیا کہتے ہو، کیا تجھے سکھاؤں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ زمین سے اٹھایا تو گھر اسی طرح ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔ (حوالہ:- بصائر

الدرجات، جلد 1، صفحہ 547)

اسم اعظم پر گفتگو تمام کرتے ہوئے ہم ایک ایسی حدیث پیش کر رہے ہیں جس سے آپ کے ایمان کو بے پناہ تقویت ملے گی۔

"ابو بصیر نے مولا صادقؑ سے روایت کیا کہ آپ سورة بقرہ کی آیت "الْمَ" کی تفسیر میں فرمایا: "الْمَ" اللہ کا اسم اعظم ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے" (حوالہ:- تفسیر نور الثقلین، جلد 1، صفحہ 59)

ہمیں یقین ہے کہ آپ اسم اعظم کو تھوڑا بہت تو سمجھ چکے ہوں گے اور ہمیں اب یہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسم اعظم کا مقام ظہور کون ہے۔ اب ہم اپنے مدعا کی طرف آتے ہیں۔

یہ باب ہم نے ایک خاص وجہ سے قائم کیا ہے۔ اگر آپ کو یاد ہو تو "بداء" کے باب میں ہم نے "بداء" کیلئے ایک واقعہ ادھار کیا تھا اور ہم سمجھتے ہیں کہ جب آپ کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اسم اعظم تہتر (73) حروف ہیں جن میں سے ایک اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے تو یہ وقت بالکل درست ہے اس ادھار کے چکانے کا۔ اپنی بات شروع کرنے سے پہلے ہم ایک حدیث دوبارہ پیش کر رہے ہیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو جائے

"راوی نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ اللہ کے دو علم ہیں ایک وہ علم جو مخزون و پوشیدہ ہے جس کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں اسی علم سے بداء ہوتا ہے" (حوالہ:- التوحید، صفحہ 364)

اللہ کا وہ علم جو مخزون و پوشیدہ ہے جس کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں اسی علم سے بداء ہوتا ہے۔ اور اسم اعظم کا وہ ایک حرف جو اللہ نے کسی کو نہیں دیا پوشیدہ رکھا ہے۔

اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ بداء کون کرتا ہے۔

شیعوں کے بچے بچے کی زبان پر وہ واقع ہے اور سب کے اذہان میں محفوظ ہے "جب ایک عیسائی راہب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت مولا حسینؑ آنحضرتؐ کے زانو پر تشریف فرماتھے۔ اس راہب نے آکر عرض کی اے مسلمانوں کے رسول میرے گھر میں اولاد نہیں ہے آپ اللہ سے دعا کریں کہ میرے گھر اولاد ہو جائے اللہ آپ کی دعا ضرور قبول کرے گا۔ آنحضرتؐ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر گویا ہوئے کہ میں نے لوح محفوظ کو دیکھا اللہ نے تیرے نصیب میں اولاد نہیں لکھی۔ یہ سن کر راہب مایوس ہو کر پلانا ہی تھا کہ مولا حسینؑ نے آواز دی رک اے راہب جائیں نے تجھے ایک بیٹا دیا، میں نے تجھے دو بیٹے دیئے، میں نے تجھے تین بیٹے دیئے یہاں تک کہ جب سات بیٹے دیئے تو راہب نے کہایا ابن رسول اللہ بس میری حاجت پوری ہو گئی"

دو چار پسروں گئے راہب نے کہا بس

حیدرؒ کا پسر کہتا رہا اور ابھی اور

اسے کہتے ہیں "بداء" کا ہونا یعنی فیصلہ ہو چکا تھا کہ نصیب میں اولاد نہیں ہے۔ اور امامؑ کا علم ہے، امامؑ کی مشیت ہے، امامؑ کا

ارادہ ہے اور امام ہی وہ پوشیدہ علم ہے اللہ کا جس سے "بداء" واقع ہوتی

ہے۔

مجھے پوری امید ہے آپ لوگوں کی فہم اور عقولوں سے کہ اب آپ کی  
سمجھ میں اسم اعظم بھی آگیا ہو گا اور بداء بھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحيم:

غیروں کے توکیا ہی کہنے اپنوں کا بھی اللہ ہی حافظ ہے اور کچھ نہاد عالم  
دین نے تو ماشاء اللہ اس لفظ کے ترجمے میں کمال ہی کر دکھایا۔

امتِ مسلمہ نے اسکا ترجمہ کیا "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا  
مہربان اور نہایت رحم والا ہے" اور جب ان سے پوچھا کہ حضور یہ  
"شروع کرتا ہوں" کس عربی لفظ کا اردو ترجمہ ہے تو یقین جانئے اتنی  
چورنگیاں کاٹتے ہیں کہ پوچھنے والے کو چکر آ جائیں۔

مگر کمال تو ان اپنے عارفین (اپنی دانست میں) نے کیا جن کا مزاد کچھ  
یوں ہے کہ:

چاہیئے دنیا سے ہٹ کر سوچنا

انہوں نے کیا زبردست ترجمہ کیا کہ "مد مانگتا ہوں اللہ کے نام سے" ان سے پوچھا کہ قبلہ یہ مد مانگتا ہوں کس چیز کا ترجمہ ہے اور یہ اللہ کا نام کس عربی لفظ کا ترجمہ ہے تو کیا خوب بولے کہ "یہاں" "ب" "استعانت کا ہے اور اصل میں یہ لفظ "باسم اللہ" ہے لیکن "الف" چھپا ہوا ہے۔ سبحان اللہ کیا کہنے ان عربی دانوں کے۔ ان سے کوئی پوچھئے محترم یہ "الف" چھپا ہوا ہے آپ پر وحی آئی تھی یا الہام ہوا ہے۔ اور "الف" ایسی کوئی انمول شے ہے جسے اللہ کو چھپانا پڑ گیا۔

یہ نتیجہ ہوتا ہے قرآن اپنی مرضی سے سمجھنے کا یہ اپنے علم پر اتنے مفرور ہیں کہ امام کی طرف رجوع کرنے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں اور جو امام سے دور ہو گا اللہ اسے دنیا اور آخرت میں رسا کرے گا۔  
اب ہم امام سے پوچھتے ہیں کہ مولا یہ "بسم اللہ الرحمن الرحيم" کا کیا مطلب ہے۔

جب ہم نے رخ اپنے امام کی طرف کیا تو مشہور زمانہ دعا جو "دعاۓ مشلول" کے نام سے جانی جاتی ہے اور وظائف الابرار میں درج ہے مگر وہ دعا کچھ اس طرح شروع ہو رہی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ"

ترجمہ: یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اسم بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کے واسطے۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ جیسے "إِلَهٌ" ایک اسم ہے جس کا ترجمہ نہ ہو سکا ویسے ہی "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" بھی ایک جامع اسم ہے جس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔

ایک اور حدیث ہمارے موقف کی دلیل کیلئے تفسیر نور الشقین سے پیش کر رہے ہیں۔

"امام جعفر صادق نے فرمایا: جب رسول اللہ شبِ میتکشیر اور افتتاح سے فارغ ہوئے تو اللہ نے فرمایا: اب تم میرے نام تک پہنچ چکے ہو لہذا میرا نام لو اس وقت رسول اللہ نے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھی۔"

(حوالہ:- تفسیر نور الشقین، جلد 1، صفحہ 32)

دو احادیث معصومین سے ہم نے ثابت کیا کہ "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" اللہ کا اسم ہے تو کیا یہ ثابت کرنا ضروری ہے اس مقام پر کہ اسماء الحسنی ہونے کا دعویٰ کس نے کیا؟

## صفت اور موصوف:

صفت اور موصوف پر ہم توحید کے باب میں گفتگو کر چکے ہیں اور یہاں ہم بات مظہر توحید پر کر رہے ہیں اس لیے ضروری تھا کہ آپ کو بتایا جائے موصوف کون ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم دعویٰ اور دلیل میں لکھ چکے ہیں کہ امامتِ ہی مقام دلیل ہے اللہ کے ہر دعوے کی یہاں ثابت کریں گے کہ امام ہر صفت کا موصوف بھی ہوتا ہے۔ لیکن ایک بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے اور اسے اپنے دل میں راجح کر لجھئے کہ بے شک لباس بشریت میں ہی ہر صفت کا ظہور ہو رہا ہے کیونکہ یہ اسماء الہیہ ہیں مگر یہ ثابت اپنے معنی کا وجود کرنے آئے ہیں اور یہاں انکا عبادت کرنا بتاتا ہے کہ کوئی ہے جس کی وجہ سے یہ ہیں جس کی وجہ سے اُنکی معرفت واجب ہے اور اُنکی معرفت اُنکی معرفت ہے اگر وہ نہ ہوتا تو یہ بھی نہ ہوتے وہ قائم بالذات ہے اور یہ قائم بالغیر ہیں۔ جیسا کہ امیر المؤمنین فرماتے ہیں: "بِ تَحْقِيقِ اللَّهِ نَّفْسَ نَّبِيٍّ كَمَّ كَمَّ اَنْتَ مَنْ تَرَى" کے بعد اپنے نفس کیلئے اپنی خلوق میں سے کچھ ہستیوں کو مخصوص کر لیا ہے اور انہیں اپنے خاص علم سے بلند کیا۔ انہیں مشیت کا ترجمان اور ارادے کی زبان

قرار دیا اور خلوق پر اپنی جگت کو ان پر لازم قرار دیا اور ان کے ذریعے  
ان پر جگت قائم کی اور ان کے ذریعے اپنی دلیل دیکھائی۔ (حوالہ: نجع  
الاسرار، جلد 2، صفحہ 68)

اس حدیث میں مولاً نے بڑی وضاحت کے ساتھ تعارف امامت کروایا ہے۔ یعنی آئندہ وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے اپنے نفس کے تعارف کیلئے مخصوص کر لیا ہے اور جیسا کہ ہم نے متواتر احادیث پیش کی ہیں اللہ کے اس خاص علم کیلئے جو اس نے سب سے پوشیدہ رکھا ہے اور یہاں مولاً نے بتا دیا کہ آئندہ گو اپنے خاص علم سے اللہ نے بلند کیا۔ یہی اللہ کی مشیت ہیں یعنی اگر کوئی دیکھنا چاہے کہ اللہ کیا چاہتا ہے تو وہ امام کو دیکھے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اللہ کا ارادہ اسکا امر ہے اسی لیئے مولاً نے فرمایا کہ آئندہ اللہ کے ارادہ کی زبان ہیں یعنی جب کسی مردہ کو کو امر کریں کہ کھڑا ہو جاتو وہ کھڑا ہو گا کیونکہ یہ امر الہی ہیں اور اگر یہ کسی محفل میں کسی شخص کو کہیں کہ "اے کتنے یہاں سے دفع ہو جا" تو اسکا کہتا ہو جاتا لازم ہے کیونکہ یہی کن سے خلق کرنے والے ہیں اور آخری جملہ کیا کمال کا جملہ ہے کہ آئندہ کے ذریعے اللہ نے اپنی دلیل دکھائی ہے۔

اب ہم یہاں ایک حدیث پیش کر کے اپنے موضوع کو آگے بڑھاتے ہیں

"مولانا علیؒ فرماتے ہیں: اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی معرفت نہ ہوتی اور اللہ نہ ہوتا تو ہماری معرفت نہ ہوتی۔" (حوالہ: مشارق الانوار القمین، صفحہ 76)

اب ہم صفت اور موصوف کو ثابت کرنے کیلئے امیر المومنینؑ کی ایک حدیث جس میں وہ اپنا تعارف کروار ہے ہیں پیش کر رہے ہیں۔

"امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: میں نے زمین کو بچھایا، پہاڑوں کو خلق کیا،  
چشموں کو جاری کیا اور نہروں کو شکافتہ کیا، درخت اگائے ان کے چھلوں  
کو بھلا کیا، بادل خلق کئے، گرج سنائی، برق کو نور عطا کیا۔ آفتاب کو ضیاء  
بخشی اور چاند کو طلوع کیا، بارش کے قطروں کو نازل کیا اور ستاروں کو  
نصب کیا، میں ایک گھر اپر جوش سمندر ہوں، میں جنپ اللہ ہوں، اس کا  
کلمہ اور اس کا قلب ہوں اور دروازہ ہوں جس سے لوگ آتے ہیں اور  
سمجھ کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں، میں تمہاری خطاؤں کو معاف کرنے  
والا ہوں، میرے ذریعے اور میرے ہاتھوں پر قیامت قائم ہوگی، باطل

پرست میرے بارے میں شک کریں گے۔ میں اول ہوں، میں آخر ہوں، میں ظاہر ہوں، میں باطن ہوں اور ہر شے کا جانے والا ہوں۔

(حوالہ:- نجی الاسرار، جلد 2، صفحہ 78)

خلق کرنا صفت ہے جس کا موصوف خالق ہوتا ہے۔ وہ دروازہ جس سے بنی اسرائیل کے لوگ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوتے تھے اسے "باب حط" کہتے ہیں۔

معاف کرنا صفت ہے جس کا موصوف "غفور" ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"مگر وہ جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کرے تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا حم کرنے والا ہے" (سورہ آل عمران: 89) اس اس حدیث کا آخری جملہ بھی سورہ بقرہ آیت 29 کے آخری جملے کی تفسیر ہے جہاں اللہ فرماتا ہے "اور وہ ہر شے کا جانے والا ہے" یعنی "وہ علی العظیم ہے۔"

ہماری آپ سے گزارش ہے کہ اس پوری آیت کو ضرور پڑھئے گا اور اب جو ہم حدیث پیش کرنے جا رہے ہیں وہ حدیث اور یہ پوری آیت پڑھتے جائیے گا اور شرابِ طہور کا مزہ لیتے جائیے گا۔

"مولانا علیؒ نے عمار یاسر سے فرمایا: اے عمار! کائنات اور اشیاء کی تکوین میرے اسم سے ہوئی میرے نام کے ساتھ تمام انبیاء کو مدعا کیا گیا۔ میں لوح و قلم ہوں، میں عرش و کرسی ہوں، میں ساتوں آسمانوں کا خلق کرنے والا ہوں۔ میں اللہ کے اسماء حسنی اور کلمات ہوں۔" (حوالہ:-  
الاسرار، جلد 1، صفحہ 447)

دل کہہ رہا کہ اسے پہلے ہی جملے کیلئے جو مولانے فرمایا ہے ایک حدیث آپ کو پڑھی کرتا چلوں تاکہ جب آپ ولایت کے نئے میں اپنے مولاؒ کو اپنے روپ و محسوس کر سکیں تو مجھے حقیر و گنہگار کیلئے بھی دعا کر دیں۔  
مولاؤ فرماتے ہیں کہ کائنات اور اشیاء کی تکوین میرے اسم سے ہوئی۔

"امیر المؤمنینؑ نے ایک دعا پڑھی جس کا ایک جملہ یہ ہے کہ "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس اسم کے واسطے جس سے تو نے خلق کیا۔"

(حوالہ:- مناقب الہبیت، جلد 4، صفحہ 497)

گویا مولا اللہ (نفس / معنی) کو اپنا واسطہ دے رہے ہیں۔

ہم دو احادیث آپ کے ضیافت ایمان کیلئے پیش کر رہے ہیں جو کہ ہمارے موقف کی دلیل بھی ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا: اللہ نے اپنی قدرت کی مغبوطی سے تمام خلق شدہ اشیاء کو پیدا کیا وہ اپنے نور کی وجہ سے حجاب میں رہا اس نے مخلوق کی طرف رسولوں کو مبجوض فرمایا تاکہ اپنی مخلوق پر اس کی جھٹی بالغہ نافذ ہو جائے اور اس کے رسول ان پر گواہ ہو جائیں۔ اسکی صفات کا اور اس ممکن نہیں اس نے وہی کیا جو اس نے ارادہ کیا۔ (حوالہ:- التوحید، صفحہ 37-36)

"امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اے وہ جو ہر شے سے قبل موجود ہے پھر اس نے مخلوق کو خلق کیا پھر وہ باقی رہے گا اور ہر شے فنا ہو جائے گی۔" (حوالہ:- التوحید، صفحہ 39)

اس موضوع کو مکمل کرنے کیلئے ہم ایک آخری حدیث پیش کر رہے ہیں جو کہ اگر ہم چاہتے تو ابتداء میں بھی پیش کر سکتے تھے مگر اب جب کہ ہم اپنے دلائل مکمل کر چکے ہیں تو آپ کو ایک الگ لطف آئے گا۔ یہ حدیث

پڑھ کر۔ کیونکہ اب آپ جان پچھے ہیں کہ اللہ کی صفات کا مظہر اسکا اسم ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام نے فرمایا "ہم اللہ کی صفات کے مظہر ہیں" اس کی معرفت رکھتے ہوئے معرفت امام میں اضافے کیلئے حدیث پیش خدمت ہے۔

"خالد ربعی بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین اپنی کچھ ضروریات کیلئے مکہ گئے وہاں آپ نے ایک عربی کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ تھا اسے ہوا تھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا" اے گھر کے مالک! یہ گھر تیرا ہی گھر ہے اور یہ مہمان تیرا ہی مہمان ہے ہر میزبان اپنے مہمان کو مہمانی دیتا ہے۔ آج رات مہمانی میں مجھے مغفرت عطا فرم۔ مولاً کو اس کے یہ کلمات پسند آئے اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا تم اس عربی کا کلام سن رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی۔ آپ نے فرمایا اللہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ اپنے مہمان کو مہمانی نہ دے۔ دوسری رات ہوئی تو مولاً نے دیکھا کہ وہ عربی پر دہار کن کو تھامے ہوئے ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے اے صاحب عزت! تیری عزت و عظمت سے عزیر تر کوئی نہیں ہے اپنی عزت کے واسطے مجھے بھی عزت عطا فرم۔ اے وہ کہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی کیفیت کیا ہے میں نے

تیری طرف رخ کیا ہے اور محمد و آل محمد کے اس حق کا تجھے واسطہ دیتا ہوں جو تجھہ پر ہے وہ چیز مجھے عطا کر جو تیرے علاوہ مجھے کوئی نہیں دے سکتا اور مجھے سے وہ چیز دور کر جسے تیرے علاوہ کوئی دور نہیں کر سکتا۔ مولا نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اللہ کی قسم! یہ سریانی زبان میں اسم اعظم ہے جس کے متعلق مجھے میرے حبیب رسول اللہ نے فرمایا تھا اس نے جنت مانگی جو اسے مل گئی ہے اور اس نے دوزخ سے پناہ طلب کی ہے اور اسے دوزخ سے امان مل چکی ہے۔

تیری رات آپ بیت اللہ تشریف لائے تو اس عربی کو دیکھا جس نے رکن کو تھاما ہوا تھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا: اے وہ کہ کوئی مکان جس کا متحمل نہیں ہے اور مکان جس سے خالی نہیں ہے۔ اے وہ جو کہ کیفیات سے پاک ہے عربی کو چار ہزار در ہم عطا فرم۔ مولا آگے بڑھے اور فرمایا اے عربی! تو نے اللہ سے مہماں طلب کی اس نے تجھے عطا کی۔ تو نے اس سے جنت طلب کی تجھے عطا کی اور تو نے اس سے دوزخ سے بچنے کا سوال کیا اس نے تیری درخواست قبول کی اور آج رات تو اللہ سے چار ہزار در ہم مانگ رہا ہے۔ عربی نے کہا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں علی ابن ابی

طالب ہوں عربی نے کہا اللہ کی قسم آپ ہی میرا مقصود ہیں اور آپ ہی میرے حاجت روائیں۔ (حوالہ: سوال عوام کے جواب امام کے، جلد 2، صفحہ 353)

اس حدیث پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کریں گے سوائے اسکے کہ امام کے سامنے کوئی عمل کیا جائے یا کچھ کہا جائے اور امام اس پر آپ کی اصلاح نہ کریں یا انوکے نہیں تو وہ الفاظ یا عمل تقریر مخصوص میں آتا ہے۔ یعنی امام اس عمل یا الفاظ سے راضی ہیں۔ یہ جان کر حدیث پڑھیئے اور لطف آئے گا۔

#### عبد و معبود:

امیر المؤمنین نے فرمایا ہے "انا لعابد و المعبود" "میں عابد اور معبود ہوں" آپ یقین جانیے اس ایک جملے سے میں نے لوگوں کی اکثریت کو گمراہ دیکھا ہے۔

ہم نے عبادت کے باب میں نہایت ہی مضمون ذلائل کے ساتھ آئندہ اطہار کی احادیث سے ثابت کیا تھا کہ عبادت اس کی نہیں بلکہ اس اس کے نفس (معنی) کی ہوتی ہے۔

اور "صفت اور موصوف" والا باب ہم نے اس موضوع کی تمہید میں بیان کیا تھا۔ معبودیت صفت ہے جو کاموصوف معبود ہے اور صفت ظاہر ہوتی ہے اس سے وہی اس صفت کاموصوف ہوتا ہے۔ صفات جتنی بھی ہوں، اسہاء جتنے بھی ہوں مگر ان تمام صفات کا موصوف ایک ہی ہوتا ہے جو دلالت اپنے نفس پر کرتا ہے۔

ہم نے احادیث مخصوص میں پیش کی تھیں کہ "کوئی بھی عمل بغیر معرفت پیکار ہے" اسی طرح کوئی بھی عبادت ایک عمل ہے تو وہ بھی بغیر معرفت ناقابل قبول ہے۔ جب تک آپ اسکی معرفت نہیں حاصل کریں گے جسکی عبادت کی جا رہی ہے آپ کی عبادت قبول نہیں ہو گی۔

اب جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ نہ قابل مشاہدہ ہے اور خلائق کی عقول اور حسوس سے مادراء ہے اور امام فرماتے ہیں کہ

"امیر المؤمنین" نے فرمایا: عقل مراسم عبودیت کیلئے ہے نہ کہ اسرار ربوبیت کے اسرار کیلئے۔ (حوالہ: نجح الاسرار، جلد 2، صفحہ 380)

اب عقل تقاضہ کرتی ہے معبود کی معرفت کا تو ضروری ہے کہ معبود کو مشاہدے میں لایا جائے۔ اس لیئے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "عبد کو معبود کی معرفت ہونا چاہیے" (حوالہ:- تفسیر نوائل القلین جلد 1، صفحہ 88)

یہ اللہ کے عدل کے خلاف ہے کہ جو شے مخلوق کی عقل و گمان سے بالا ہو اسکے متعلق اسے حکم دے۔ لہذا اس نے اپنے اسم کو مخلوق کے درمیان لباسِ مخلوق میں اتنا راتا کہ لوگوں کو معبود کی معرفت ہو جائے۔

در اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ فطرتِ انسانی ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے ہی جیسی شے سے مانوس ہوتا ہے اور اسکا قرب حاصل کرتا ہے اس لیئے یہ ضروری تھا کہ جب اللہ نے اپنی معرفت کروانے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی جنتِ بالغہ اور اپنی صفات کے مظہر کو لباسِ بشریت میں ہی اتنا راتا ہو گا اور جب یہ ہستیاں لباسِ بشریت میں آئیں تو انسانوں نے انہیں اپنا جیسا سمجھنا شروع کیا انکے قریب ہونا شروع کیا کیونکہ وہ انسیت اس کی فطرت میں تھی، مگر جب اسی انسان نے ان ہستیوں سے ان صفات کا اظہار ہوتے ہوئے دیکھا جس کا دعویٰ اللہ نے تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں کیا تھا تو عقل انسانی ششدرو پریشان ہو گئیں کہ یہ کیسے ممکن ہے یہ تو ہماری

طرح ہے، ہماری طرح کھاتا ہے پیتا ہے چلتا پھرتا ہے خوش ہوتا ہے  
غمگین ہوتا ہے اس میں وہ تمام صفات کیسے ہو سکتی ہیں جو ہمارے خالق و  
معبود میں ہیں۔

اس سے ظاہری طور پر تین عقائد وجود میں آئے۔ ایک جنہوں نے انکا  
صریح انکار کر دیا اور انکار کی ایک وجہ وہی تھی جو اسست میں تھی یعنی حد  
اور بعض اور دوسری وجہ میں طلب حکومت و اقتدار۔ دوسرا عقیدہ انکی  
محبت میں اپنی حد سے آگے نکل جانے والوں کا تھا جنہوں نے کہا جو کچھ  
ہے بھی ہے اور انہوں نے انکی عبیدیت کا انکار کیا اور انہیں لباسِ بشریت  
میں ہی اللہ مان بیٹھے ایسے لوگوں سے مخصوص نے بیزاری و براءت کا اظہار  
کیا جس پر ہم آنے والے باب میں گفتگو کریں گے۔ یہ دونوں عقیدے  
علیٰ کے بعض اور محبت کی وجہ سے وجود میں آئے اور دونوں کے ہی  
نصیب میں بر بادی ہے جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا

”رسول اللہ نے فرمایا علیٰ! تم عیسیٰ کی مثال ہو جس سے نصاریٰ نے  
محبت کی تو محبت میں کافر ہو گئے اور سیہود نے ان سے بعض رکھا تو وہ ان

کے بغض کی وجہ سے کافر ہو گئے"۔ (حوالہ:- عیون الاخبار الرضا، جلد 2، حدیث 295، صفحہ 146)

ابھی تک بیان کیئے گئے دونوں عقیدوں کی مذمت ہر جگہ موجود ہے اور آگے بھی ہم دلائل پیش کریں گے ایک اور حدیث ہم پیش کرنے جا رہے ان لوگوں کی اصلاح کیلئے جو یہ سمجھتے آرہے تھے کہ علی ہی کی عبادت ہوتی ہے۔

"جاہر سے مردی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا کہ جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے وہ ہم الہیستا میں سے اپنے امام کو بھی پہچانتا ہے اور جو اللہ کی معرفت نہیں رکھتا اور ہم الہیست کی معرفت رکھتا ہے تو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یہ کھلی گمراہی ہے"۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 2، کتاب الحجۃ، باب 7، حدیث 4)

سجدے تیرے پچاگئے توحید یا علیٰ

دنیا یہی سمجھتی عبادت علیٰ ہی ہے

اللہ غیب ہی غیب ہے اور غیب کبھی منزل شہود پر نہیں آسکتا اپنے کمال کی وجہ سے اسی لیئے منزل شہود پر اسکا اسم آیا جو ہر مقام پر یکتا و بے مثل

ہے کوئی شے اس کے مثل نہیں اسکو دیکھ کر ملائکہ نے عبادت کی اسکو دیکھ کر مخلوق نے کہا کہ ہاں کوئی اللہ ہے اگر یہ اسم نزول کر کے مخلوق کے درمیان نہ آتا تو اللہ کی عبادت محال تھی اور کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوتا۔

ورَبُّهُ وَهُوَ غَيْبٌ، غَيْبٌ هُوَ رَبُّهُ تَعَالَى مِنْ يَرَى

ہے غیب جو شہود وہ صورت علیؐ کی ہے

امام ہی اللہ کی ہر صفت کا مظہر ہے چاہے اس صفت کا اظہار ماضی میں ہوا ہو یا مستقبل میں ہو۔ جیسے اللہ کی ایک صفت ہے تھاریت جس کا موصوف قہار ہے۔ یہ ضد ہے رحمانیت کی اس صفت کا اظہار بھی تک نہیں ہوا مگر ہو گا، جب ہمارے زمانے کا علیؐ پر دہو غیب سے ظہور کرے گا (انشاء اللہ) تو دشمنانِ ولایت علیؐ پر رحمانیت کو معطل کر کے تھاریت کو ظاہر کرے گا اور ہر دشمن و منکر علیؐ سے حقِ حیات چھین لے گا۔

لیکن جب تک یہ تھاریت ظاہر نہیں ہوتی کیا ہم آنکہ گو مظہر صفاتِ الہی نہ مانیں؟ بالکل ایسے ہی معبودیت کا اظہار بھی ہونا باتی ہے اور اسکے اظہار

کا تذکرہ ہم "ساق" والے باب میں کر چکے ہیں وہ حدیث ہم دوبارہ پیش کر رہے ہیں تاکہ صفتِ معبودیت کے اظہار کا پتہ چلے

"حسین بن سعید مولارضاً سے اللہ کے قول "بِوَمَ يَكْشِفُ عَنْ سَاقٍ"

(جس دن پنڈلی سے حباب ہٹایا جائے گا) کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: نور سے پرده اٹھادیا جائے گا تو مومنین سجدے میں گرپڑیں گے اور منافقین کی ریڑھ کی ٹڈی ایک دوسرے میں گڑ جائیں گی۔ پھر وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ (حوالہ: - التوحید، حدیث 1، صفحہ 121)

"جب نور سے حباب ہٹایا جائے گا تو لوگ سجدے میں گرپڑیں گے سجدے میں وہی لوگ گریں گے جو اس تیرے عقیدے والے ہوں گے جنہوں نے انکو بابِ شریت میں صفاتِ الہیہ کا اظہار کرتے دیکھا تو فوراً پیچاں گئے کہ یہی اسم ہے جو نفس / معنی کا تعارف کروانے آیا ہے یہ ہم جیسا ہو کر بھی ہم جیسا نہیں یہ مخلوق ہو کر بھی مخلوق نہیں یہی ہمارا مولاً ہے امام ہے ہادی ہے اسکی معرفت ہی اللہ کی معرفت ہے، اسکی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے، اسکی محبت ہی اللہ کی محبت ہے، یہی اللہ کی مشیت و ارادہ ہے، اسکی خوشنودی میں اللہ کی خوشنودی ہے اسکی ولایت ہی اللہ کی

ولایت ہے، اسکا غصب ہی اللہ کا غصب ہے، ہمیں اسکی ہی معرفت و اطاعت کیلئے خلق کیا گیا ہے اور ہم اسی کے ساتھ محسور ہوں گے۔ ہمیں پوری امید ہے کہ ہمارے ان قارئین کی اصلاح ضرور ہوئی ہو گی جو علیٰ کی عبادت کو دین سمجھ رہے تھے۔ عبادت انکی نہیں ہے یہ وسیلہ عبادت ہیں انکے وسیلے سے عبادت ہوتی ہے جیسا کہ امام فرماتے ہیں کہ "جب تم نماز پڑھو تو ہمیں اپنے سامنے نصب کرلو" اور ایک اور جگہ فرمایا "زیارت جامعہ کبیر میں یہ جملے ہیں کہ آپ نماز کے اوقات میں ہمارے سامنے ہیں اور ہماری حفاظت آپ ہی کے سبب ہے۔" (حوالہ:- مناقب الہیت، جلد 1، صفحہ 66)

جو انکے وسیلے کے بغیر نماز پڑھتا ہے تو اللہ ایسے لوگوں کی نمازوں عبادت کو انکے منہ پر مار دیتا ہے۔ یہی سب سے بڑا وسیلہ ہیں اور یہی چاہ پاکبڑا اکبر ہیں۔

کفر و شرک: عمومی طور پر کفر کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ "جس نے اللہ کو نہ مانا وہ کافر ہے" اور شرک کی عمومی تعریف یہ ہے کہ "جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا اس نے شرک کیا وہ مشرک ہے۔"

اگر ان دونوں اقسام کے لوگوں کی مراد اللہ یعنی نفس / معنی ہے تو بڑی معدرت ادھر تو نہ کفر ہو سکتا ہے نہ ہی شرک کیوں کہ اسکی معرفت تو ہو ہی نہیں سکتی بغیر اسم، تو یقیناً یہ کفر و شرک کا تعلق اسکے اسماء سے ہے تو جو اسمائے الہی کو نہ مانے وہ کافر ہے اس نے کفر کیا اور جس نے اسمائے الہی کے ساتھ کسی کو شریک کیا وہ مشرک ہے اس نے شرک کیا۔ اب یہی اسماء و سیلہ بھی ہیں تو گویا جس نے ان اسماء کے علاوہ کسی کو اللہ کا وسیلہ بنایا وہ بھی مشرک ہے۔

جب یہ اسم لباس بشریت میں آیا وسیلہ بن کر تو جس نے اسے نہ مانا وہ کافر ہو گیا اور جس نے اسکی ولایت، امامت، اطاعت میں کسی کو شریک کیا وہ مشرک ہو گیا یہ تو ہو گیا ہمارا موقف اور ہم جو بھی دعویٰ کریں کوئی بھی موقف بیان کریں اور اسکی دلیل میں کوئی قولِ مخصوص پیش نہ کریں تو وہ میں جو گنگوہم نے کی ہے، اب ہم اس کے بارے میں احادیثِ مخصوص میں پیش کرنے جا رہے ہیں۔

"مولاصادقؑ نے فرمایا: ہم وہ ہیں جن پر اللہ نے اپنی اطاعت فرض کی ہے  
 لوگوں کو بغیر ہماری معرفت کے چارہ نہیں اور ہم سے جاہل رہنا قبول نہ  
 ہو گا جس نے ہمیں پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے اقرار نہ کیا وہ کافر ہے  
 اور جس نے ہمیں نہ پہچانا لیکن انکار نہ کیا وہ گمراہ ہے جب تک اس  
 ہدایت کی طرف نہ لوئے جس کو اللہ نے ہماری اطاعت واجبہ کی صورت  
 میں فرض کیا ہے پس اگر وہ اسی گمراہی کی حالت میں مر گیا تو اللہ جو سزا  
 چاہے گا اسے دے گا"۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 2، کتاب الحجت، باب

(11) حدیث 8،

اس حدیث میں امام نے فیصلہ سنایا اور تمام قیاس آرائیوں کو مٹا دیا۔ جس نے بھی معرفت امامت نہ رکھی جو کہ اللہ نے ہر شخص پر فرض کی ہے اور یہ ایسا فرض ہے جس کی قضاء نہیں ہے اور جس کو بجانہ لانے کیلئے کوئی عذر ناقابل قبول ہے۔

جو ان سے جاہل رہا وہ بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھے۔ جس نے انکو پہچان لیا یعنی انکی معرفت بقدر عقل کری وہ مومن ہے اور جس نے اقرار نہ کیا اور انکار کیا ان آئندہ میں سے کسی کا بھی وہ کافر ہے کیونکہ یہ آئندہ اسائے

الہی جیس اس لیئے کسی ایک امام کا بھی انکار گویا اللہ کا انکار ہے اور یہی کفر ہے۔

اور جو شخص انکی معرفت نہیں رکھتا لیکن انکار بھی نہیں کرتا وہ گراہ ہے کیونکہ کفر انکار کرنے سے ہو گا اور اگر وہ شخص اسی گراہی کی حالت میں مر گیا تو بچے گا وہ بھی نہیں کیونکہ اس نے اپنا مقصودِ خلقت پورا نہیں کیا۔ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ امام کا انکار ہی کفر ہے۔ اب ہم ایک او ر حدیث پیش کر رہے ہیں اپنے دلائل کی مضبوطی کیلئے۔

"مولانا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو کچھ مولا علیؑ نے فرمایا اسکو لے لو جس سے منع کیا اس سے باز رہو اور کسی چھوٹی یا بڑی بات کو انکی کور د کرنا شرک باللہ ہے" (حوالہ:- اصول کافی، جلد 2، کتاب الحجۃ، باب 14، حدیث (1)

پچھلی حدیث میں امام نے کفر کو واضح کیا تھا اور حدیث میں امام نے بتا دیا کہ امام کی چھوٹی یا بڑی بات کو رد کرنا شرک باللہ ہے کیونکہ امام ہی اللہ کی مشیت، اللہ کا ارادہ اور اللہ کا امر ہے اور اللہ کے امر کو رد کر کے کسی غیر معصوم کے حکم کو ترجیح دینا چاہیے وہ حکم خود کا ہی کیوں نہ ہو اللہ کے ساتھ

خود کو یا کسی شخص غیر معصوم کو شریک کرنا ہے اسی لیئے امام کے حکم کورد کرنا اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

ویسے تو یہ دو احادیث کافی ہیں شرک اور کفر کو سمجھنے کیلئے مگر کچھ کچھ بحثی کرنے والوں کیلئے اور احادیث معصومین پیش کر رہے ہیں تاکہ کسی کے پاس کوئی عذر نہ رہے بات کو سمجھنے کیلئے۔

"امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جس نے امیر المومنینؑ کے ساتھ کسی شے کو قائم کیا وہ مشرک ہے" (حوالہ:- اصول کافی، ایمان و کفر، باب 293، حدیث

(20)

کیا اس حدیث کی وضاحت کی ضرورت ہے؟ لیکن ایک بات ضرور واضح کرتا چلوں جو شخص امیر المومنینؑ کی ولایت کو اپنی ولایت یا کسی اور غیر معصوم کی ولایت کے برابر جانے وہ اس حدیث کی زد میں ضرور ضرور آئے گا۔

"راوی کہتا ہے کہ امام ابو عبد اللہ نے فرمایا: لوگوں کو ہماری معرفت کا حکم دیا گیا ہے اور ہماری طرف رجوع کرنے ہماری بات کو مانے کا بھی پھر فرمایا اگر وہ لوگ روزہ رکھیں اور نماز پڑھیں اور لا الہ الا اللہ کی گواہی

دیں اور اپنے دلوں میں یہ ارادہ رکھیں کہ ہم سے رجوع نہ کریں گے تو  
اس سے مشرک بن جائیں گے ۔ (حوالہ:- اصول کافی، جلد 4، کتاب  
ایمان و کفر، باب 297، حدیث 5)

ہماری مجبوری ہے کہ ہم کھل کر بات نہیں کر سکتے لیکن اس حدیث میں  
مولائے کسی کو رعایت نہیں دی اب وہ لوگ جو نئے دور کے جدید مسائل  
میں گھرے ہوئے ہیں وہ ایک دفعہ یہ حدیث ضرور پڑھیں اور اپنے اور  
اپنی نسلوں پر رحم کریں۔

ایک حدیث ہم نے رسول اللہ سے نقل کی تھی مگر مکمل نہ لکھی تھی جہاں  
تک وہ حدیث ہم نے پیش کی تھی اس سے آگے کے الفاظ ہم نے اس  
باب کیلئے محفوظ کر رکھے تھے جواب آپ کو ہدیہ کر رہے ہیں۔

"رسول اللہ نے جانب ابوذر سے فرمایا: اے ابوذر! جو کوئی بھی ہدایت  
یافتہ ہو ناچاہتا ہے اسکے لیئے ولایت علیؐ سے آشنائی ضروری ہے، جس کے  
دل پر پرہدہ ڈالنا مقصود ہو اللہ اس کو علیؐ کی معرفت سے دور رکھتا ہے۔  
اے ابوذر! علیؐ ہدایت کا پرچم ہے، تقویٰ کی دلیل، اللہ کی مضبوط ری  
میرے اولیاء کا رہنا اور ان لوگوں کیلئے روشنی کا مینار ہے، جو میری

اطاعت کرتے ہیں اور علی ایسا کلمہ ہے جس کے ساتھ مقی لوگوں کے ہونے کو اللہ نے لازم قرار دیا ہے "اسکے دوست مومن ہیں اسکے دشمن کافر ہیں" جس کسی نے بھی اس کے ساتھ تعلق قطع کر لیا وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے گا" جس نے بھی اس کی ولایت کا انکار کیا وہ مشرک ہے "۔ (حوالہ:- القطرہ من بحوار، جلد 1، صفحہ 186)

"ایک صحابی نے مولا صادقؑ سے پوچھا: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اس بات کا اقرار نہیں کرتا تکہ آپ کے پاس لیلۃ القدر میں کوئی چیز نازل ہوتی ہے جیسا کہ یہ مذکورہ ہے اور وہ شخص اس کا انکار بھی نہیں کرتا" - امام نے فرمایا: اگر اس کے پاس ایسی دلیل پہنچ جائے جو ہمارا علم تسلیم کرنے پر اسے مجبور کرے اور پھر بھی وہ اقرار نہ کرے تو کافر ہے۔ اور جس کے پاس کوئی دلیل نہ پہنچی وہ کشمکش کا شکار ہے اور مغذور ہے یہاں تک کہ وہ سن لے "۔ (حوالہ:- بصائر الدارجات، جلد 1، حدیث 15، صفحہ 580)

اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ امام نے بتا دیا کہ جو بھی ان آئندہ کو اولو الامر نہ مانتا ہو اور اسکے پاس ایسے دلائل آئیں جو اسے انکا علم تسلیم کرنے پر مجبور کرے اور وہ پھر بھی اقرار نہ کرے وہ کافر ہے۔

جو احادیث ہم نے پیش کیں ہیں اور جو مزید پیش کرنے جا رہے ہیں انکو پڑھ کر اگر کوئی آپ کا سماں بھی اسکی زد میں آئے تو دل میں کبھی نہ رکھیے گا کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ "دوست رکھو علیٰ کے دوست کو چاہے تمہارے باب اور بیٹے کا قاتل ہی کیوں نہ ہو اور دشمن رکھو ہر اس شخص کو جو علیٰ کا دشمن ہو چاہے تمہارا باپ اور بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔"

اب ہم اس کو سمجھتے ہوئے اور اسے اختتام تک پہنچانے کیلئے رسول اللہ سے دو احادیث نقل کر رہے ہیں جس کے بعد کفر و شرک کو سمجھنے کیلئے کوئی مشکل در پیش نہیں ہو گی (انشاء اللہ)

"رسول اللہ نے فرمایا: اللہ نے علیٰ کو معیارِ کسوٹی بنایا کہ پرچم کی طرح

لوگوں کی درمیان نصب کر دیا ہے پس جو علیٰ کو امان جان کر مانتا ہے وہ مومن ہے جو ان کو نہ مانے وہ کافر ہے جو ان کو نظر انداز کرے وہ گمراہ

ہے جو کسی کو ان کے برابر جانے وہ مشرک ہے۔ (حوالہ: مشارق الانوار الاقین، صفحہ 55)

"رسول اللہ نے حدیفہ سے کہا: اے حدیفہ علیٰ اللہ کی محبت ہے اور اس پر ایمان اللہ پر ایمان ہے۔ اس سے کفر اللہ سے کفر ہے اس سے شرک کرنے والا اللہ سے شرک کرنے والا ہے اس کی شان میں شک کرنے والا اللہ کی شان میں شک کرنے والا ہے اور اس کو چھوڑ کر ہٹ جانے والا اللہ سے ہٹ جانے والا ہے، اس کا منکر اللہ کا منکر ہے۔ دو افراد بغیر کسی گناہ کے اس کے بارے میں ہلاک ہوئے محبِ غال اور مبغضِ قال۔ آپ نے فرمایا! علیٰ کا دامن تحام لو علیٰ ہی صدیق اکبر ہے علیٰ ہی فاروقِ اعظم ہے۔ علیٰ کی محبت اللہ کی محبت ہے علیٰ سے بغضِ اللہ سے بغض ہے جو علیٰ سے الگ رہا اللہ نے اسے برباد کر دیا۔" (مشارق الانوار الاقین، صفحہ 63)

پہلی حدیث میں رسول اکرم نے فرمایا جو علیٰ کو امان جان کرمانے وہ مومن ہے۔ مومن کہتے ہیں امان پانے والے کو اور "مومن اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم بھی ہے" لیکن جب یہ مومن لفظ کا اطلاق اللہ کی طرف ہوتا ہے تو وہاں اسکا مطلب ہے امان دینے والا کیونکہ امام اسمائے

اہی ہوتا ہے اسی لیئے جو علیؐ کو امان دینے والا مانے وہ مومن اور جو یہ نہ  
مانے وہ کافر ہے اور جو علیؐ کے برابر کسی کو مانے وہ مشرک ہے اور جو علیؐ  
سے افضل کسی کو بھی مان رہا ہے وہ خود ہی سوچ لے کے کیا ہو گا۔  
جو دوسری حدیث ہم نے بیان کی ہے اس میں بات بالکل واضح ہے اسے  
پڑھ کر اور غور و فکر کر کے اپنے ایمان کو جلا بخشنے۔

### غلو و تغیر:

عالمِ تشیع میں ان دو الفاظ کا ایک شور برپا ہے لوگ ایک دوسرے کو غالی  
اور مقصر کے القابات سے نواز رہے ہیں۔ تو میں نے ضروری سمجھا کہ ان  
دونوں الفاظ پر کچھ بات کی جائے اور احادیث معصومینؐ کی روشنی میں  
دیکھیں کہ غالی کون ہے اور مقصر کون ہے۔

غلو کے لغوی معنی ہیں کسی کو حد سے بڑھانے کے جو کسی کو اسکی حد سے  
بڑھانے گا وہ غالی ہو گا چاہے اس میں اسکی خود کی ذات ہی کیوں نہ شامل  
ہو۔

اور تغیر کہتے ہیں کسی کو اسکے مقام سے گرانے کو جس مقام کا وہ حقدار  
ہے اسکو وہ مقام نہ دینا تغیر ہے اور یہ تغیر کرنے والا مقصر ہوتا ہے۔

اور کمال یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کو بجالانے کیلئے پہلی شرط ہی جہالت ہے ہم نے یہ الفاظ خالصتاً شیعہ مذہب کے دائرے میں رہتے ہوئے کہیں ہیں۔

کیونکہ جو امام کی شان میں تعمیر کر رہا ہے وہ بھی جاہل ہے اور جو غلوکر رہا ہے وہ بھی جاہل، کیونکہ امام کی شان میں تعمیر تو ہو سکتی ہے مگر غلو نہیں کیونکہ غلو کیلئے ضروری ہے کہ وہ جس کیلئے غلو کر رہا ہے اسکی تو کوئی حد ہی نہیں ہے کیونکہ وہ لا محدود کا مظہر ہے تو اسکا لا محدود ہونا لازمی ہے اب جو شعیوں میں غالی ہیں دراصل وہ اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ حد جو آئندہ نے ان کے گرد قائم کر رکھی ہے جب کوئی اس حد کو پار کرتا ہے تو غالی کہلاتا ہے۔

اور شیعہ مذہب کے مقصر کے تو کیا ہی کہنے یقین جانیے کوئی غیر جب آئندہ کی شان میں تعمیر کرتا تو اتنا دکھ نہیں ہوتا جتنا اپنے آپ کو آل محمد کا شیعہ کہنے والا منبر کی دو سیڑھیوں پر چڑھ کر آل محمد کی شان میں تعمیر کرے اور نیچے بیٹھے ہوئے اپنے آپ کو ماتھی اور شعیان علی گاد عوی کرنے

والے اس شخص کی بکواس پر کھڑے ہو کر نظرے لگائیں اور واہ واہ کا شور بلند کریں۔

میں نے بہت سوچا کہ شیعان علیؑ کیسے ممکن ہے کہ غالی بھی ہوں اور مفتر بھی جن کا وجود غیبتِ امامؑ میں ہی نہیں بلکہ تمام آئمہؑ کے ادوار میں ہے۔ تو بات سمجھ میں آئی کہ دراصل دونوں فریقین کو معرفتِ اسم ہی نہیں ہے اب جو انکو ایسا رب مانے جس کا کوئی رب نہ ہو جو انکو قابل عبادت جانے جو انکی عبدیت کا انکار کرے وہ غالی ہے کیونکہ اس نے اس کو اور مقصدِ امامت کو ہی نہ سمجھا اور وہ مقاماتِ اسماء سے جاہل رہا اس لیئے اس حد کو عبور کر بیٹھا جو امامؑ نے اس کے گرد بنائی تھی اور آج کل کے دور میں غلو کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہے جس کا تذکرہ پھر کبھی سہی لیکن ایک بات کا یقین رکھیئے کہ آئمہؑ نے ایسے غالیوں کی جن کو اپر بیان کیا ہے مذمت کی ہے، ان سے براءت کی ہے اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کیا جس کے لیئے ہم کچھ احادیث بیان کر رہے ہیں۔

"اسما عیل بن عبد العزیز سے روایت کیا کہ مجھ سے مولا صادقؑ نے فرمایا:  
اسما عیل! میرے لیے وضو گاہ میں پانی رکھوں پس میں اٹھا اور آپ کیلئے پانی

رکھا۔ آپ وضو کرنے کیلئے اٹھے تو میں نے اپنے دل میں کہا میں آپ سے فلاں بات کروں گا۔ آپ وضو کرنے گئے اور زیادہ دیر نہ شہرے کے نکل آئے اور فرمایا: اے اسائیں! تم عمارت کو اپنی طاقت سے اوپر نہ اٹھاؤ ورنہ عمارت منہدم ہو جائے گی۔ ہم کو مخلوق ہی رہنے دو باقی ہمارے متعلق جو کہتے ہو کہو۔ تم غلو نہیں کر سکتے۔ (حوالہ: بصار الدراجات،

جلد 1، صفحہ 607)

"مولانا عسکری فرماتے ہیں: ہمیں مقام عبادیت سے بند نہ جاؤ، اس کے بعد جو چاہو کہو تم ہماری حقیقت کی عظمت تک نہیں پہنچ سکتے۔" "نصاریٰ کی طرح ہمارے بارے میں غلو نہ کرنا کیونکہ میں غالیوں سے بیزار ہوں۔" (حوالہ: مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 68)

ہم چاہتے ہیں کہ اس کتاب سے لوگوں کو اصلاح ہو اس لیئے کسی کی خدمت کرنا ہمارا مقصود نہ تھا اور نہ ہی ہے۔ اس حدیث میں مولانا نے اپنے فضائل کی کوئی حد مقرر نہیں کی بلکہ ہماری حد میعین کی ہے اور جب کوئی اس حد سے آگے بڑھ جائے گا تو غلو ضرور ضرور سرزد ہو گا ایک اور حدیث پیشی خدمت ہے۔

"خالد نے بیان کیا کہ ہم مولا صادقؑ کے پاس تھے اللہ کی قسم میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ کس کے درمیان موجود ہیں میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے شخص! ہمارا ایک رب ہے جس کی ہم بندگی کرتے ہیں اور یہ بات تمن مرتبہ فرمائی۔" (حوالہ:- بصار الد اجات، جلد 1، صفحہ 620)

ادھر بھی اگر آپ غور کریں تو سمجھ آئے گا کہ وہ شخص یقیناً امام کو ایسا رب تسلیم کر رہا ہے جس کا کوئی رب نہیں۔

"خالد نے بیان کیا کہ میں مولا صادقؑ کے پاس گیا آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے میں نے اپنا سر اونچا کر لیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا پھر اپنے دل میں کہا تمہارے لیے افسوس ہو جمہیں کس نے خافل کر دیا (تمہیں نہیں معلوم کہ) تم کس سے کلام کر رہے ہو یہی تو رب العالمین ہے۔ مولاؑ نے مجھ سے فرمایا: اے خالد! تیرے لیئے ہلاکت ہو اللہ کی قسم! میں مخلوق ہوں میرا ایک رب ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی قسم! اگر میں اس کی عبادت نہ کروں تو وہ مجھے آگ سے عذاب دے گا۔

خالد کہتا ہے میں آپ کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا مگر وہ جو خود آپ نے

اپنے متعلق فرمایا ہے۔ (حوالہ:- بصائر الداجات، جلد 1، صفحہ 620)

بہت احادیث ہیں جن میں مولائے اپنے لیئے ایک رب تسلیم کرنے کا حکم دیا ہے ان میں سے کچھ ہم بیان کر چکے ہیں۔

اب جو حدیث ہم پیش کر رہے ہیں اس میں واضح ہے جس میں آپ نے غالی اور مقصود دونوں کو واضح کیا ہے۔

"مولاصادق نے فرمایا: ہمیں ربوبیت سے پاک رکھو اور بشری باتوں سے بلند مانو یعنی وہ باتیں جو تمہارے اوپر لا گو ہوتی ہیں۔ کبھی کسی انسان کو پیکانہ بنانا کر ہمیں نہ تاپو۔ کیونکہ ہم انسانی لباس میں اللہ کا راز ہیں اور اللہ کا بولتا ہوا کلمہ ہیں۔ یہ مان کر جو کہہ سکتے ہو کہو کیونکہ سندھر کی طرح عظمتِ الہیہ کا بھی کنارہ نہیں غیب کی اسرار پہچانے نہیں جاسکتے اور اللہ کے کلمات کی توصیف نہیں کی جاسکتی۔" (حوالہ:- مشارق الانوار الیقین،

صفحہ 76)

پہلی سطر میں ہی امام نے غلو اور تقصیر بتا دی یعنی ربوبیت سے پاک رکھوایا  
رب نہ مانوں جس کا کوئی رب نہ ہو اور بشری باتوں سے بلند مانو یعنی اپنے جیسا  
بشر نہ جانو کیونکہ یہ وسیلہ ہے خالق اور مخلوق کے درمیان۔

غلو کہ سلسلے میں آخری حدیث پیش کر کے ہم تقصیر کی طرف بڑھتے ہیں

”مولارضاؑ اپنے خاندان کے ایک شخص کی قبر کی طرف سے گزرے تو

آپ اس قبر کے قریب بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ اس قبر پر رکھ کر کہا:

اے میرے رب: تیری قدرت و اختیار ظاہر ہو چکی ہے اور کوئی کمزوری  
تیری جانب سے ظاہر نہیں ہوئی کہ لوگ تجھ سے جاہل رہیں اور تیرے  
لیے اندازے مقرر کریں اور لوگوں نے غلط اندازوں سے تیری توصیف  
کی ہے۔ یا اللہ میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جنہوں نے تشبیہ کے ذریعے  
سے تیری جتجوکی ہے۔ جب کہ کوئی چیز تیری مثال نہیں رکھتی۔

یا رب: یہ لوگ تجھے ہر گز نہ پاسکیں گے اور ان پر جو تیری نعمات ہیں وہی  
بظاہر تیرے لیئے ان کی رہنمائیں، اگر تجھے پانے کیلئے انہیں تیری معرفت  
کی طلب ہوتی تو تیری مخلوق کیلئے کشادگی اور گنجائش موجود تھی بلکہ ان

لوگوں نے تجھے تیری مخلوق کے برابر نہیں آیا اسی لیے وہ تیری معرفت حاصل نہ کر سکے اور یہ بعض آیات کو رب قرار دے کر تیری وصف بھی انہیں کے ساتھ کی۔

اے میرے رب! تو اس چیز سے بلند و برتر ہے جس کے ساتھ تشبیہ دینے والوں نے تیری وصف بیان کی ہے۔ (حوالہ:- عیون الاخبار المرضا، جلد 1، حدیث 5، صفحہ 198)

عشقر حیدر ہے وہ رستہ کہ جہاں پر انسان ٹھیک سے بات نہ سمجھے تو نصیری ہو جائے اور نصیریت کوئی قابل فخر نہ ہب نہیں ہے قابل فخر شیعہ ہونا ہے نہ کہ نصیری بن کر دین سے ہی خارج ہو جائیں "کفر و شرک" والے باب میں ہم نے احادیث پیش کی ہے جس میں غالی اور مقصود نوں کا کافر کہا ہے۔ اب ہم اپنے ان مقصودین کی طرف بڑھتے ہیں جو انجانے میں تقدیر کر رہے ہیں اپنی معرفت کی کمی کی وجہ سے ان لوگوں سے نہ تو میں مخاطب ہوں اور نہ ہی ان سے میرا کوئی واسطہ جو امام کی شان میں تقدیر جان بوجھ کر کر رہے ہیں وہ کافر بھی ہیں اور مشرک بھی۔

"خطبہ غدیر میں رسول اللہ نے فرمایا: اے لوگوں! اللہ کا نور مجھے میں ہے  
جو میرے بعد علیٰ اور انکی نسل میں قائم تک جاری رہے گا جو اللہ کا حق اور  
ہمارا حق وصول کریں گے کیونکہ اللہ نے مقصرین، سرکشوں، مخالفوں،  
خیانت کاروں، گناہ گاروں اور پوری دنیا کے ظالموں پر جنت قرار دیا ہے  
" (حوالہ:- قواعد الشریعہ فی عقاید شیعہ صفحہ 22، محوالہ احتجاج طرسی،  
جلد 1، صفحہ 77)

اپنے آخری خطبہ میں رسول اللہ نے جو فہرست بیان کی ہے اس میں پہلا  
نمبر ہی مقصرین کا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ 24 پر امیر المؤمنین کا قول درج ہے جہاں آپ فرم  
رہے ہیں کہ "جو میرے بیان کردہ تشريع و توضیح شدہ فضائل و مکالات پر  
ایمان لائے وہ مومن، عارف، مستبصر ہے اور جو ان فضائل پر شک  
کرے، عناد کرے، توقف کرے، حیران ہو جائے اور شک کرنے لگے تو  
ایسا شخص مقصر ناصیبی ہے"۔

میری ان شیعوں سے گزارش ہے کہ وہ کوتاہی جو کہ معرفتِ امامت کے سلسلے میں انہوں نے اپنی جہالت اور لاعلمی کی بنیاد پر کی ہے اس حدیث کو غور سے پڑھیں کہ مقصر کو مولاً نے ناصی کہا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ 25 پر مولا علی ابن الحسین نے فرمایا: "یہ لوگ مقصرین ہیں تمہارے دوست نہیں" جابر نے عرض کیا "اے فرزندِ رسول مقصر کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو لوگ آنکھ کی معرفت اور معرفتِ امر و روح جو کہ اکے متعلق فرض ہیں انکی معرفت میں کوتاہی کریں وہ مقصر ہیں"۔

اور اسی کتاب کے صفحہ 26 پر امام زین العابدین کا فرمان ہے کہ: "مقصروہ ہے جو آنکھ کی معرفتِ احوال میں کوتاہی کرے اگرچہ وہ انکی امامت کا قائل ہی کیوں نہ ہو"۔

اس سے زیادہ واضح اور کیا بات ہو گی؟ ہم نے اس کتاب کے پہلے صفحے سے لے کر ابھی تک معرفتِ کوہی بنیاد ثابت کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اقرارِ مجهول اور انکارِ مجهول دونوں ہی لا حاصل کام ہیں اور اس حدیث میں مولاً نے بھی واضح کر دیا کہ اگر معرفتِ امام نہیں تو مقصر ہے

چاہے امامت کا قائل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا بغیر معرفت قائل ہونا اقرارِ مجهول ہے جو اسے کوئی فائدہ نہ پہنچانے گا بلکہ مقصرين کی فہرست میں لا کر کھڑا کر دے گا کیونکہ جب وہ جانے گا ہی نہیں کہ امام کیا ہوتا ہے اور اسکے سامنے فضائل امام کی کوئی حدیث آتی ہے تو وہ نہ واقفیت امامت کے سبب صریحاً اس حدیث کا انکار کر بیٹھتا ہے اور مقصر ہو جاتا ہے۔

اب ہم مقصرين کو خواب غفلت سے جگانے کیلئے آخری حدیث پیش کر نے جا رہے ہیں۔

"امام صادق آل محمد نے فرمایا: مقصرين وہ ہیں جن کو اللہ نے ہمارے فضل علم کی طرف ہدایت کی مگر انہوں نے ہم میں شک کیا۔ ناصبی تم شیعوں کے دشمن ہیں اور مقصرين ہمارے دشمن"۔ (قواعد الشریعہ بحوالہ صحیفۃ الابراج جلد 2، صفحہ 365)

غلو اور تقصیر کے جال میں پھنسنے ہوئے محابی علیؑ کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے افواہ کو دین سمجھا وہ افواہ جو مجرم پر بیٹھنے ہوئے خطیبوں نے ان تک پہنچائی ان لوگوں نے خود علم دین حاصل کرنے کیلئے اپنے لیئے کوئی بھی

ناتقابلی قبول عذر تلاش کیا اور اپنے عقیدے کی مہار اس شخص کے ہاتھوں  
میں دیدی جو یا تو غالی تھا یا مقصرا۔

تفسیر اور غلوکی حقیقت یہ ہے کہ عوام دو انتہاؤں میں پھنس کر رہ گئی ہے  
ایک ملا اور دوسرا فقیری درویش۔ ان دونوں کا مقصد ایک ہے مگر طریقہ  
واردات جد اجدا۔ دونوں ہی اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ جس اللہ کا  
تعارف آئندہ ظاہرین نے کرایا ہے اس کو نہ تو پایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس  
تک رسائی ممکن ہے وہ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ مخلوق کا واسطہ اور  
رسائی صرف اور صرف اسم تک محدود ہے کیونکہ صفاتِ الہی اس سے ہی  
ظاہر ہوتی ہیں اور کسی کی بھی معرفت اسکی صفات سے حاصل ہوتی ہے۔  
لیکن جاہ پرستی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ہم نے تاریخ میں دیکھا ہے کہ کچھ  
لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کرنے سے بھی گریز نہیں کیا لیکن ان دونوں  
ملائے اور درویش نے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا اور وہ تھا اسائے الہی کی برابری کا  
دعویٰ، ملا کا طریقہ یہ تھا کہ ان ہستیوں کے مقام و مرتبے کو اتنا پست کر  
دے کے خود انکے برابر آجائے اسے تفسیر کہتے ہیں اور ملا سے جنہوں

نے سیکھایا سنا انہوں نے اسی کو اپنا دین بنالیا اور جس کسی کو بھی دین حق پر پایا جو ان کے موقف سے بڑھا ہوا تھا اسے بے جھگٹ غالی کہہ دیا۔ درویشوں کا طریقہ واردات یہ تھا کہ ان ہستیوں کو مقام الہویت تک بلند کر کے خود انکے پہلو میں جا بیٹھیں اور ہر اس صفت کے دعوے دار بن جائیں جو ان ہستیوں سے وقوع پذیر ہوئی ہیں اسے غلوکتیہ ہیں اور انکے پیروکاروں نے اپنے درویشوں سے سیکھ کر اور سن کر اسی کو اپنا مذہب بنالیا اور جس کسی کو بھی اپنے موقف سے پست پایا تو فوراً اس پر مقصیر ہونے کی مہربت کر دی۔

اس میں کمال ہنزیر یہ ہے کہ ملاوی اور درویشوں نے توحید کی چابی یعنی اسمائے الہی کی اپنی مریدوں کو ہوا تک نہ لکھنے کی۔

چھوٹی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

حق میں باطل کی مقدار جتنی کم ہو گی حق کی پہچان اتنی ہی مشکل ہو جائے گی آپ اس بات کا یقین رکھیے کہ شیطان کا اغیار سے کوئی لینا دینا نہیں ان سے تو وہ فارغ ہو چکا ہے اب اس کا ہدف آپ ہیں اسی لیئے وہ آپ کے سامنے کبھی علی دشمنی کا لبادہ اوڑھ کر نہیں آئے گا بلکہ علی گا محب بن کر

آپکے سامنے آئے گا اور جب آپ اس کی باتوں سے مانوس ہو جائیں گے تو وہ اپنا وہ دار کرے گا جس کے لیئے وہ آپ کے درمیان آیا۔

ایسے ہی دو شیطان صفت انسانوں کا تعارف اگر آپ سے نہ کرایا گیا تو یہ نہ تو ہمارے موضوع کے ساتھ انصاف ہو گا اور نہ ہی آپ کے ساتھ۔

ان دو شیاطین میں سے ایک نے قلم سنبھالا اور ایک نے منبر، جس نے قلم کا سہارا لیا اور مکن گھڑت احادیث سے نہ صرف شیعان علیؑ کو گمراہ کیا بلکہ لسان اللہ پر بھی بہتان تراشا اور دوسرا جس نے منبر کا سہارا لیا اور لوگوں کو غلط عربی کے ساتھ غلط احادیث بیان کر کے آئمہ ظاہرین کی شان میں دھڑلے سے تقصیر کی اور لوگوں کے عقائد کی دھمیاں بکھیر دیں اور کمال یہ تھا کہ لوگ اپنے عقائد میں برباد ہو رہے تھے اور اس پر کھڑے ہو کر اس شیطان صفت انسان کو داد بھی دے رہے تھے۔

ہماری یہ ادنی سے کوشش اس لیئے ہے کہ ہم یہ بتا سکیں کہ عقل انسانی کی حد اللہ کے اسماء ہیں کیونکہ معنی / نفس ہمارے خیال، وہم و گمان اور اندازوں سے منزہ اور مبرہ ہے اس لیئے اسکو پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ اسکے اسماء کا دامن تھام لیا جائے اور جو کوئی بھی ان اسماء یعنی امام کے

برا برا خود کو جانے یا کسی بھی اعلیٰ مقام شخصیت کو یا تو انکے برابر لے آئے یا ان سے افضل جانے پہچان لیجئے گا وہ شیطان ہے اور اسی کا پیروکار ہے۔ یہ موضوع اختتام پذیر ہو چکا تھا مگر ہم نے چاہا کہ کیا ہی بہتر ہو کہ اسکا اختتام ایک ایسی حدیث پر کیا جائے جس سے غلو اور تقصیر کے نقصانات سامنے واضح ہو جائیں۔

"مولانا علیؒ نے فرمایا: یہ امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جس میں 72 فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور یہی وہ فرقہ ہو گا جو محمدؐ کی وصی کی متابعت کرے گا۔ (پھر اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا) 73 فرقوں میں سے 13 فرقے میری محبت و مودت کا دعویٰ کریں گے ان میں سے ایک فرقہ ناجی ہو گا جو اوس طریقہ اختیار کیئے ہو گا اور 12 فرقے جہنم میں جائیں گے۔" (حوالہ: نجاح الامصار، جلد 2، صفحہ 300)

اس حدیث میں مولانا نے واضح کر دیا کہ ان تھتر (73) فرقوں میں سے تیرہ (13) فرقے میری محبت و مودت کا دعویٰ کریں گے مگر ان میں سے

12 فرقہ جہنم میں جائیں اور جنت میں صرف وہ جائے گا جو نہ تو غایب ہو گا  
اور نہ ہی مقصراً بلکہ وہ نقطہ اعتدال پر ہو گا۔

### فضائل امام

ہم تیری مدح کے آداب کہاں جانتے ہیں  
ہم تو گونگے ہیں اشاروں کی زبان جانتے ہیں

اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے لہذا علیٰ وہ کمال حسن و جمال  
ہے جس کی وجہ سے اللہ جمیل کہلا یا گیا اور کمال سے محبت فطری جذبہ ہے  
جس سے محبت کرنا ایک فطری عمل ہے کیونکہ اگر کوئی شخص میر کامل یا  
گلاب کے پھول سے محبت کرتا ہے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں  
کیونکہ یہ فطرت انسانی ہے کہ وہ کمال سے محبت کرے، مگر جو شخص علیٰ  
سے محبت نہیں کرتا تو یہ اچنہبے کی بات ہے اور یقین رکھیے کہ وہ شخص  
یقیناً لباس انسانی میں ایک نجس جانور ہے۔

خلق کیلئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے خالق کے فضائل بیان کر سکے  
کیونکہ کلمات الہی لا محدود اور خلوق کی عقل نہایت محدود اور سمندر

کوزوں میں نہیں سایا کرتے۔ اسی لیئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنا دامن اپنے مولا کے سامنے پھیلائیں اور انہی سے انکی مدح نہیں۔

"مولانا باقرؑ نے فرمایا ہم والیاں اسرار الہی ہیں، ہم علوم الہی کا خزانہ ہیں اور مرکز اسرار الہی ہیں۔ (اصول کافی، جلد 2، کتاب الحجت، باب 11، حدیث 1، صفحہ 49)

اس باب میں ہماری کوشش ہو گی کہ زیادہ سے زیادہ احادیث موصویں پیش کی جائیں تاکہ ہمارے قارئین کی معرفت میں بھی اضافہ ہو اور آپ میں مطالعہ کا شوق بھی اجاگر ہو سکے کیونکہ بے پناہ احادیث ہم دانتہ چھوڑ رہے ہیں۔

"راوی کہتا ہے میں مولا صادقؑ سے علم امام کے متعلق سوال کیا کہ وہ کیونکر اطرافِ عالم کی خبر رکھتے ہیں در آنحالیکہ وہ اپنے گھر میں ہوتے ہیں اور جا ب دیکھنے سے منع ہوتے ہیں۔ فرمایا: اے مفضل امام کے پاس روح القدس ہوتی ہے۔ روح القدس سوتی نہیں نہ غافل ہوتی ہے اور نہ مائل دنیا ہوتی نہ کار دین سے غافل ہوتی ہے۔ (اصول کافی، جلد 2، کتاب الحجت، باب 54، حدیث 3، صفحہ 178)

اس حدیث میں مولا نے واضح کیا کہ کیسے امام ہر شے سے ہر لمحے واقف ہوتا ہے اور شے جس سے وہ مغرب سے مشرق اور زمین سے آسمانوں تک ہر چیز سے باخبر ہوتا ہے وہ "روح القدس" ہے جو نہ سوتی ہے نہ غافل ہوتی ہے تو جسے نیند نہ آئے جسے اوگھہ نہ آئے اسے کیا کہتے ہیں یہ جانتے کیلئے آیت الکرسی کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کر لیجئے گا۔

"ذر عده امام صادق سے عرض کرتا ہے کہ فرزند رسول اللہ کی معرفت کے بعد کونا عمل افضل ترین ہے؟ حضرت نے فرمایا معرفتِ اللہ کے بعد کوئی بھی عمل نماز کے ہم پلہ نہیں اول ذکر کے بعد کوئی بھی عمل زکوٰۃ کے ہم پلہ نہیں۔ ان اعمال کے بعد کوئی بھی عمل روزہ کے برابر نہیں۔

اس کے بعد سب علوم سے حج افضل عمل ہے۔ مذکورہ بھی اعمال کی ابتداء اور انتہا ہماری ہی معرفت ہے۔ (مناقب الحبیبیت، جلد 1، صفحہ 8)

ہر عمل کی ابتداء اور انتہا امام پر ہی ہوتی ہے اور جس کسی کی بھی عبادت کا مرکز و محور امام نہیں اسکو چاہیے کہ وہ جسمانی ورزش کیلئے کوئی اور ذریعہ اپنالے کیونکہ ان عبادات کو بجالانے سے وہ مسلسل عذاب کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔

"محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ میں نے مولا صادقؑ کو سنا کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے مخلوق کو اپنے نور اور رحمت سے خلق کیا تاکہ اسکی رحمت کو ظاہر کریں، وہ اللہ کی دیکھتی ہوئی آنکھیں، سنتے ہوئے کان اور لوگوں کے درمیان اسکی بولتی ہوئی زبان ہے، وہ اسکے امیں ہیں اس پر جو اسکی طرف ان عذر، ذر اور دلیل نازل ہوئی ہے۔ ان کی خاطر بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے، ظلم کو دور کرتا ہے اور زندوں کو مارتا ہے اور انہی کے دیلے سے اپنی مخلوق کا امتحان لیتا ہے اور اپنے امور کو جاری کرتا ہے۔ راوی نے کہا میں آپ پر فدائ ہو جاؤں وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا" اوصیاء"۔

(حوالہ:- مناقب اہلبیت، جلد 1، صفحہ 10)

امام ہی کے حکم سے لوگوں کو موت دی جاتی ہے اور امام ہی وہ ہستی ہے جو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور امام ہی غفور و رحیم ہے اسی سے ہی صفات الہیہ کا ظہور ہوتا ہے اور جس صفت کا اظہار آئندہ نے سب سے زیادہ کیا وہ ہے رحمانیت جس کی وجہ سے رسول اللہ کے بعد سے آج تک دشمنانِ علیؑ و آئندہؑ ابھی تک زندہ ہیں اور رزق پار ہے ہیں۔

"امیر المومنین" نے فرمایا: کتاب کا علم اور اسکا بیان ہمارے پاس ہے اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اسکی مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں ہے کیونکہ ہم سر الہی رکھنے والے ہیں۔ (حوالہ: مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 15)

علامہ اقبال نے بھی کیا خوب کہا کہ  
اے سر خطیرو جوب و امکاں  
کیوں نہ کتاب کا علم اکے پاس ہو جو کہ خود ناطق قرآن ہے۔ یہ خود بھی  
اللہ کا راز اور جو کچھ اکے پاس ہے وہ بھی راز ہے۔

"مولانا ظمیر" نے فرمایا ہے شیخ امام اللہ کا ارادہ ہے اور امام نہیں چاہتا مگر وہ  
جو اللہ چاہے۔ (مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 65)

امام ہی اللہ کی مشیت ہے، اللہ کا ارادہ ہے اور امام ہی اللہ کا امر ہے اور امام ہی اللہ کی قدرت ہے۔

"مولانا صادق" فرماتے ہیں کہ اگر ہمیں اجازت ہوتی کہ جو مقام ہمارا اللہ  
کے نزدیک ہے لوگوں کو بتا سکیں تو تم میں اسے تخلی اور قبول کرنے کی  
طااقت نہ ہوتی۔ (حوالہ: مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 70)

میں اپنے مولا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ اے میرے مالک جو آپ نے اپنے بارے میں نہیں بتایا وہ تو ایک طرف یہاں تو جو آپ نے بتا دیا اور اس میں سے بھی جو ہم تک پہنچا ہے اسی سے نمک حرام نہاد شیعوں کے کلیجوں میں آگ لگی ہوئی ہے جس کو بجھایا نہیں جاسکتا۔

”مولانا صادق“ فرماتے ہیں کہ ”اے کامل! ہمارے لیئے رب قرار دو جس کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اسکے بعد ہماری فضیلت میں جو چاہو کہو۔  
ممکن نہیں کہ ہمارے حق کو ادا کرو اور ہمارے علوم و معارف میں میں سے تم تک صرف الف پہنچا ہے جس کا عطف (ملتا) نہ ہوا ہو۔ (حوالہ:-

مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 69)

اے میرے خالق و مالک جو فضائل آپ کے ہم تک پہنچے ہیں وہ صرف ایک حرف ”الف“ ہے وہ بھی جس کا عطف نہ ہوا ہو تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں کہ وہ اکیلا تہاہے جس کی معرفت محال ہے۔

اب جو حدیث ہم پیش کرنے جا رہے ہیں اس پر تبصرہ کرنے کیلئے میں اپنے آپ کو قاصر سمجھتا ہوں۔

"مولارضا نے فرمایا بعید ہے بعید ہے امامت کے متعلق عقلیں سرگردان ہیں، فہم و شور حیرت میں ہیں اور فکریں پریشان ہیں آنکھیں کمزور ہیں بڑے بڑے جھوٹے نظر آتے ہیں، حکماء پریشان اور خطباء گونگے ہیں صاحبان علم چہالت چلاک اور ہوشیار عاجز ہو جاتے ہیں، شعراء اور فصح و بلیغ کمزور ہیں، کسی کی طاقت نہیں کہ مقام امامت کی شان بیان کر سکے۔ سب کے سب لہنی کمزوری اور ناتوانی کا اعتراف کرتے ہیں کہ کس طرح امامت کے اوصاف بیان کیتے جاسکتے ہیں یا اس کی حقیقت کی پہچان کی جا سکتی ہے یا اسکے امور میں سے کوئی امر سمجھ آسکے یا کوئی ایسا ہو جو مقام امامت پر پہنچ کر لوگوں کی ضروریات کو پورا کر سکے"۔ (حوالہ:- مناقب

ابیبیت، جلد 1، صفحہ 70)

ہمیں پورا لیکن ہے کہ یہ حدیث پڑھنے کے بعد آپ مجھ سے اتفاق کریں گے لیکن اس حدیث کے آخری الفاظ کی وضاحت کیلئے ہم امام کی ہی ایک حدیث پیش کر رہے ہیں۔

"راوی کہتا ہے میں نے مولا تھی سے پوچھا میں آپ پر فدا ہوں صد کے  
کیا معنی ہیں۔ مولا نے فرمایا وہ جس طرف کم وزیادہ میں لوگوں کی رجوع  
اور حاجات ہو۔" (حوالہ:- التوجید صفحہ 194)

عقل مندوں کیلئے اشارہ کافی ہے۔ امام اللہ کا علم ہوتا ہے جس کے لیئے  
امام فرماتے ہیں۔

"مولاصادق نے اپنے صحابی حران سے فرمایا: اے حمران دنیا آسان اور  
زمیں میں امام کے نزدیک اس ہتھیلی کی مانند ہیں (آپ نے اشارہ اپنے  
ہاتھ کی طرف فرمایا) ان کے ظاہر اور باطن ان کے خارج اور داخل انکے  
خشک و ترسب امام جانتا ہے" (حوالہ:- مناقب الہبیست، جلد 1 صفحہ  
(71)

ایک حدیث ہم نے گز شش ابواب میں پیش کی گئی تھی جو کہ رسول اللہ  
نے جناب ابوذر سے بیان فرمائی تھی۔ اس پر ہم نے یہ کہا تھا کہ یہ کلام  
نویں درجے کے مومن سے ہوا ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ دسویں درجے  
والے سے کیا بیان کرتے ہوں گے کیوں کہ مخصوص لوگوں کی عقول کے

مطابق کلام کرتے ہیں۔ اب وہ دسویں درجے والا کیا کہہ رہا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

"مولانا صادق اپنے آباؤ اجداد سے روایت فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی نے رسول اللہ کی وفات کے تین روز بعد ایک خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگوں! میری باتوں کی طرف توجہ کرنا اور غور و فکر کرنا مجھے بہت سا علم عطا کیا گیا ہے۔ اگر وہ سب کچھ جو امیر المؤمنین کے فضائل کے متعلق میں جانتا ہوں آپ کو بتا دوں تو تم میں سے ایک گروہ مجھے دیوانہ سمجھنے لگے گا اور دوسرا گروہ کہے گا کہ خدا یا سلمان کو قتل کرنے والے کو بخش دے۔" (حوالہ: مناقب اہلبیت، جلد 1، صفحہ 71)

یہ انداز صرف اور صرف سلمان جیسے مومن کامل اور عارف و مستبر کا ہی ہو سکتا ہے۔

"رسول اللہ نے فرمایا: آل محمد کے ساتھ ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔ جو کوئی بھی آل محمد کی محبت کے ساتھ اس دنیا سے جائے گا تو وہ جنت میں داخل ہو گا"۔ (مناقب اہلبیت، جلد 1، صفحہ 89)

غالب نے بھی کیا صحیح ترجمانی کی ہے الہ جنت کی۔  
جہاں تیر ان نقش قدم دیکھتے ہیں  
خیاباں، خیاباں ارم دیکھتے ہیں

ہم نے معرفتِ امامت کے باب میں امیر المومنینؑ کی معرفتِ نورانیہ کی  
ایک طویل حدیث پیش کی تھی اور یہاں ہم فضائلِ امامؑ میں ایک اور  
حدیث امیر المومنینؑ سے نقل کر رہے ہیں۔

"سلمانؑ فارسی امیر المومنینؑ کے پاس آئے اور آپؑ کی معرفت اور  
شناشی کے متعلق آپؑ سے سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا اے سلمانؑ امیں  
وہ ہوں جس نے تمام امتوں کو اپنی اطاعت کی طرف دعوت دی جنہوں  
نے نافرمانی کی انکو آگ میں ڈال دیا اور میں ان پر آگ کا دروغا ہوں۔  
اے سلمان جو کوئی بھی مجھے اس طرح پہچانے کا حق ہے اس طرح  
پہچانے تو وہ شخص مطاء اعلیٰ میں میرے ساتھ ہو گا۔ میں جھٹ بالغ ہوں  
میں اپنے رب کا باتی رہنے والا کلمہ ہوں۔" (حوالہ:- مناقب الہبیت، جلد

1، صفحہ 210)

یہ حدیث اور معرفت نورانیہ دونوں کو پڑھنے کے بعد کسی کے دل میں  
شگی محسوس ہو تو یہ حدیث جواب ہم پیش کرنے جا رہے ہیں یہ ان  
مقصرین کیلئے ہے۔

"جناب سلمانؓ سے مردی ہے کہ امیر المؤمنینؑ نے مجھ سے فرمایا: اے  
سلمان ہلاکت و بر بادی ہے اس شخص کیلئے جو ہماری حقیقی معرفت نہ رکھتا  
ہو اور ہماری فضیلت کا انکار کرتا ہو۔ اے سلمان! جو کوئی بھی ہمارے  
امور اور ہمارے علوم میں تک کرے وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے ہماری  
معرفت اور ہمارے حق پر ہونے کے ساتھ مذاق کیا۔" (حوالہ:-

مناقب الہبیت، جلد 1، صفحہ 209)

معرفت اسیم و امامت کیلئے اب ہم ایک حدیث پیش کرنے جا رہے ہیں۔  
جس سے آپ کے ایمان کو تقویت اور آپ کی معرفت میں اضافہ ہو گا۔  
"امیر المؤمنینؑ نے فرمایا میں وہ ہوں جس نے درخت میں سے موئیؑ سے  
کلام کیا میں وہ نور ہوں جسے موئیؑ نے دیکھا اللہ کی مجھ سے بڑی کوئی نشانی  
نہیں اور نہ ہی مجھ سے بڑھ کر کوئی خبر ہے۔" (مناقب الہبیت، جلد 1،

صفحہ 248)

اس حدیث میں جہاں جہاں امیر المومنین نے لفظ "میں" استعمال کیا ہے یہاں کچھ لوگوں کہ ذہن میں آیا ہو گا کہ جس نے موسیٰ سے کلام کیا اور موسیٰ نے جس کا نور دیکھا وہ علیٰ ابنِ ابی طالب ہے۔ یہاں ہم اپنے ان قارئین کی اصلاح کرتے چلیں کہ یہ مقامات اسم ہیں۔ میرے مولاً باب ارشد بشریت میں جو کعبہ میں ظاہر ہوئے ہیں یہ مقام اسم ہے علیٰ ابنِ ابی طالب، مگر جو اس حدیث میں مقام کا مولاً ذکر کر رہے ہیں وہاں وہ اسم کسی اور روپ میں ہے وہاں وہ نہ تو کسی کا باپ ہے نہ ہی کسی کا بیٹا۔ یہ اصلاح بہت ضروری تھی اس مقام پر کیونکہ معرفتِ اسم ہی آپ کا مقصد ہونا چاہیے۔

"مولاصادقؑ سے پوچھا گیا: "حَتَّیٰ عَلَیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ" کے کیا معنی ہیں تو آپ نے فرمایا "خیرِ العمل الولایت" خیرِ العمل سے مراد ہماری ولایت ہے"۔

(حوالہ:- مناقب اہلبیت، جلد 1، صفحہ 287)

دن میں پانچ اوقات موزن پا آواز بلند جس چیز کی طرف بلا رہا ہے وہ تو ولایت علیؑ ہے اور نماز شروع ہونے سے پہلے اقامت کے اختتام پر جب "قد تقامت الصلوٰۃ" کہا جاتا ہے اور مولاً فرماتے ہیں کہ "میری ولایت کو

قام کرنا ہی صلوٰۃ کو قائم کرنا ہے "تو خدا جانے کس دل سے لوگ کہتے ہیں کہ تشهد میں علیٰ کی ولایت کی گواہی واجب نہیں۔ یہ دین کے ساتھ ایک اچھا مذاق بنائے رکھا ہے کہ آپ کو گھر سے بلا یا ہی ولایت کیلئے جا رہا ہے مگر جب اس گواہی کو اللہ کے سامنے دینے کا وقت آیا تو نماکے دل میں ٹیک اٹھ جاتی ہے۔

بہر حال ہم ان نمک حراموں سے مخاطب ہی نہیں ہیں اس شہادت ثالثہ پر زیادہ گفتگو کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ ہمارے مخاطب صاحبانِ عقل ہیں۔

لیکن ایک حدیث اعلیٰ ظرفوں کیلئے پیش کر کے ہم اپنے موضوع سے متصل ہو جائیں گے۔

"مولانا علی بن الحسین سے ایک شخص ابو حازم نے پوچھا: نماز جس چیز کے ساتھ کمال حاصل کرتی ہے وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد و آل محمد پر درود بھیجی سے، اس نے پوچھا نماز کی قبولیت کا سبب کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا: ہماری ولایت اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری و براءت قبولیت کا سبب ہے۔" (حوالہ: مناقب الہبیت، جلد 2، صفحہ 14)

فضائل امام کو جاری رکھتے ہوئے ہم امیر المومنینؑ کی ایک حدیث پیش کر رہے ہیں۔

"مولانا علیؑ نے فرمایا: جس نے مجھے اور میرے حق کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔" (حوالہ:- التوحید، حدیث 2، صفحہ 132)

امام کی معرفت ہی اللہ کی معرفت ہے اور جیسا کہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ انکا غضب اللہ کا غضب ہے اور انکی خوشی اللہ کی خوشی ہے۔ جیسا کہ مولاؑ فرماتے ہیں کہ

"مولاصادقؑ نے آیت "پس جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا" (الزخرف: 55) کے متعلق فرمایا: اللہ ہماری طرح غصہ نہیں کرتا مگر اس نے اپنے اولیاء کو خلق کیا ہے جو غصہ ہوتے ہیں اور راضی ہوتے ہیں اور وہ مخلوق کی رہنمائی کیلئے ہیں پھر انکی رضا اور انکی نارا ضمکی کا اپنی نارا ضمکی قرار دیا۔" (التوحید، حدیث 2، صفحہ 135)

ایک اور مقام پر امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ "میں اللہ کا عالم ہوں، میں اللہ کا زیادہ یاد کرنے والا قلب ہوں اور اللہ کی بولنے والی زبان ہوں، اللہ

کی آنکھ، اللہ کا پہلو (جنب اللہ) اور اللہ کا ہاتھ ہوں" (حوالہ:- التوحید،

حدیث 1، صفحہ 131)

میری کچھ خوش عقیدہ لوگوں سے جب بات ہوئی اور میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انکا جواب یہ تھا کہ "مولانا کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ، مولا کی زبان اللہ کی زبان اور مولا کی آنکھ اللہ کی آنکھ ہے"

تو میں نے مناسب سمجھا کہ یہاں اس بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ اگر آپ ایسی تمام احادیث پر غور کریں جیسا کہ اس حدیث میں "مولانا باقر" نے فرمایا ہم وہ "مشانی" ہیں جنہیں اللہ نے ہمارے نبی کو عطا کیا اور ہم ہی وجہہ اللہ ہیں جو تمہارے درمیان رخ بدل بدل کر آتے ہیں۔ جس نے ہمیں پہچان لیا پہچان لیا اور جو ہم سے نہ واقف رہا تو اسکے لیے یقیناً ہلاکت ہے"۔ (حوالہ:- التوحید، حدیث 6، صفحہ 118)

تو آپ نے ان دونوں احادیث پر غور کیا ہو تو مولائے یہ نہیں فرمایا کہ میر اہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے، یا ہمارا چہرہ اللہ کا چہرہ ہے بلکہ مولائے فرمایا ہم اللہ کا چہرہ ہیں، میں اللہ کا ہاتھ ہوں، میں اللہ کا پہلو ہوں۔ اسکا مطلب ہے کہ امام سرتاپ اللہ کا ہاتھ، قلب، آنکھ، چہرہ، جنب، زبان ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے ان قارئین کی بھی اصلاح ہو گئی ہو گی جواب تک یہ نہیں سمجھ رہے ہوں گے۔

"رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ "علی ابن ابی طالب کی ولایت میر اقلعہ ہے اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔" (حوالہ:- عيون الاخبار الرضا، جلد 2)

اب جو بھی اللہ کے عذاب سے پچنا چاہتا ہے وہ علی گی ولایت کے قلعے میں داخل ہو جائے ورنہ توبہ کا دروازہ بند ہونے میں زیادہ وقت نہیں ہے۔ اپنے ہوں یا پرائے اُنکی ہر عبادت مجالانے کی وجہ "قریبۃ الی اللہ" ہے، ہم پہلے بھی اس پر بات کر چکے ہیں مگر ایک حدیث یہاں اس موضوع کے حوالے سے پیش کرنا ضروری ہے۔

"مولانا صادق نے فرمایا ہم جنوب اللہ (اللہ کا پہلو) ہیں جو ہم سے ملا سے اللہ مل گیا۔" (حوالہ:- بصارۃ الدرجات، جلد 1، حدیث 5، صفحہ 182)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ:  
"مولانا صادق فرماتے ہیں کہ ہمارے ذریعہ سے ہی اللہ کی عبادت ہوتی ہے  
ہمارے ذریعہ سے ہی اللہ کی معرفت ہوتی ہے اور ہمارے ذریعہ سے ہی

اللہ واحد گردانا جاتا ہے اور محمد اللہ کا حجابت ہیں ۔ (حوالہ:- بصائر

الدرجات، جلد 1، حدیث 16، صفحہ 188)

یقین جانیے بیان کرنے کو بہت سچھ ہے مگر اس ذر سے کہ کتاب طویل نہ ہو جائے ہمیں اپنا قلم روکنا پڑتا ہے مگر ہماری انتہائی کوشش ہے کہ اس باب میں جتنا ممکن ہو ہم آنہم کی شان بیان کر سکیں اسی لیے متواتر احادیث پیش کیتے جا رہے ہیں ۔

"مولانا صادق نے آیت قرآنی "پس تم اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرو"

(اعراف: 69) کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ کی

نعمتیں کیا ہیں؟ میں (ابو یوسف) نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: "خلوق پر

اللہ کی سب سے عظیم نعمت ہماری ولایت ہے ۔ (حوالہ:- بصائر

الدرجات، جلد 1، حدیث 5، صفحہ 231)

اس عظیم نعمت کو جاننے کے بعد آپ لوگوں کے اذہان میں سورہ رحمٰن

ضرور آنی چاہیے جہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور تم اپنے رب کی کون

کون سی نعمت کو جھٹاؤ گے ۔"

اب جو اس عظیم نعمت پر ایمان نہ لائے اسکے بارے میں بھی سنتے چلتے ۔

"مولاصاوق" نے فرمایا: جو آنکھ کے اوصاف پر ایمان لائے بغیر مر گیا تو اللہ نہ اسکی تیکی قبول کرے گا اور نہ ہی برائی سے در گزر کرے گا۔

(حوالہ:- بصائر الدراجات، جلد 1، حدیث 3، صفحہ 228)

ایک مقام پر امام جعفر ابن محمد نے فرمایا کہ: "هم کسی شے کی محتاج نہیں بلکہ لوگ ہمارے محتاج ہیں" (بصائر الدراجات، جلد 1، صفحہ 409) ہمیں امید ہے ہمارے قدر میں کی سمجھ میں "حمد" کے معنی آگئے ہوں گے۔  
اب جو حدیث ہم لکھنے جا رہے ہیں فضائل امام کے توسط سے مقاماتِ اسم کی معرفت حاصل کرتے جائیے گا۔

"jabir جبیر نے امیر المومنین کے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب سلمان، امیر المومنین گی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: مولا!  
اپنے خود اپنی حقیقت بیان فرمائیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: سلمان میں وہ ہوں کہ تمام امتوں کو میری اطاعت کی طرف دعوت دی گئی تھی لیکن انہوں نے انکار کیا تو انہیں آتشِ عذاب کا سامنا کرنا پڑا میں انکا نگہبان ہوں۔ سلمان یاد رکھو میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ایک حقیقت ہے جو بھی میری مکمل معرفت رکھے توہ ملاءِ علی میں میرے ساتھ ہو گا۔ اتنے میں

حسین تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا: سلمان یہ دونوں عرشِ الہی کے گوشوار ہیں اُنکی دیلے سے جنت روشن ہوگی اور اُنکی والدہ تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ اللہ نے لوگوں سے میرے متعلق میثاق لیا تھا۔ کچھ نے میری تقدیق کی اور جس نے میری تکذیب کی وہ دوزخ میں جائے گا۔ میں اللہ کی محنت بالغ ہوں اور ہمیشہ رہنے والا کلمہ ہوں۔ سلمان نے کہا مولا میں نے آپ کو توریت اور انجیل میں ایسا ہی پایا ہے۔ اے مقتولِ کوفہ! آپ یقیناً ایسے ہی ہیں۔ اگر لوگوں کے متعلق مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں کہ اللہ قاتل سلمان پر رحمت فرمائے تو میں آپ کے ایسے فضائل بیان کرتا جس سے لوگوں کے نفویں کو کراہت محسوس ہوتی۔ کیونکہ آپ اللہ کی وہ محنت ہیں جس کے دیلے سے اللہ نے آدم کی توبہ قبول کی تھی اور یوسف کو کنوں سے نجات دی تھی، آپ ہی قصہ ایوب ہیں اور آپ اس پر نعماتِ الہی کی تبدیلی کا سبب ہیں۔ مولانا فرمایا! سلمان کیا تمہیں ایوب کا قصہ معلوم ہے؟ سلمان نے عرض کی اللہ رسول اور آپ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جب میری فرمائروائی کے متعلق ایوب ملکوک ہوئے اور کہا یہ تو بڑی سُگین بات ہے۔ اس

وقت اللہ نے ایوب سے فرمایا: اے ایوب کیا تم اس صورت میں شک کر رہے ہو جسے میں نے خود قائم کیا؟ میں نے آدم کو آزمائش میں بھٹکا کیا تھا۔ پھر میں نے اسے بخش دیا اور میں نے اسے اس وقت در گزر کیا تھا جب اس نے علی گو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا تھا اور اب تم کہہ رہے ہو یہ بڑی سُکنین بات ہے؟

مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تجھے اپنے عذاب کا ذائقہ چکھاؤں گا۔ یہاں تک کہ تم امیر المومنین گی اطاعت کی طرف لوٹ آؤ گے۔ پھر میری وجہ سے اسے سعادت نصیب ہوئی۔ یعنی اس نے توبہ کی اور میری اور میری ذریت طیبہ کی اطاعت کا اقرار کیا۔ (حوالہ:- سوال عوام کے جواب امام کے، جلد 2، صفحہ 98)۔

میں اپنے رب کو گواہ بنانے کر کہتا ہوں کہ سلمان یا ان جیسوں کے علاوہ کسی کی اتنی اوقات نہیں کہ وہ علیؐ کے سامنے یہ کہے کہ "میں آپ کے ایسے فضائل بیان کرتا جس سے لوگوں کے لفوس کراہت محسوس کرتے"۔ میرے لاکھوں سلام ایسے بندے علیؐ پر۔

"رسول اللہ نے جنگِ خیبر میں مولا علیؐ سے فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈرندہ ہوتا کہ میری امت تیرے بارے میں وہ کہیں گے جو عیسیٰ بن مریم کے بارے میں عیسائی کہتے ہیں، تو میں تیرے بارے میں آج ایک بات کہہ ہی دیتا۔" (حوالہ:- مشارق الانوار القین، صفحہ 135)

میری نسلیں قربان ہو جائیں اپنے نبی کے اس انداز کلام پر۔ اب ہم اپنے اس موضوع کو سیئتھے ہوئے اس کو اپنے اختتام تک پہنچانے کیلئے کچھ احادیث پیش کر رہے ہیں جن کو کمزور دل کے افراد نہ پڑھیں تو بہتر ہے۔

"مولا علیؐ نے فرمایا: میں ہمیشہ رہنے والے قائم و دائم کے امر سے روحوں کو یہ آواز دینے والا ہوں" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ "اللہ شہر ہر یتکم"۔ (حوالہ:- مشارق الانوار القین، صفحہ 208)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں "میں وحی کے ذریعے کلام کرنے والا ہوں"۔ (حوالہ:- مشارق الانوار القین، صفحہ 209)

ان دو احادیث نے تو بڑے عقدے کھول دیئے کون تھا جس نے یوم است صد ابند کی اور کون ہے وہ جس کا کلام قرآن ہے۔ اس سے بہتر

مولائیکا سمجھائیں معرفت و مقاماتِ اسم۔ ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں اور اب پھر کر رہے ہیں کہ ان مقامات پر یہ علی ابن ابی طالب نہیں ہیں۔ اور اسی طرح امیر کائنات فرماتے ہیں۔

"مولائی علاماتِ ظہورِ امام زمانہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: ہر قل قسطنطینیہ اہل سینان کو ڈرائے گا، اس وقت تم تو قع کرو گے تو موسیٰ سے طور پر کلام کرنے والا ظہور کرے گا۔" (حوالہ: مشارق الانوار القین، صفحہ 214)

"مولائی نے فرمایا: میں سمجھی تھا اس وقت بھی جب کوئی روح خلق نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی کوئی میرے علاوہ سانس لینے والا تھا" (حوالہ: مشارق الانوار القین، صفحہ 218)

یہاں سانس لینا ایک استعارہ ہے جس سے یکتا کی طاہر ہوتی ہے۔  
اور غالب نے کیا خوب کہا کہ:

اُسے کون دیکھے سکتا کہ یکانہ ہے وہ یکتا  
جودوئی کی بوجبھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

"مولائی نے فرمایا: میں ہادی ہوں، میں مہدی ہوں، میں یتیم ہوں مسکینوں کا باپ ہوں اور بیوہ عورتوں کا مونس ہوں، تمام کمزوروں کیلئے

جائے پناہ ہوں اور خوف زدہ کیلئے مقامِ امن ہوں، میں مومن کیلئے جنت  
کا قائد ہوں، میں اللہ کی مضبوط رسمی ہوں، ایک مُحکم اور قابلِ اعتماد و سیلہ  
ہوں اور پرہیز گاری کا (تقویٰ کا) کلمہ ہوں، میں عین اللہ ہوں، باب اللہ  
ہوں، اللہ کی زبان صدق ہوں، میں جنتِ اللہ ہوں جس کے متعلق اللہ  
فرماتا ہے کہ (انسان کہے گا) ہائے افسوس میری کوتاہی جو میں نے جنت  
اللہ کے متعلق کی، میں اللہ کا وہ ہاتھ ہوں جو اسکے بندوں پر رحمت اور  
مغفرت کے ساتھ کھلا ہوا ہے، میں بابِ حطہ ہوں، جس نے مجھے پہچانا اور  
میرے حق کو سمجھا اس نے اپنے رب کو پہچانا کیونکہ میں زمین پر اسکے نبی  
کا وصی ہوں اور مخلوق پر اسکی جنت ہوں اس بات سے وہی انکار کرے گا  
جو اللہ اور اسکے رسول کی بات کو رد کرنے والا ہو گا۔ (حوالہ:- نجع

الاسرار، جلد 1، ص 54)

اور امیر المؤمنینؑ ایک جگہ فرماتے ہیں: "میں اس حیٰ کا وہ امر ہوں  
جس کو موت نہیں میں وہ زندہ ہوں جس کے لیے موت نہیں۔ میں  
نوروں کا نور ہوں، میں ہی وہ ہوں جس کے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔

میں جس طرح چاہوں صورتیں اختیار کرتا ہوں، میں وہ ہوں جس کا نہ

کوئی نام ہے نہ مثل۔ (حوالہ:- نجع الاسرار، جلد 1، صفحہ 158-160)

ہماری مجبوری ہمارے آڑے آرہی ہے اس حدیث پر تبصرہ کرنے سے مگر ایک بات ضرور ذہن نشین رکھیئے گا کہ جس کے لیے موت نہیں ہے اُسے ہی حی کہتے ہیں اور "میں جس طرح چاہوں صورتیں اختیار کر لیتا ہوں" اس دعوے کی دلیل ہم اس باب کی اختتامی حدیث میں دیں گے مگر یہ تو علی ہی جانے کے وہ کوئی مقام اسی ہے جس کا نہ تو اسم ہے اور نہ ہی اس کی کوئی مثل۔

ایک قول امیر المومنین کا کچھ عرصہ قبل نظر وہیں سے گزرا اور ہمارے احباب میں اُس پر گفتگو بھی ہوئی کچھ سحر حاصل بات نہ ہو سکی یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس حدیث کو مولاً خود ہی سمجھادیں وہ حدیث تھی کہ "میرے پاس فصل الخطاب ہے" بس اسی ذیل میں یہ حدیث پیش خدمت ہے۔

"مولانا علی فرماتے ہیں کہ مجھے فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے۔ فصل الخطاب کیا ہے یہ لغات کی معرفت (یعنی ہر زبان کو جاننے والا) کے سوا کچھ نہیں"  
(حوالہ:- فتح الاسرار، جلد 1، صفحہ 208)

اب ہم اس باب کو سیئے ہوئے آخری پانچ احادیث پیش کرنے جا رہے ہیں۔

"مولانا باقر نے فرمایا: ہم وہ اسماء حسٹی ہیں کہ اللہ بندوں میں سے کسی کا عمل قبول نہیں کرتا مگر ہماری معرفت کے ساتھ۔ اللہ کی حکم! ہم وہ کلمات ہیں جو آدم نے اللہ سے یاد کیئے اور انکے ذریعے سے اللہ کو پکارا اور انکی دعا قبول ہوئی۔ ہم بندوں پر اللہ کی دیکھتی ہوئی آنکھ، اسکی مخلوق میں بولتی ہوئی زبان اور اللہ کے لطف و کرم کا پھیلا ہوا ہاتھ ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنا چہرہ قرار دیا کہ جن کے ذریعے انسان اسکی طرف متوجہ ہو اور پنا در بان بنایا جو اسکی طرف انکی رہنمائی کرتا ہے۔ اس نے ہمیں علم و دانش کا خزانہ دار، وحی کو بیان کرنے والے، اپنے دین کی علامت، مضبوط اور حکم سند اور ہدایت حاصل کرنے والوں کیلئے ایک روشن رہنمایا۔ ہمارے سبب درخت پھل دیتے ہیں۔ نہیں جاری ہوتی ہیں اور آسمان سے زمین پر

بادرش ہوتی ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے۔ (مناقب الپیشیت، جلد 2، صفحہ

(53)

کتاب جب اپنے مالک سے غذا پاتا ہے تو اسکی حفاظت کرتا ہے جب تک خود زندہ ہوتا ہے اپنے مالک پر آجی نہیں آنے دیتا۔ اس حدیث کے آخری حصے کو پڑھ کر آلِ محمدؐ کی مظلومیت پر دل خون روتا ہے کہ غیروں سے کیا شکایت کرنی یہاں تو انکی محبت کا دعویٰ کرنے والے افراد امامؐ کا کھا کر انہی کے مقابلے میں اکھڑے ہوئے۔ اب یہ کون ہیں اور کتنے بخس ہیں آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

"عبداللہ ابن بکر نے مولا صادقؑ سے پوچھا: مولا کیا امام مشرق اور مغرب

کے درمیان جو کچھ ہے اسے دیکھتے ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: اے بکر کے بیٹے! کیسے ممکن ہے کہ امام اس کائنات

کے دو قطر کے درمیان تمام چیزوں پر جھٹ ہوں اور انکو نہ جانتے ہوں

اور ان پر حکم نہ لگاتے ہوں اور ان لوگوں پر کیسے وہ جھٹ ہو سکتے ہیں جو

انکی نظروں سے غائب ہوں۔ خود امام انکو نہ دیکھ سکتے ہوں اور نہ وہ لوگ

امام کو دیکھ سکتے ہوں؟ اور کیسے ان پر جھٹ ہو سکتے ہیں اور اللہ کے حکم کو

اُنکے درمیان جاری کر سکتے ہیں درحال انکے اُنکے اور امام کے درمیان فاصلہ

اور مانع ہو۔ (حوالہ:- مناقب الہبیت، جلد 2، صفحہ 62)

اس حدیث میں امام نے کم نظروں اور کم ظرفوں اور کم نبیوں کو اپنے حاضر و ناظر ہونے کی دلیل دی ہے۔

"مولانا صادقؒ مفضل سے فرماتے ہیں: آدمیوں اور جنوں میں سے جس

کے دل کو بھی اللہ پاک کرنا چاہتا ہے اسے ہماری ولایت سے آشنا کر دیتا

ہے اور جس کے دل کو خراب کرنا چاہتا ہے اسے ہماری معرفت سے دور

کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا: اے مفضل! آدم اس لا تک نہ ہوا کہ اللہ اسے اپنے

ہاتھ سے خلق کرے اور اس میں لبی روح پھونکے مگر علیؑ کی ولایت کے

ساتھ اور موسیؑ کے ساتھ اللہ نے کلام نہیں کیا مگر علیؑ کی ولایت کے

ساتھ اور اللہ نے عیسیٰ بن مریمؑ کو عالمین کیلئے نشانی نہیں بنایا مگر علیؑ کیلئے

خضوع کی وجہ سے۔ کوئی بھی عبدیت کے بغیر اس لا تک نہیں ہوا کہ اللہ

کی نظر رحمت اُنکی طرف ہو۔ (مناقب الہبیت، جلد 2، صفحہ 63)

تمام انبیاء جس در کے بھکاری ہیں اس بابِ شہر علم کو علیٰ کہتے ہیں اور انبیاء نے جس کی غلامی کو فخر سمجھا اسے علیٰ کہتے ہیں، جسکے بغیر انبیاء کی نبوت خطرے میں ہوا سے علیٰ کہتے ہیں۔

"مولارضاؑ کی شہادت کے بعد مولا محمدؐ نقی جو اس وقت پچنے میں تھے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر کا ایک زینہ اور چڑھ کر خطاب کرنے لگے اور فرمایا: میں علیٰ ابن موسیٰ رضا کا بیٹا محمد ہوں۔ میر القب جواد ہے۔ میں صلبوں میں نسب سے آگاہی رکھتا ہوں۔ میں تمہارے ظاہری و باطنی اور آئندہ کے امور سے باخبر ہوں۔ یہ علم کسی سے سیکھا نہیں گیا بلکہ اس کائنات کے خلق ہونے سے قبل ہمیں عطا کیا گیا ہے اور آسمانوں اور زمینوں کے فنا ہونے کے بعد بھی یہ علم ہمارے پاس ہو گا"۔ (حوالہ:-

مناقب الہبیت، جلد 2، صفحہ 156)

آپ یقین جانیے اس حدیث کو پڑھ کر میں بہت دیر تک سوچتا رہا کہ اللہ جانے مدنے کے لوگ انہیں اور بہرے تھے جو دیکھ اور سن نہیں پا رہے تھے کہ ایک کمن بچہ منبر رسولؐ پر کھڑا ہو کر کیا کہہ رہا ہے۔ میرے مولاؐ بآواز بلند فرمائے ہیں کہ میں صلبوں میں نسب سے آگاہی

رکھتا ہوں، میں تمہارے ظاہری و باطنی اور آئندہ کے امور سے باخبر ہوں اور یہ علم کسی سے سیکھا نہیں گیا۔

اللہ ایسے لوگوں پر لعنت کرے جو یہ سب جان کر بھی آلِ محمد پر مظالم ڈھار ہے تھے اور ڈھار ہے جیس انکا حق غصب کر رہے تھے اور کر رہے ہیں۔

اب ہم اس موضوع کی آخری حدیث پیش کرنے جا رہے ہیں جو کافی طویل ہے اسکو غور سے پڑھئے گا کیونکہ ہم اس حدیث کے صرف ایک پہلو پر سرسری تبصرہ کریں گے۔

"جابر جعفی نے مولا باقرؑ سے عرض کیا: ہم جسے اس اللہ کی جس نے مجھ پر احسان کیا اور آپؐ کی معرفت عطا کی اور آپؐ کی فضیلت کا میری طرف الہام کیا اور آپؐ کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا کی اور جس نے آپؐ کے دوستوں سے دوستی اور آپؐ کے دشمنوں سے دشمنی مجھے نصیب فرمائی۔ امام فرماتے ہیں: اے جابر! کیا تم جانتے ہو معرفت کیا ہے؟ معرفت کے ساتھ مر جائے ہیں۔

1) اثباتِ توحید، 2) معانی کی شناخت، 3) ابواب کی شناخت، 4) لوگوں کی شناخت، 5) ارکان کی شناخت، 6) نقباء کی معرفت وہ جو قوم کے سردار اور آقا ہیں، 7) نجباء کی معرفت، جو پاک طینت اور اصل و نسب کے لحاظ سے پاکیزہ ہیں۔ اور اللہ فرماتا ہے "کہو اگر میرے رب کے کلمات کو لکھنے کیلئے سمندر سیاہی بن جائیں تو ان کلمات کے مکمل ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے اگرچہ اتنے اور سمندر لائے جائیں (کھف: 109) ایک مقام پر اللہ فرماتا ہے (سورہ لقمان: 27) "اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں تمام سمندر سیاہی بن جائیں تاکہ اللہ کے کلمات کو لکھا جائے تو پھر بھی کلمات الہی ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اللہ صاحب قدرت اور حکمت والا ہے "اسی لیئے آپ نے فرمایا: اسے جابر اثباتِ توحید سے مراد اس اللہ ازلي و پوشیدہ کو پہچانا ہے جسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتی جبکہ وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔ وہ اشیاء کا خالق اور ہر چیز سے واقف ہے وہ ازل سے پوشیدہ ہے جیسے کہ خود اس نے اپنی توصیف کی ہے۔ شناختِ معانی: تم جان لو کہ ہم تمہارے درمیان توحید کے مظاہر اور معانی ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے نور سے خلق کیا اور لوگوں کے معملات ہمارے پرورد گردیئے

- اور ہم اسکی اجازت اور فرمان سے جو چاہیں انجام دیتے ہیں۔ جو ہم چاہتے ہیں وہ بھی وہی ہے جو وہ چاہتا ہے، ہمارا ارادہ اللہ کا ارادہ ہے، اور اس نے ہمیں یہ مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے اور ہمیں اپنے بندوں کے درمیان فضیلت دی ہے اور اپنی مملکت میں جنت قرار دیا ہے۔ اگر کوئی ہمارے فضائل یا ہماری بات کا انکار کرے تو درحقیقت اس نے اللہ کا اور اللہ کی آیات اور اسکے انبیاء اور رسولوں کا انکار کیا ہے۔

اے جابر! جس نے بھی اللہ کو ان اوصاف کے ساتھ پہچان لیا، اس نے توحید کا اثبات کیا ہے، کیونکہ یہ اوصاف اسکے مطابق اور موافق ہیں جو قرآن میں ذکر ہوا ہے اور وہ اللہ کا یہ فرمان ہے "اسکے مثل کوئی شے نہیں اور وہ سنتے والا اور دیکھنے والا ہے" (سورہ شوریٰ: 11) وہ فرماتا ہے "وہ جو کرتا ہے اسکے بارے میں اس سے سوال نہ کیا جائے گا، لوگوں سے ائمکے افعال کے بارے میں سوال کیا جائے گا" (سورہ انبیاء: 23) جابر نے کہا: میرے مولاً میرے ساتھی اور میرے ہم فکر جو لوگ ہیں کتنے کم ہیں۔ حضرت نے فرمایا: دور ہے دور ہے کیا تمہیں معلوم ہے اس وسیع زمین پر تمہارے کتنے دوست ہیں؟ میں نے کہایا بن رسول اللہ میرے خیال

میں ہر شہر سے دو ہزار تک لوگ ہوں گے اور تمام علاقوں میں ایک لاکھ لوگ ہوں گے۔ امام نے فرمایا: اے جابر! تیرا جو خیال ہے اسکی مخالفت کرو اسے کافی نہ سمجھو۔ جیسے تو نے گمان کیا ہے ایسے نہیں ہے۔ بلکہ وہ لوگ جنکو تو خیال کرتا ہے کہ وہ اذخانی فکر اور عقیدہ کمال تک نہیں پہنچے بلکہ ناقص ہیں اور مقصر ہیں وہ تیرے اصحاب اور ساتھی نہیں۔ جابر کہتا ہے میں نے عرض کیا یا بن رسول اللہ مقصر کون ہے؟ حضرت نے فرمایا: مقصروہ ہیں جنہوں نے اماموں، امر اور روح کی معرفت جوان پر واجب کی گئی ہے کوتاہی کی ہے۔ میں نے عرض کیا اے میرے آقا: روح کی معرفت کیا ہے۔ امام نے فرمایا: وہ درک کرتا ہو اور جانتا ہو کہ اللہ نے روح کو جسکے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اپنا امر اسکے سپرد کر دیا ہے وہ اسکے اذن سے خلق کرتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور وہ نیتوں میں اور فکروں میں سے اسے جانتا ہے اور جو واقع ہو چکا اور جو قیامت تک انجام پائے گا وہ سب جانتا ہے اور یہ ایسیتے ہے کیونکہ روح اللہ کا امر ہے۔ پس جس کو بھی اللہ اس روح کے ساتھ مخصوص کر دے وہ کامل ہے اور کسی قسم کا نقص اور عیب اس میں نہیں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اذنِ الہی سے انجام دیتا ہے۔

مغرب سے مشرق تک ایک لخڑا میں طے کر سکتا ہے۔ آسمان کی طرف اوپر جا سکتا ہے اور آسمان سے نیچے آ سکتا ہے اور جو چاہے اور ازادہ کرے ان جام دے سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا! اے میرے مولائے حمت ہو آپ پر۔ اس بنا پر تو اکثر شیعہ مقصر ہیں میں اپنے دوستوں میں سے کسی کو اس صفت کے ساتھ نہیں جانتا ہوں جو آپ نے بیان فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگرچہ تو ان میں سے کسی کو اس طرح نہیں پہچانتا لیکن میں چند لوگوں کو جانتا ہوں جو میرے پاس آتے ہیں، سلام کرتے ہیں اور مجھ سے ایسے پوشیدہ علوم اور راز پوچھتے ہیں جن سے دوسرے لوگ آگاہ نہیں ہیں۔ میں نے کہا فلاں اور اسکے دوست انشاء اللہ اس صفت کے مالک ہیں۔ یعنی آپ کے رازوں سے آشنا ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے آپ کے راز اور پوشیدہ علوم سے ہیں اور میرے خیال میں وہ کامل ہیں۔ حضرت نے فرمایا کل انکی دعوت کرو اور اپنے ہمراہ لے آؤ۔ جابر کہتا ہے دوسرے دن میں انکو حضرت کی خدمت میں لے آیا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو سلام کیا اور حضرت کی عزت کی۔

امام نے فرمایا: اے جابر یہ تیرے بھائی ہیں لیکن ابھی کامل ہونے میں کچھ کمی باقی ہے۔ اسکے بعد انکی طرف منہ کیا اور فرمایا: کیا تم اعتراف کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے انجام دے سکتا ہے اور جو چاہے حکم دے سکتا ہے، اور کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا کہ اسکے حکم کو توڑے اور اسکی رائے کو رد کرے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اسکے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ ہیں جن سے انکے افعال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں ایسے ہی ہے جیسے آپ نے فرمایا۔ اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا الحمد للہ یہ سب لوگ آگاہ ہیں اور انکی معرفت کامل ہے۔ امام نے فرمایا: اے جابر جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اتنی جلدی اس کا فیصلہ مت کرو۔ جابر کہتا ہے: میں حیران و پریشان ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ان سے پوچھو کیا علی ابن الحسین اپنے بیٹے محمدؑ کی صورت میں تبدیل ہو سکتے ہیں؟ جابر کہتا ہے: میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ حضرت نے فرمایا: ان سے پوچھو کیا محمدؑ علی ابن الحسینؑ کی صورت میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ جابر کہتا ہے میں نے ان سے سوال کیا لیکن انہوں

نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ اس وقت امام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: یہ وہ چیز ہے جسکے متعلق میں نے تجھے بتایا تھا کہ وہ ابھی کامل نہیں ہوئے۔ میں نے ان سے کہا: آپ کو کیا ہوا ہے اپنے امام کو جواب کیوں نہیں دیتے؟ پھر بھی چپ رہے اور ٹک میں پڑے رہے۔ امام نے دوبارہ جابر سے فرمایا: یہ وہی ہے جو میں نے کہا ہے کہ انکے ابھی اور مرا حل سے گزرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ کامل ہوں۔ اس وقت امام نے فرمایا: تم کو کیا ہوا بات کیوں نہیں کرتے ہو؟ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور عرض کرنے لگے: یا بن رسول اللہ ہم نہیں جانتے آپ ہمیں سکھائیے۔ مولا علی ابن الحسین نے اپنے بیٹے محمدؑ کی طرف دیکھا اور ان لوگوں سے فرمایا یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ کے بیٹے۔ حضرت نے فرمایا: میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ علی ابن الحسین ان کے والد ہیں۔ جابر کہتا ہے ان سوالات اور جوابات کے بعد امام نے چند کلمات کہے جن کو ہم نہ سمجھ سکے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ محمد باقرؑ اپنے والد علی ابن الحسینؑ کی صورت میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں نے جب یہ دیکھا تو تجھ سے کہنے لگے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"

امام نے فرمایا: اللہ کی قدرت سے تجب نہ کرو، میں محمد ہوں اور محمد میں ہے۔ محمد بن علی نے فرمایا: اے قوم! اللہ کے کام سے تجب نہ کرو میں علی ہوں اور علی میں ہوں ہم سب ایک ہیں اور ایک نور سے خلق ہوئے ہیں، اور ہماری روح امر الہی سے ہے ہمارے اول محمد ہے اوس ط میں محمد ہے اور آخر محمد ہے اور ہم سب محمد ہیں۔ جابر کہتا ہے جب انہوں نے امام کی زبان مبارک سے یہ کلمات سے تو سب سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے ہم آپ کی ولایت اور آپ کے پوشیدہ فضائل پر ایمان لائے اور آپ کی خصوصیات کا اقرار کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا: اے قوم! سجدے سے سر اٹھاؤ اب تم صاحب معرفت کا میاں اور آگاہ و با بصیرت ہوئے ہو، اور اب تم کامل ہوئے اور حد کمال کو پہنچے ہو۔ تمہیں اللہ کی قسم جو کچھ تم نے مجھ سے اور میرے بیٹے محمد سے دیکھا ہے اپنے جانے والوں میں سے جو اس معرفت تک نہیں پہنچے بلکہ کوتاہی کی ہے کسی کو اس بارے میں اطلاع نہ دینا، کیونکہ وہ تمہیں برا بھلا اور جھوٹا کہیں گے۔

انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کی بات سنی اور اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: تم حدیر شد و کمال تک پہنچ گئے ہو اب واپس چلے آؤ۔

جبکہ وہ واہک پلٹ گئے ہیں۔ جابر کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اے میرے آقا جو کوئی اس امر کو جس طرح آپ نے بیان فرمایا ہے نہ جانتا ہو، لیکن آپ کو دوست رکھتا ہو اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہو، اور آپ کی برتری کا قائل ہو اسکے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: وہ نیکی اور خیر و خوبی کے راستے پر ہے یہاں تک کہ وہ معرفت کے اس مرتبے پر پہنچ جائے۔ (حوالہ: مناقب الہبیت، جلد 2، صفحہ 24)

فضائل امام اور معرفت امامت پر یہ ایک جامع حدیث ہے اس پر گفتگو کرنے کیلئے ہمیں ایک کتاب اور لکھنی پڑے گی اسی لیئے ہم نے اس حدیث کو آپ کے سپرد کیا کہ آپ خود اس پر غور و فکر کریں مگر وہاں وہ جو ایک حدیث ہم نے امیر المومنین سے پیش کی تھی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں صورتیں بدلنے پر اختیار رکھتا ہوں اس حدیث میں اس کا عملی نمونہ دکھانا ہمارا مقصود تھا جب مولا علی ابن احسین مولا باقرؑ کی صورت اختیار کر گئے اور یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو ایعنی کھلی آنکھوں کے سامنے۔

ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود

ہیں خواب میں ہنوز جو جا گے ہیں خواب میں  
ہم امید کر رہے ہیں جس نیک نیتی کے ساتھے ہم نے یہ موضوع بیان کیا  
ہے اسی نیک نیتی کے ساتھ جب آپ نے اسے غور و فکر سے پڑھا ہو گا تو  
یقیناً آپ کے ضیافتِ ایمانی میں اضافہ ہوا ہو گا۔

### مجاز اور حقیقت

ہماری کتاب اپنے اختتامی مراحل میں داخل ہو چکی ہے اور یہ موضوع ہم  
نے ایک خاص وجہ سے منتخب کیا ہے۔

ہم نے بہت سے لوگ ایسے دیکھے ہیں جو محمد و آل محمد سے بے پناہ محبت تو  
کرتے ہیں مگر جب انکا کوئی اپنا اس دنیاۓ قافلی سے رخصت ہوتا ہے تو  
اس جانے والے کی محبتِ الہبیت کی محبت پر غالب آجائی ہے بے شک وہ  
کیفیت بہت ہی معمولی سے وقت کیلئے ہی کیوں نہ ہو لیکن ہوتی ہے اور  
بالکل ایسے ہی کسی اپنے کی خوشی بھی اس گھر کی خوشی پر غالب آجائی ہے  
جبکہ امام نے فرمایا ہے کہ: "ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری خوشی میں خوش ہو  
اور ہمارے غم میں غمگین ہو"۔

ہم اپنے مولا کے غلام ہیں ہماری لپنی نہ تو کوئی دوستی ہے اور نہ ہی لپنی کوئی دشمنی، نہ لپنی کوئی خوشی ہے اور نہ ہی اپنا کوئی غم، ہماری خوشی ہمارا غم ہماری دوستی اور دشمنی سب امام سے منسوب ہے۔

اُنکے دشمن کے دشمن سے ہے دوستی انکا جو دوست ہے وہ آقا میرا  
لپنی کیا دوستی اپنی کیا دشمنی دوستی دشمنی ان سے منسوب ہے (شہید سبط  
جعفر)

اور یہاں شہید محسن نقوی کا ایک شعر ضرور لکھنا چاہوں گا۔

مجھے کسی سے محبت نہیں علیٰ کے سوا

میں ہر کسی سے محبت کروں علیٰ گیلئے

در اصل معاملہ یہ ہے کہ لوگ آل محمد سے محبت تو کرتے ہیں مگر "مجاز اور  
حقیقت" سے نہ واقف ہیں اسی لیئے ان لوگوں کے انہوں کا غم اور خوشی  
اس پاک گھرانے کی خوشی اور غم پر غالب آ جاتی ہے۔

مجاز اس مثال کو کہتے ہیں جس سے حقیقت کی اہمیت کا احساس ہو سکے اور  
انسان کی زندگی کا مقصد مجازی رشتہوں سے ان سے ہونے والی محبت و  
قربت، فراق اور دوری سے حقیقت کی محبت و قربت اور فراق اور دوری

کو محسوس کیا جاسکے۔ جیسے کہ حدیث رسول اللہ ہے کہ "شوہر اپنی عورت کا مجازی خدا ہے"۔ اب یہاں مجازی خدا سے مراد اللہ نہیں ہے مگر رسول اللہ نے شوہر کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت سمجھنے کیلئے کہا ہے۔

اسی طرح ہماری زندگی کے سارے رشتے یعنی باپ، بیٹا، ماں، بہن بھائی وغیرہ یہ سب مجاز ہیں اگری محبت سے ہمیں حقیقت یعنی آل محمدؐ کی محبت کی شدت کو سمجھنا ہے اور اسے اپنے دل میں گاڑھنا ہے کہ اگر یہ محبت دل سے نکلی تو توجان نکلے گی لیکن یہ محبت نہیں۔

اب جب کوئی ہمارا سگا اور نہایت ہی محبت کرنے والا اس فانی جہاں سے رخصت ہو تو اس پر رونا فطری عمل ہے مگر اس کو روتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جس طرح ہم حسینؐ کے غم میں روتے اور اپنے آپ کو پیشے ہیں کہیں اتنا یا اس سے زیادہ تو کسی اپنے کو نہیں رورہے چہاں ایسا محسوس ہو وہاں فوراً رک جائیں اور ایک نظر کر بلکہ طرف ضرور دیکھنے گا کہ آپ اپنے کا جنازہ انھا بھی رہے ہیں اسکو دل کھول کر رو بھی رہے ہیں مگر میرے مظلوم امام کالا شہ بے گور و کفن کر بلکہ تینی ہوئی ریت پر پڑا رہا اور جس کی مستورات کو اس پر رونے بھی نہ دیا گیا بس یہ وہ حقیقی رشتہ

ہے جس کے سامنے تمام مجازی رشتے ماند پڑ جانے چاہیے اور آلِ محمد کا غم  
ہر بڑے بڑے رنج و الام پر غالب رہنا چاہیے۔

زمانے بھر کا غم اور اک تیرا غم  
یہ غم ہو گا تو کتنے غم نہ ہوں گے

ہم اس موضوع کا اختتام ایک حدیث رسول اللہ پر کر رہے ہیں۔

"رسول اللہ نے فرمایا کوئی بندہ بھی اللہ پر ایمان نہیں لاسکتا مگر یہ کہ وہ

مجھے اپنے سے زیادہ دوست رکھتا ہو میری نسل کو اپنی نسل سے زیادہ عزیز

رکھتا ہو، میرے خاندان کو اپنے خاندان سے زیادہ چاہتا ہو اور میرے

رشتے داروں کو اپنے رشتہ داروں سے زیادہ چاہتا ہو۔" (حوالہ:- مناقب

اہلیت، جلد 1، صفحہ 46)

### معرفتِ امام زمانہ

یہ باب ہم نے خوش عقیدہ لوگوں کے ذہن میں رہنے والی اس الجھن کیلئے  
قام کیا جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے کا امام تو غیبتِ کبریٰ میں ہے ہم  
اسکی معرفت کیسے حاصل کریں؟۔

تو عرض یہ ہے کہ معرفتِ امام زمانہ سے مراد انکو پہچاننا ہے کہ وہ کون ہیں اور معرفت آپ کو امامت کی ہوئی چاہیے کہ امامت کیا ہوتی ہے اسی لیئے رسول اللہ نے فرمایا کہ: "جو شخص مر گیا بغیر معرفتِ امام زمانہ کے وہ کفر، نفاق اور جاہلیت کی موت مرا۔"

جب آپ کو یہ معرفت ہو گی کہ امامت ہی وہ منصبِ الہی ہے جو نظامِ کائنات چلاتا ہے جس کے دستِ قدرت میں تمام امور ہیں وہی قضا و قدر کا تقسیم کرنے والا ہے تو پھر وہ جہاں بھی ہو ہمارے لیئے منزل شہود پر ہی ہو گا جیسا کہ امام نے فرمایا: "ہمارے قائم" کی غیبتِ مومنین کیلئے منزل شہود پر ہو گی۔

اور ایک حدیث ہم نے امیر المومنین سے گر شستہ ابواب میں بیان کی تھی جس کا ایک مکڑا یہ تھا کہ "ہمارا غائب، غائب نہیں ہوتا۔"

تو بس معرفتِ امامت رکھیئے کہ امامت کیا ہوتی ہے اور پھر وہ صفاتِ جس میں پائیں وہ آپ کا امام ہونا چاہیے اور وہ امام جس کے لیئے نص قائم کر کے جائے یعنی وہ امام جب دنیا سے ظاہری پر وہ کرے تو اپنے بعد والے امام کیلئے واضح و صیت کر کے جائے جیسا کہ امام نے فرمایا:

"راوی کہتا ہے کہ میں نے مولا صادقؑ سے پوچھا امر امامت کو بہ جبر لینے والے اور خلط و عوے کرنے والے پر جمیت کیوں نکر تمام ہو۔ فرمایا: اس سے حلال و حرام کے متعلق پوچھا جائے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تین قسم کی جمیتیں ہیں جو سوائے امام کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ اول یہ کہ سب لوگو سے افضل و اولیٰ ہو اور اسکے پاس تبرکاتِ رسولؐ ہوں اور اسکے لیے کھلمن کھلا وصیت ہو کہ جب لوگ بڑے یا بچوں سے شہر میں آکر پوچھیں کہ فلاں نے کس کے متعلق وصیت کی تو لوگ کہہ دیں کہ فلاں ابین فلاں کے متعلق کی ہے" (حوالہ: اصول کافی جلد 2، کتاب الحجت،

باب 61، حدیث 2، صفحہ 197)

اب جب پچھلے امام کی وصیت جس آنے والے امام کہلئے ہے اس کو پہچانا معرفت امام زمانہ کہلاتا ہے لیکن اس سے پہلے شرط معرفت امامت ہے کیونکہ اقرارِ مجهول اور انکارِ مجهول دونوں لا حاصل ہیں۔

## آئمہ کے نام:

میں آج تک جتنے لوگوں سے مل آپ تیکن جانیے ان میں سے 99 فیصد یا  
شاپید اس سے بھی زیادہ خوش عقیدہ لوگوں کو آئمہ کے نام نہیں پتا تھے  
اور اسکی وجہ جو بچپن سے سکھایا گیا ہے وہی ہے۔

اس لیئے ہم نے اس موقع کو غنیمت جانا اور مناسب سمجھا کہ ان میان  
آل محمد کو انکو اماموں کے نام بھی بتاتے چلیں۔

پہلے امام: علی ابن ابی طالب، لقب: امیر المؤمنین

دوسرے امام: حسن ابن علی، لقب: مجتبی

تیسرا امام: حسین ابن علی، لقب: سید الشہداء

چوتھے امام: علی ابن الحسین، لقب: زین العابدین

پانچوئے امام: محمد ابن علی، لقب: باقر

چھٹے امام: جعفر ابن محمد، لقب: صادق

ساتویں امام: موسیٰ ابن جعفر، لقب: کاظم

آٹھویں امام: علی ابن موسیٰ، لقب: رضا

نویں امام: محمد ابن علی، لقب: تقی / جواد

دو سویں امام: علی ابن محمد، لقب: نقیٰ  
گیارہویں امام: حسن ابن علی، لقب عسکری  
بادھویں امام: انکا نام نہیں معلوم لیکن انکا لقب قائم آل محمد، منتقم آل محمد  
اور بقیۃ اللہ ہے۔ آئمہ کے القابات توبہ کو معلوم بھی ہوتے ہیں اور  
یاد بھی مگر نام نہیں یاد ہوتے مگر اب ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے  
قارئین کو اپنے ہر امام کا نام اور لقب معلوم ہو گیا ہو گا۔

### قصیدہ بہ حضور امام:

یا اللہ اے میرے معبود تیرا احسان کہ تو نے ہمارے دلوں کو انکی محبت و  
مودت ولایت کا حرم بنایا:

اکہکشاں جنکی راہ گزر ہیں، ستارے جن کے نقش قدم ہیں، قطب جن  
سے سست کا تعین کرتے ہیں، قابہ قوسیں جن کی منزلیں ہیں، بیت المعور  
جن کا پڑاؤ ہے، بسم اللہ جن کا افتتاحیہ ہے، بلغ الماء جن کا اختتامیہ ہے،  
انما جن کی طینت ہے، (ا، ل، م) جن کا تعارف ہے، العصر جن کی حیثیت  
ہے، سورہ فیل جن کا ماضی ہے، والفجر جن کی رنگت ہے، ذوی القری جن  
کی قیمت ہے، سورہ دھر جن کی ثقافت ہے، من یثری جن کا استحقاق ہے،

طحہ جن کا اوڑھنا بچھونا ہے، سورہ مزمل جن کا حجابت ہے، سورہ قدر میں جن کی قدریں ہیں، جو حالتِ نماز میں قبلوں کا تعین کرنے پر قادر ہیں، جو رکوع میں فروع کی دیگر ضرورتوں کو پورا کرنے کی توفیق رکھتے ہیں اور جنکی وضع داری کا نام شریعت نہیں۔

میری دعا ہے اپنے رب سے جو عالمین کا مالک ہے کہ ہمیں اپنی محبت و مودت اور ولایت پر ثابت قدم رکھیے گا ہمارا اختتام ایمان پر رکھیے گا اور جب ہمارا آپ سے سامنا ہو تو ہمارے دل میں آپ کی ولایت اور آنکھوں میں آپ کے گھرانے پر ہوئے ظلم کیلئے آنسو ہوں۔ آمیں یا رب العالمین۔

### اسماۓ اللہ کی خدمت میں سلام:

جور زقِ نطق عطا ہو تیرے کرم سے مجھے  
تو میں بھی آرزوئے جربت سلام کروں

السلام عليك يا بسم الله الرحمن الرحيم  
السلام عليك يا بناء العظيم

السلام عليك يا أبا م  
السلام عليك يا صراط المستقيم  
السلام عليك يا على العظيم  
السلام عليك يا رب العالمين  
السلام عليك يا مالك يوم الدين  
السلام عليك يا امام المتقين  
السلام عليك يا كتاب مبين  
السلام عليك يا امير المؤمنين  
السلام عليك يا شديد القوى  
السلام عليك يا هو  
السلام عليك يا سدنة المتقين  
السلام عليك يا بسم الله  
السلام عليك يا زمزم وصفا  
السلام عليك يا آية الكبرى  
السلام عليك يا حجت بالغة  
السلام عليك يا اول يا آخر  
السلام عليك يا باطن يا ظاهر  
السلام عليك يا حاضر يا ناظر  
السلام عليك يا رب المشارق والمغارب  
غالب الْكُلْ غالِب  
على ابن ابي طالب

وَمَا تُفْسِدُ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ

يہ کتاب "حقیقتِ توحید بمعرفتِ امام" آج بتاریخ 16 مارچ 2017

مطابق 17 جمعادی الثانی 1438ھ شب جمع

بتوفیق اللہ بتائید و امداد اے آل اللہ پا یہ مکمل کو پہنچی۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم النبیین وآل الاطبیین  
الطاہرین المعصومین المظلومین و لعنة الله على اعداءهم اجمعین من يومنا  
هذا الى يوم الدین۔

jabir.abbas@yahoo.com

jabir.abbas@yahoo.com

jabir.abbas@yahoo.com